نامِ نیک رفتگاں ضائع مکن

مخدوم شرف الدین احمد یحییٰ منیری

احوال و افکار

از

سید ضمیر الدین احمد

(۱۸۶۲ء – ۱۹۲۲ء)

خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ

نام نیک رفتگاں ضائع مکن

مخدوم شرف الدین احمد یحییٰ منیری

احوال و افکار

از

سید ضمیر الدین احمد

(۱۸۶۲ء - ۱۹۳۲ء)

خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ

تقسیم کار: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی ــــ ۱۱۰۰۲۵

صدر دفتر:

- مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی ــــ ۱۱۰۰۲۵

شاخیں:

- مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، اردو بازار، دہلی ــــ ۱۱۰۰۰۶
- مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، پرنسس بلڈنگ، بمبئی ــــ ۴۰۰۰۰۲
- مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، یونیورسٹی مارکیٹ، علی گڑھ ــــ ۲۰۲۰۰۱

پہلی اشاعت : ۱۹۰۱ء

تازہ اشاعت : ۱۹۹۴ء

قیمت : پچہتر روپے

لبرٹی آرٹ پریس (پروپرائٹرز مکتبہ جامعہ لمیٹڈ) نئی دہلی میں طبع ہوا

مخدوم صاحب کے عاشق
فادر جیکسن (ڈاکٹر پال جیکسن) کی نذر

حرفے چند

تصوف پیار کا راستہ ہے اور اس لیے اس روز بروز بڑھتی ہوئی نفرت انگیزیوں کے حصار میں پھنستی دنیا کے سامنے اس قصۂ پارینہ کی اگر گاہے گاہے بازخوانی کرلی جائے تو فائدے سے خالی نہ ہوگا۔

مخدوم صاحب ۶۶۱ھ میں پیدا ہوئے[1] اور انتقال ۷۸۲ھ میں ہوا۔ صوفیا میں سے بہت کم نے ایسا مستند مکتوبی اور ملفوظی سرمایہ اپنے پیچھے چھوڑا ہے جیسا مخدوم منیری نے ان میں • مکتوبات صدی • فوائد رکنی • خوان پرنعمت • ارشاد الطالبین • ارشاد السالکین • معدن المعانی • مخ المعانی • عقائد شرفی • شرح آداب المریدین • راحت القلوب • سہ صدی مکتوبات • مکتوبات جوابی حضرت شیخ یحییٰ منیری کے اصل فارسی متن چھپ چکے ہیں۔

مکتوبات صدی ارشاد الطالبین، ارشاد السالکین، فوائد رکنی، خوان پرنعمت، شرح آداب المریدین، معدن المعانی، مونس المریدین، اوراد شرفی، عقیدہ شرفی، سبیل رشاد (دو جلدوں میں ۱۰۱ مکتوبات کا ترجمہ از مکتوبات دوصدی) اردو ترجمہ میں آچکی ہیں۔ مترجمین میں سے ہمارے دوست فادر جیکسن نے مکتوبات صدی اور خوان پرنعمت کا انگریزی میں ترجمہ کردیا ہے۔ مندرجہ ذیل تصانیف ابھی شائع نہیں ہوئی ہیں:-

• مکتوبات دوصدی • مکتوبات بست وہشت • اجوبہ واسئلہ • رسالہ مکیہ • اشارات شرفی • رسالہ ذکر مخدوم الملک • رسالہ مرآۃ المتحققین • رسالہ وجودیہ • رسالہ وصول الی اللہ • گنج لایفنیٰ • ملفوظ الصفر • ملفوظات شرف الدین یحییٰ منیری • انیس العشاق • اسباب النجاۃ • رسالہ در ہدایت حال • تحفہ غیبی • لطائف معانی • ملفوظات زاد راہ۔

سیرۃ الشرف مخدوم صاحب اشرف الدین احمد یحییٰ منیری (پ ۶۶۱ھ) کی زندگی اور ان کے افکار پر ایک اچھا مطالعہ ہے، اور اس قابل ہے کہ از سرِ نو اسے اہل صفا کے سامنے لایا جائے اور ان کے سامنے بھی جو اہل صفا کو پسند کرتے ہیں۔ ضمیر الدین صاحب پٹنہ سٹی کے روسا میں سے تھے، خان بہادر کا خطاب تھا، آنریری مجسٹریٹ بھی تھے۔ ان کی پیدائش ۱۸۶۲ء میں بہار شریف میں ہوئی اور وفات جنوری ۱۹۲۲ء میں ہوئی۔ اپنے پیر و مرشد حاجی خدا بخشؒ کے پہلو میں اپنے آبائی قبرستان صدر گلی محلہ کرمٹہ (پٹنہ سٹی) میں مدفون ہوئے۔

مخدوم صاحب کا ذکرِ خیر جس تفصیل سے اور جیسی محنت اور محبت کے ساتھ صاحب سیرۃ الشرف نے کیا ہے، اس موضوع پر اس سے اچھی کتاب آنی ابھی باقی ہے۔ امید ہے اردو والوں کے لیے **سیرۃ الشرف** کی اشاعت باعثِ مسرت ہوگی۔

ع۔ر۔ب ————

---

[1] مخدوم صاحب کے محقق فادر جیکسن کے خیال میں صحیح تاریخ ۶۹۰ھ کے آس پاس ہے۔

ضمیر الدین صاحب کے بارے میں مندرجہ ذیل نوٹ نقوش (شخصیات نمبر، اکتوبر ۱۹۵۶ء) سے منقول ہے:

"آپ عظیم آباد کے ایک عالی خاندان رئیس اور قابل قدر ادیب تھے۔ ۱۸۸۵ء میں پریسیڈنسی کالج کلکتے سے فلسفہ، انگریزی اور فارسی میں اعزاز کے ساتھ بی۔ اے پاس کیا۔ آپ نے انگریزی اور اردو میں متعدد کتابیں لکھیں مثلاً شیرشاہ کی لائف (انگریزی)، ترجمہ طبقات بابری (انگریزی)، فلسفۂ تصوف، کوکبۂ ملوکی و مملوکی، سیرۃ الشرف۔ کوکبۂ ملوکی و مملوکی میں ملک قطب الدین ایبک سے لے کر خلجی سلاطین تک کے تاریخی حالات درج کیے گئے ہیں۔ سیرۃ الشرف مخدوم شرف الدین بہاری کی لائف ہے۔ آخر الذکر کتاب بہت قابل قدر اور ادبی نقطۂ نظر سے بھی اہم ہے۔ عرصہ ہوا یہ کتاب چھپی تھی، اب ناپید ہے۔ ضرورت ہے کہ پھر شائع کیا جائے۔ آپ نے اپنچ وغیرہ میں متعدد مضامین بھی لکھے تھے۔ **آپ کے صاحبزادے** سید بدرالدین احمد صاحب بدرؔ ایک ممتاز شاعر و ادیب ہیں۔ ان کی غزل رفعت تخیل اور پاکیزگی ذوق کی حامل ہیں۔ انھوں نے نئے اسلوب کے مرثیے بھی لکھے ہیں جو متداول مرثیوں سے بالکل علیحدہ ہیں۔ یہ مضمون نگاری پر بھی قادر ہیں۔" [**اضافہ**: بدرالدین صاحب مرحوم (م ۱۹۸۳ء) کی کتاب "حقیقت بھی کہانی بھی" بہار اردو اکادمی نے شائع کی ہے۔ بدر صاحب کے صاحبزادے جناب فیاض صاحب (اورینٹل کالج، پٹنہ سٹی) بفضلہ اپنے والد اور دادا کا نام قائم کیے ہوئے ہیں۔]

ضمیر صاحب کے بارے میں مزید معلومات ان کی ایک کتاب کے سرورق سے ملتی ہیں۔ وہ سرورق حسب ذیل ہے:

لقد کان فی قصصهم عبرة لاولی الالباب

کوکبۂ ملوکی و مملوکی

یعنی

مولفہ

فہرست مضامین

معذرت

مین نے ہوش سنبھالا اور آنکھین کھولین تو یہ دیکھا کہ اپنا کنبہ کا کنبہ اسلاف کی علمی اور روحانی بادہ کے نشہ مین مخمور ہے۔ اونھین کی صحبتون مین بزرگان سلف کے حالات دریافت کرنے کا شوق مجھے بھی ہوا اور اوسی زمانہ مین یہ آرزو پیدا ہوئی اور بڑھکر بے چین کرنے لگی کہ اپنے وطن کے اکمل و کمل مخدوم الملک کے واقعات زندگی کے بکھرے ہوئے موتیونکی ایک خوشنما لڑی بناؤن۔ مگر تحصیل علوم کے مشغلے اور یونیورسٹی کی سختیان جن کی گتھیون مین مین اولجھا ہوا تھا کم فرصتی کی زنجیرون مین جکڑے ہوئے تھین اتنی فرصت کہان کہ اسطرف توجہ کرسکتا۔ لیکن کچھ ہی ہو یہان وہی دھن بندھی رہی کہ پس از خرابی بسیار یہ مرقع مرتب کر پایا جسکو ملک کے سامنے پیش کرتا ہون

یہ بات میرے بیان کی محتاج نہین کہ مین نہ تو اہل زبان اور نہ زبان دان۔ بہار مین پیدا ہوا۔ یہان ہی پلا اور پرورش پائی۔ میری تعلیم کی جولانگاہ پٹنہ سے کلکتہ تک اس تالیف سے ہرگز اپنی جوہر کا اظہار یا انشا پردازی کی شہرت منظور نہین ؎

ز تحریرم غرض عرض ہنر نیست ∴ دماغم زین بو باخبر نیست ∴ طپیدن داری اندر دل می نگارم ∴ اصول رقص بسمل می نگارم ∴ ہمین خون گرمیم در بزم ساقیست ∴ دگر از ہرچہ گویم اتفاقی ہست ∴ خیال لن ترانی ہم ندارم ∴ دماغ قصہ خواہی ہم ندارم ∴ دلے دارم حزینے داد خواہے ∴ کنون سر میکنم حرفے و آہے ∴

الراجی من اللہ الصمد

سید ضمیر الدین احمد بہاری عظیم آبادی

مقدّمہ

خطبۂ قدس ہست بنام قدیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چہ زہرہ خاکِ مسکین را کہ توحید خدا گوید | بدین آلودگی ذاتِ مقدس را ثنا گوید
عروجِ جان او ج قابَ قوسینش بود ہر شب | اگر سالک طریقِ مصطفےٰ را اقتدا گوید

تصوف مخالف ترقی انسانی نہیں ہے

ایسے زمانہ مین جبکہ ہر جگہ دنیا دنیا کی پکار ہے۔ اور چارون طرف سے الدنیا و اللہ ھم کی آواز بلند ہو رہی ہے۔ دنیا کے بندون اور اوسکے حُسن و جمال پر مرنے والون کے شور و غُل سے کان پڑی آواز سُنائی نہین دیتی۔ میرا ایک صوفی اور تارک الدنیا کے احوال لکھنا لوگون کے نزدیک سرود بے ہنگام اور نغمۂ بے آہنگ ہوگا۔ زمانہ کا رُخ دیکھکر یہ نہایت مناسب ہوتا کہ مین اون لوگون مین سے کسی کے سوانح لکھتا جو خاص دنیا کمانے یا دنیا کے نام و نمود حاصل کرنے مین آپ اپنا نمونہ ہو گئے۔ اس سے کچھ بحث نہین کہ وہ اہالیان یورپ سے ہون یا اہالیان ایشیا سے۔ یا اس سے

بھی در گزر کرے کوئی رسالہ تجارت و حرفت۔ صنعت و دستکاری۔ اصول
تمدن۔ تاریخ۔ فلسفہ یورپ و منطق۔ زراعت و فلاحت۔ ازین قبیل ایسے
مضمون پر لکھتا جو دنیا اور اہل دنیا کی دنیا کمانے مین مساعدت کرتا۔
یہ ایک صوفی کے سوانح لکھتا تو اور دنیا کی چلتی گاڑی کی راہ مین روڑے
بچھاتا ہے۔ اور مسلمانون کو نغمہ دوشینہ یاد دلا کر اونکی ترقی معکوس کا
دروازہ جو ابھی ابھی چند بہی خواہان قوم کی کوششون سے بند ہوا تھا
پھر کھولتا۔ لیکن مین اون لوگون کی خدمت مین جو یہ خیال رکھتے ہین نہایت
ادب سے ملتمس ہون کہ ایسے خیالات بالکل بے وجہ ہین۔ تصوف پر حاشا
وکلا ایسا اعتراض نہین ہو سکتا۔ اور واقعی جو اہل تصوف ہین اونکا دامن
ایسے بدنُما دھبون سے پاک و صاف ہے۔ "دوست ترین خلق خداوند تعالےٰ
نافع ترین خلق بود مر عیال اورا" (اے ہمہ خلق عیال خداوند تعالےٰ اند
از بہر آنکہ ہمہ روزی اوی خورند) یہ اونکا اصول ہے۔ اصل یہ ہے کہ لوگون نے
تصوف اور اہل تصوف کے سمجھنے مین غلطیان کی ہین۔ اور اون کے اصول
کو جو نہایت دقیق ہین نہ سمجھ سکے۔ اگر اونکو وہ سمجھتے تو ہرگز ایسی بدگمانیان تصوف
اور اہل تصوف کے ساتھ نہ رکھتے۔

دنیا مین جتنے علوم ایجاد و مدون ہوئے ضرور کسی نہ کسی غرض کیلئے
دینی ہو یا دنیاوی۔ آغاز آفرینش سے اسوقت تک اگر ادنےٰ سے ادنےٰ

دنیا مین جتنے علوم مدون ہوئے کسی نہ کسی غرض سے

علم کو بھی لو اور اوسکی ابتدا - اوسکی سلسلہ وار ترقی - اوسکی انتہا پر ایک غائر نظر دوڑاجاؤ تو تمکو ضرور اس بات کا پورا یقین ہوجائیگا کہ کوئی وجہ ضرور اوسکی ایجاد کی ہوئی اور کوئی غرض خاص ضرور اوس سے متعلق ہی - اس ایجاد مین کچھہ تو خاص اوس زمانہ کے خیالات اور ضرورتون کو جس مین وہ علم ایجاد ہوا دخل ہوتا ہے اور کچھہ غیر محسوس طریقہ سے اوس ملک کے طبائع کو جس مین وہ علم ایجاد کیا گیا دسترس ہوتا ہی - تہذیب عالم کی تاریخ جسکی نظر سے گزری ہوگی وہ ضرور میرے بیان کی تصدیق کریگا -

آغاز زمانہ تہذیب مین تدوین علوم کا دائرہ

ایک زمانہ وہ تھا کہ انسان کا ہر کام اس دنیا سے متعلق ہو یا عقبے سے قوائے ارضی سے سروکار اور قوائے سماوی کے تحت تصرف مانا ہوا تھا - انسان مجبور محض سمجھا جاتا تھا - اور اوسکے جتنے قوائے تھے وہ کالعدم اور محض بیکار تصور کئے جاتے تھے - لوگ قدم قدم پر ذرا ذرا سی باتون کے لئے دیبیون اور دیوتاؤن کے محتاج تھے - اوس زمانہ مین جتنے علوم مدون ہوئے اونکا تعلق قریب قریب تمامتر سماوات ہی سے رہا -

ترقی زمانہ علوم کا دائرہ کس کس چیز کو دائر

رفتہ رفتہ جیسے جیسے مخلوقات پھیلتی گئی اور اونکے خیالات تجربات زمانی اور ضروریات زندگانی کیوجہ سے وسیع ہوتے گئے - اور تمدن و معاشرت کے لحاظ سے نئی نئی ضرورتین پیدا ہوتی گئین ایجاد و تدوین مین بھی انقلابات ہوتے گئے - اور ضرورت کی مناسبت سے ایجاد و تدوین کا دائرہ وسیع ہوتا گیا -

یہانتک کہ آج علوم کا دائرہ ارضیات و فلکیات بلکہ غیر محسوسات کو بھی دائرہ ہے۔

تدوین تصوف کی ظاہرا تاریخ

علم تصوف کی تدوین کی ظاہرا تاریخ یہ ہے کہ جب خاندان بنی عباس کا خلیفہ منصور ۱۳۶ھ ہجری مین تخت نشین ہوا تب اوسنے اپنی علمیت اور فضل و کمال اور حوصلہ افزائی کے باعث علوم و فنون کا دریا بہا دیا اور جسکی ابتدا خالد بن یزید نے کی تھی اوسکے پھولنے پھلنے کے سامان مہیا کر دیئے۔ اسلامی علوم کی تدوین شروع ہوئی۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فقہ کی تدوین کی۔ ابن اسحٰق نے غزوات نبوی لکھے۔ امام مالک اور امام اوزاعی اور سفیان ثوری وغیرہ نے حدیثون کو جمع کیا۔ ترجمہ کا سلسلہ بھی نہایت اولوالعزمی کے ساتھ شروع ہوا مختلف مذاہب کی تحقیقات بھی شروع ہوئی۔ یونانی۔ ایرانی۔ مصری فلسفیون کی تصنیفین ترجمہ کے ذریعہ سے ممالک اسلامیہ مین شائع ہونے لگین۔ اشاعت فلسفہ نے الحاد کے دروازے کھول دیئے۔ اور خلیفہ منصور کے زمانہ تک الحاد کی ہوا نہایت تند و تیز رہی لیکن جب اوسکا بیٹا مہدی تخت نشین ہوا تو اوسنے اس آگ کو آب شمشیر سے بجھانا چاہا اور محکمہ تحقیقات زنادقہ قائم کر کے الحاد کے راستے مسدود کرنا چاہے مگر وہ اسمین کامیاب نہو سکا۔ تب اوسنے حکم دیا کہ علماے اسلام تصنیفون کے ذریعہ سے انکی تردید کرین۔ ہمارے علما نے "آہن با آہن توان کرد نرم" کے

اصول کو پیش نظر رکھکر علم کلام کی بنیاد ڈالی جس نے خیالات ملحدانہ کی پوری بیخ کنی کردی۔ مگر اسیکے ساتھ فلسفہ کی اشاعت اور علم کلام کی ایجاد نے ہمارے دماغ کو اعلیٰ اور دقیق مضامین کی سوچنے اور سمجھنے کیلئے مستعد آمادہ کردیا۔ قواے متخیلہ و ممیزہ اور دیگر دماغی قواے کو کام مین لانا اور اونکی مدد سے ایک نتیجہ منطقی طور سے استخراج کرنا قوم کو آگیا۔ اب ایسے ایسے مسائل کہ "یہ کائنات کیا ہے؟"۔ "اسکا صانع کون ہے؟"۔ "وہ اکیلا ہے یا اوسکا کوئی شریک بھی ہے"؟۔ "اوسکے کیا اوصاف ہین؟"۔ "اس تخلیق کی علت غائی کیا ہے"؟۔ "ہم کیا ہین؟"۔ "ہم مختار ہین یا مجبور؟"۔ "ہمکو باہم کیسا برتاؤ رکھنا چاہیے"؟۔ "نیک و بد کیا ہے؟"۔ "نیک و بد کی تمیز وہبی ہے یا کسبی؟" "بے غرضی یا خود غرضی۔ نیک و بد کی تمیز یا خود پسندی ہمارے اعمال کی جڑ ہے یا کیا؟"۔ "اعمال نیک کی کیا جانچ ہے۔ اور نیکی کی باضابطہ و باقاعدہ طور سے کیونکر تشریح و توصیف کر سکتے ہین؟"۔ "اصول اخلاق بیّن ہین یا محتاج ثبوت؟"۔ "اصول اخلاق کو من حیث ھو قوانین من اللہ انسان کے باہمی ارتباط سے مستخرج کر سکتے ہین یا نہین؟"۔ "حشر و نشر۔ عقاب و ثواب۔ جزا و سزا کیا ہے؟"۔ "ہماری روح کو ہماری دنیاوی زندگی ہی تک ہمارا ساتھ ہے یا کیا؟" اور اسی طرح کے دوسرے مضامین پر فلسفیانہ طور سے غور ہونے لگا۔

ارسطو کی فلسفہ نے ان مسائل کے حل مین بڑی مدد کی۔ اسنے ثابت کردیا کہ خدا ...

حشر و نشر اصلیت رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایکتا ہے اور متصف بصفات
ہے۔ اور بہت سے عقائد جو مذہب اسلام کے ہین اونکا ثبوت فلسفیانہ طور
سے اسکی تحریرات مین پایا گیا۔ تھیاسوفرسطس (Theosephrastus)
جو ارسطو کا شاگرد تھا اوسکی تحریرون نے اس خیال مین مدد دی کہ خدا
کی ذات و صفات مین کسی قسم کا تغیر نہین ہو سکتا۔ زینو (Zeno)
کی تحریرات سے وحدت وجود کے مسائل کی اشاعت کی۔ غرض دقیق
سے دقیق اور اعلے سے اعلے مضامین۔ خالق سے متعلق ہون یا
مخلوق سے۔ دین سے متعلق ہون یا دنیا سے۔ اُن پر خوض و غور کرنا قوم نے
سیکھ لیا اور اُسکو اونمین ملکہ تامہ حاصل ہو چلا۔ علماء ربانی کو جو ایسے
ایسے مضامین سینہ بسینہ لئے آتے تھے اور قوم کی عدم لیاقت و قابلیت
کی وجہ سے عام طور سے انکی تعلیم علم کی حیثیت سے نہین کرتے تھے اور اسوقت تک
اونکی تدوین نہین کر سکے تھے پورا موقع ہاتھ آیا کہ اونکی تدوین کرین اور اونکو
علم کی حیثیت دین۔ اگرچہ فلسفہ و کلام بھی انکے درد کی پورے طور سے دوا نہو سکے
اور یہی ہوتا تھا کیونکہ وہ امور جو حواس ظاہری کے ادراک سے بہت ارفع و
اعلے ہون اونکو ہماری عقل ناقص کہان تک درک کر سکتی ہے۔ تاہم ان علوم نے
بڑی مدد کی اور انکو اظہار حقائق کی جرأت دلائی یہانتک کہ علم تصوف کا معجون مرکب تیار
ہوگیا جس سے ہمارے روحانی امراض کا پورا استیصال ہوگیا۔ اور جس نے ہمارے

قوت نے زور پکڑ کر زندگی روحانی کو تازہ کر دیا۔

اول صوفی و
اول خانقاہ

اول شخص جو **صوفی** کے لقب سے ملقب ہوا۔ وہ ابو القاسم الصوفی تھا۔ یہہ دوسری صدی ہجری کی ابتدا مین گزرا ہے۔ اور امام **اعظم** رحمہ اللہ کا معاصر تھا۔ اسکا وطن کوفہ تھا۔ اور اسکا وصال ۱۵۰ھ ہجری مین ہوا۔ پہلی خانقاہ جو صوفیونکی بنی اوسکا بانی بھی یہی ہوا۔ یہہ خانقاہ شام کے ایک شہر رملہ مین بنی تھی۔

اب رہی یہہ بات کہ لوگ اس تصوف کو جیسا سمجھنا چاہئے کیون نہین سمجھتے اور نفس الامر اسکے گرد افترا کی دیوار قائم کر رکھی ہے اور اسکو نہایت ہی بھونڈے لباس مین عامہ خلائق کے سامنے پیش کرتے ہین؟ اسکی وجہ یہہ ہے کہ یہ سراسر دقیق و نازک امور سے مملو ہے۔ یہہ ہر شخص کا کام نہین ہے کہ ہر علم کی کنہیات سے واقفیت حاصل کرلے۔ خاصکر کے اوس علم کی کنہیات سے جو قواے ظاہری کے ادراک سے باوجود بہت بلیغ کے بہت کچھ پرے اور فلسفیانہ پہلو لئے ہوے ہو۔

اسکو یون سمجھو کہ ہمارے رجحانات جو افعال کی اعلے ترین منبع ہین اپنے بیجا استعمال کی وجہ سے اکثر صریح غلطیونکا محل بنجاتے ہین۔ اور بادی النظر مین تہہ در تہہ پیچیدگیون کا عقدہ معلوم ہونے لگتی ہین۔ جن سے معمولی علم و لیاقت عاجز آکر انکے مرجع کو یا تو لغو یا سرے سے غلط سمجھنے لگتی ہے۔ یہہ ایک بڑے

پختہ دل و دماغ کا کام ہے کہ اپنی قوت دماغی سے جو تواتر عمل کی بدولت دقیق باتونکی تہہ کو بلا تمکن پہونچنے کی قابلیت حاصل کر چکی ہو نفس مضمون کو سوچے اور سمجھے جب یہہ ہو تو البتہ دقیق سے دقیق مسئلہ کی تہہ کو آدمی اپنی بساط کے اندازہ سے پہونچ سکتا ہے۔

ایک یورپی فلسفی کا قول

یورپ کے ایک بڑے فلسفی کا قول ہے کہ "اگر ہم خوب ڈوب کر دیکھیں تو اپنے فطری رجحانات کو ہم تین قسم پر منقسم پائینگے۔ ایک تو وہ جسکا مرجع ذات خداوندی ہے اور یہی ہماری تمامی محبت کی جڑ ہے۔ دوسری وہ جسکو ہماری اپنی ذات اور اپنی راحت سے تعلق ہے۔ تیسری وہ جو ہمارے دوسری مخلوق کے ساتھ انس رکھنے سے پیدا ہوتی ہیں۔

اول قسم کی نسبت یہ ضرور کہا جائیگا کہ چونکہ یہ ہمارے وجود اور ہمارے خالق کے ساتھ مستلزم ہے اسلئے یہ ہماری اعلے فکر کی سزاوار ہے۔ یہ ایک اعلے خواہش ادنے دماغ میں رکھی گئی ہے جو اوسکو ایسی تمنا کے ساتھ بیقرار کر رہی ہے جو بلا روحانی بینائی کے جو اوسکی قدرت سے باہر ہے پوری نہیں کیجا سکتی۔ اس پابزنجیری سے وہ متاثر ہوتی ہے اور ابدی خیر کی تحصیل کی تحریک اوسکو گدگداتی رہتی ہے۔ اور وہ دماغ کو ایسی چیز کے دریافت کرنیکی طرف ملتفت کرتی ہے جو اوس ابدی خیر پر دال ہو لیکن جو چیز پیش کیجاتی ہے وہ آنی طرب خیز ہوتی ہے۔ اسیوجہ سے اوسکو اوس چیز کے نقصان کا یقین ہو جاتا ہے۔ اور وہ اوسکو رد کرنے پر مجبور ہوتی ہے۔ اور

ایسی چیز کی تلاش اوسکو ہوتی ہے جو اوسکی اعلےٰ لیاقت کے زیادہ تر مناسب ہوتی ہے پس خیر محض اور چگونگی کی دُھن مین ہماری خواہش بین الرجاء والیاس حرکت مین رہتی ہے۔ اور اسکا یہہ عدم سکون ہمکو بہت سی غلطیون مین ڈالتا ہے۔

ہماری خواہش خیر ممکن کی دلدادہ ہوکر ہمارے تخیلات کو ایکدم سے ایسی چیزونکا پابند کردیتی ہے جو ہماری ذات سے متعلق ہین اور یہہ خواہش بادی النظر مین ایسی ذاتی خوشیون کا ہمکو مترصد بنادیتی ہے جنکا عملی پلہ راستی کی پلہ سے گران بار ہو۔ مگر ان احاطون مین بھی اسکو استقلال نہین۔ اچھی اسپر دوڑی اچھی اوسپر سچ ہے اونکو ہرگز اسکی قابلیت نہین ہوسکتی کہ ابدی خیر جو اعلےٰ ہی مقابلہ کرسکے یا اوسکو روک سکے۔ اسی لئے اون چیزون سے جن مین ہمکو دلچسپی نہین ہے نفرت پیدا ہوجاتی ہے۔ اور ہم مین بے غرضی کے خیالات کی ناقابلیت اور لازمی طور سے اون چیزون سے جو ہم سے نہایت اعلےٰ ہین لیکن نہایت غیر محسوس طریقہ سے ہمسے متعلق ہین جہالت پیدا ہوجاتی ہو۔ اسیواسطے ایسے امور جو خالص افکار سے متعلق ہین نارسان ہوجاتے ہین۔ اور باوجود قدامت کے ان مین نہایت حقارت آمیز تردیدات اور دھوکے مضمر معلوم ہوتے ہین الخ۔ ٹھیک یہی حال تصوف کا ہے کیونکہ اسمین فلسفہ حقہ کو بہت کچھ دخل ہے۔ اور اسیوجہ سے تصوف جو تمامی فرائض اور زندگانی جاویدانی کو شامل ہو اور جو زیادہ تر افکار و شاہدات پر مبنی ہو عوام تو عوام خواص کی سمجھ مین بھی پورے طور سے نہ آیا اور اونکی توجہ کو ہینی

طرف بہت کم مائل کرسکا۔

امام غزالی کا قول

امام غزالی کا قول ہے کہ۔ انسان کی زندگی علے العموم تین زمانوں پر منقسم ہے ایک تو ایام طفولیت جسمین بالکل محسوسات سے تعلق رہتا ہے۔ دوسرا وہ جو سات برس کی عمر کے بعد شروع ہوتا ہے۔ اسمین قوت مُدرِکہ کے آثار ظاہر ہونے اور پرورش پانے لگتے ہین۔ تیسرا وہ زمانہ جس مین تفہیم اور فیصلہ کی قوتونکا آغاز۔ پرورش۔ اور تکمیل ہوتی ہے۔ ان ہی قوتون کی مدد سے دماغ ضروریات۔ ممکنات موہومات۔ وغیرہ از قبیل ایسی اعلےٰ چیزون سے جو ادراک سے باہر ہین وقوف حاصل کرنے لگتا ہے لیکن ان کے بعد ایک چوتھا زمانہ بھی ہے جسمین انسان کی دوسری آنکھ کھلتی ہے اور وہ اسرار غیبی پر حاوی ہونے لگتا ہے۔ اُسکو ایسی باتونکا جو ہونیوالی ہین اور ایسی چیزونکا جو فہم سے باہر ہین وقوف ہونے لگتا ہے۔ پھر چونکہ لازمی طور سے ایسی چیزین جو تفہیم اور فیصلہ کی قوتون سے متعلق ہوتی ہین قوت ادراک کی وسعت سے باہر ہوتی ہین اور وہ چیزین جنکو قوت مُدرکہ سے تعلق ہے وہ قوت حسیہ کی طاقت سے زیادہ ہوتی ہین اسی لئے ضرور وہ چیزین جو چوتھے زمانہ سے متعلق ہین اول کے تینون زمانون کی قوتون سے زیادہ ہونگی۔ تصوف کو اسی چوتھے زمانے کی قوت سے تعلق ہے۔ پھر اسکا عام فہم ہونا کیونکر ممکن ہے بیت۔ رمز دیوانگان عاقل چہ داند؛
صفات صوفیان غافل چہ داند؛

متقدمین تصوف کی ابتدا کرتے سے بتاتی ہین

متقدمین تصوف کی ابتدا حضرت آدم صلی اللہ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام

سے بتاتے ہین اور یہہ کہتے ہین کہ بلا ظاہری تدوین کے یہہ سینہ بسینہ ہمارے پیغمبر آخر الزمان صلعم تک پہونچا۔ اور آنحضرت صلعم سے بذریعہ صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مسلمانون مین شائع ہوا۔ یہہ جسم اسلام کا گویا روح روان ہے اور جیسا مغز کو پوست سے واسطہ ہے وہی تصوف کو اسلام کے ظاہری مسائل سے۔ مولانا روم فرماتے ہین ؎ من ز قرآن مغز را برداشتم ٭ استخوان پیش سگان انداختم ٭

صوفیون کی تحقیقات متکلمین کے مطالب سے برتر ہے۔ اور انکے کلام مین مغز اور لب بہت ہے۔ انکا طریقہ حکماے اشراقیین[لہ] کے مانند ہے متکلمین گویا علمان قرآن اور احادیث و آثار نبوی صلعم کے رکاب گیر ہین۔ اور اہل تصوف اول الذکر کے جلو مین براق پر سوار۔ نعم المتبوع و نعم التابعون۔ اہل تصوف صرف تابع والوش خوار حضرت سید الابرار ہین۔ دوسرے کی تبعیت کا سہرا لیتے ہین نہ کام نہین رکھتے جس کسی کا سخن سلف و خلف سے انکے کلام کے مطابق ہو۔ اور جس کسی کا بیان متقدمین و متاخرین سے ظاہراً و باطناً انکی تحقیق کے مخالف پڑے۔ انکی تحقیق تقلید سے بری اور محض الفاظ تائید ہے۔ انکے معلومات انکی اپنی مظنونات نہین ہوتے۔ اور انکے کشوفات انکے اپنے موہومات

لہ وہ مرتاض گروہ حکما جو بذریعہ تصفیہ قلب کشف باطن کرکے اپنے شاگردون کو دور بیٹھے ہوئے تعلیم دیا کرتے تھے مثل ہشائیین کے ایک کو دوسرے کے پاس جانے کی ضرورت نہ ہوتی تھی منہ

نہین۔انکی حقیقت بے آمیزش بُطلان ہے۔اور انکی محمدیۃ بلا غش نقصان۔
جو کچھ کہ خدا نے فرمایا یہہ فرماتے ہین۔اور جو کچھ کہ رسول برحق نے دیکھایا ہے
یہہ دیکھاتے ہین۔برعکس اسکے متکلمین کے کلام مین خطا و ثواب کو گنجایش
ہے۔کیونکہ یہہ اپنی جانب سے ایک امر محدث پیدا کرتے ہین۔اور اعتقاد مین اپنی
رایون سے اجتہاد کرتے ہین اور پھر بحسب اصول مشہورہ "المجتہدُ یخطی و یصیب"
انکے کلام مین خطا و صواب جائز ہے۔چنانچہ میر درد علیہ الرحمۃ اپنی علم الکتاب
مین فرماتے ہین کہ:۔

"علماے متکلمین پہلے ایک امر اپنے ذہن مین قائم کرتے ہین اگرچہ وہ معقول اور مدلل
ہویا نہو۔پھر اپنے ادعا کے استحکام استقرار کے لئے اور امر مخدوشہ کے مسلم رکھنے کی غرض
سے کوشش کرکے دلائل پیدا کرتے ہین۔گو اوس امر کے اثبات کے لئے دلائل عقلی ہون
یا نہون لیکن وہ اپنے زعم مین ادلۂ عقلیہ لاتے ہین۔اور نفس الامر مین وہ ادلۂ عقلیہ نہین ہوتے۔
اور دلالت وہم سے ناشی ہوتے ہین۔لان الزعم ھو القول بلا دلیل۔لیکن چونکہ
وہ اُن دلائل کو اپنے زور عقل سے نکالتے ہین اسلئے اونکو دلائل عقلیہ سمجھتے ہین۔بعض
جگہ تو اتفاقاً یہہ درست پڑتے ہین اور بعض جگہ ٹھیک نہین بیٹھتے۔اور اسکی وجہ یہ ہے کہ
ان پر کوئی امر کشف نہین ہوتا ہے۔برعکس اسکے عرفا و اہل حقیقت کہ اہل اللہ ہین شریعت
کو عین حقیقت جانتے ہین اور اسلئے کاشف حقائق و دقائق ہین۔اور ہر امر کے سر کو کماہو
جانتے ہین اور حاصل بیان کو ہر نہج سے معلوم کرکے اور اپنی ذات مین اطمینان پیدا کرکے

دوسرونکو ہر نہج سے جواب دیتے ہین - اب رہے حکما انکی بنیاد اسپر ہے کہ جو کچھ ادلۂ عقلیہ سے
ثابت ہو اوسکا اثبات کرین - اسی دھوکھے مین اکثر علماے جاہل طبیعت ہر حقیقت کے
انکار کو اور ہر امر کے بیان کو کہ بطور معقول واقع ہوتا ہے سنکر کے بلا سمجھے کہدیتے ہین کہ یہہ
نہج حکما ہے اور مشرب حکیمانہ ہے - اور اس امر کی حقیقت کو نہین پہونچتے کہ اگر واقعی وہ حق ہے
تو پھر گفتۂ حکیم چہ حدیث - جو کچھ کہ نفس الامری اور واقعی ہے حق ہے - اور جو کچھ کہ غیر واقعی ہے
وہ باطل و ناحق ہے کسیکا گفتہ و ناگفتہ کوئی شئے نہین - اون حکما نے کہ صرف عقل
کی تبعیت اختیار کر رکھی ہے حقیقت الامر سے بے نصیب ہین اور اپنی عقل کے پابند
انکا اوس کوچہ مین کہ وراے عقل و فہم واقع ہے اور نور ایمان و اتباع پیغمبر سے منکشف
ہوتا ہے گذر نہین - اور اس سے بیخبر ہین کہ اونکے امور معقولہ کے سواے بھی ایک امر ہے کہ
نور رحمانی سے انبیا و اولیا اوسکو دیکھتے ہین - جسطور سے متکلمین اپنے اوہام مین گرفتار ہین
اوسی طور سے حکما بھی اپنی عقل کے سامنے بے اختیار ہین - حکما کی عقل کی روشنی نے
اون کے باطن کے نور نگاہ کو خیرہ بنا رکھا ہے - اور علما کی ظاہری آنکھ کی روشنی نے اونکے
نور عقل کو تیرہ کر ڈالا ہے کہ صرف ظاہری امور کو دیکھتے ہین اور ہرگز عقل کو کام مین نہین لاتے
حکما صرف عقل سے کام لیتے ہین اور وہ امور جو عقل سے برتر ہین باوجودیکہ اونکی بابت
ادلۂ معقولہ بھی ہون درک نہین کرسکتے - اسکی وجہ یہ ہے کہ تو حقیقت سے یہ بے بہرہ ہین
علما الفاظ کی زنجیر سے جکڑے ہوئے ہین اور حکما معانی کے چاہ مین مقید ہین - حالانکہ
الفاظ و معانی دونون صرف اعتبارات ہی ہین اور جو شئے حقیقت ہے وہ شئے دیگر ہے -

سچ ہے کہ وہ اولیاے اکملین و عرفاے محققین ہی ہیں کہ حقیقت کو شرف شہود سے مشرف ہوئے ہیں۔ انکا کلام عقلاً و نقلاً ثبوت کے درجہ کو پہونچتا ہے۔ اور ظاہراً و باطناً آیات و احادیث کے مطابق ہوتا ہے۔ مدلول قبل از دلیل اُن پر ظاہر ہو جاتا ہے۔ اور دلیل کے بعد بھی وہی مدلول روشن ہوتا ہو اور دلیل کے ساتھ بھی وہی مدلول مشہود ہوتا ہو۔ اور درمیان دلیل بھی وہی مدلول دکھائی دیتا ہے کہ ما رأیت شیئاً الّا و رأیت الله قبله و بعده ومعه و فیه فهو الاول والاٰخر والظاهر والباطن وهو بکل شئ علیم۔ انکی حکمت حکمت الٰہی ہے اور انکا علم غیر متناہی معقول انکے حضور میں دست بستہ ہو۔ اور منقول معنعن ثبوت کو پہونچا ہوا۔ غرضکہ انکی تحریر و تقریر محض بالقاے حضرت عزت و افاضۂ جناب رسالت ہو۔

صاحب کشف الظنون ابن صدر الدین سے تصوف کی تعریف یہہ بیان کرتے ہیں کہ:۔

"یہ وہ علم ہے جس سے آدمی کو خدا کی راہ کے مدارج میں جو ترقی ہوتی ہے اور اوس میں جو باتیں پیش آتی ہیں اونکا بقدر طاقت بشری پتا ملے۔ مگر ان درجات و مقامات کا کما حقہ بیان کرنا محال ہے۔ اسلئے کہ الفاظ اون معانی کے لئے وضع کئے گئے ہیں جن تک اہل لغت کی فہم کی رسائی ہے۔ اور جو معانی ایسے ہیں کہ اون تک سواے اوسکے کوئی نہیں پہونچ سکتا جو خود اپنی ذات سے غائب ہے اون کے لئے الفاظ کیونکر وضع کئے جا سکتے ہیں۔ اور جب سرے سے الفاظ اُنکے لئے وضع ہی نہیں ہوئے تو بیان کیونکر کئے جا سکتے ہیں۔ جیسے کہ معقولات کا درک

اوہام سے اور موہومات کا خیالات سے اور تخیلات کا حواس سے نہیں ہو سکتا اوسیطرح جو
چیز عین الیقین سے دیکھی جاسکتی ہے وہ علم الیقین سے نہیں جانی جاسکتی۔ جو شخص اسکا ارادہ
کرے وہ خود اُن معانی تک پہونچنے کی کوشش کرے۔ نہ یہہ کہ یہہ خواہش کرے کہ کوئی
بیان کردے۔ اسلیئے کہ اسکا درجہ عقل سے باہر ہے۔ **شعر**

علم التصوف علم لیس یعرفہ الا اخو فطنۃ بالحق معروف،

ولیس یعرفہ من لیس یشھدہ وکیف یشھد ضوء الشمس مکفوف،

یعنی۔ علم تصوف ایسا علم ہے کہ اُسکو سوائے ایسے آدمی کے جو فطین اور اہل حق ہو کوئی نہیں جان سکتا
اور جو اسکا مشاہدہ نہ کرے وہ نہیں جان سکتا۔ بھلا آفتاب کی روشنی اندھا دیکھ سکتا ہے؟۔

پھر صاحب **کشف الظنون** لکھتے ہین کہ:۔" ابو الخیر نے اپنی کتاب کے
دوسرے حصہ مین اون علوم کو بیان کیا ہے جو عمل کے ثمرہ سے متعلق ہین۔ اور کہا ہے کہ اس
علم کے لئے بھی ایک ثمرہ ہے جسکا نام علم مکاشفہ ہے۔ اسکو عبارۃً بیان نہین کرسکتی مگر اشارات
جیساکہ رسول صلعم نے فرمایا کہ بعض علم ایسے چھپے ہوئے ہین جنکو سوائے علمائے ربانی کے کوئی
نہین جانتا ہے۔ اور جب یہہ علما کچھہ بولتے ہین تو عام لوگ انکار کرتے ہین۔ اور ابو الخیر
نے اس حصہ مین ایک مقدمہ اور ایک جڑ مرتب کی ہے جسکی کئی شاخین ہین اور پھل۔ اور یہہ
لکھا ہے کہ جڑ علوم باطن سے ہے۔ اوسکی شاخین عبادات۔ عادات۔ مہلکات۔ اور
منجیات ہین"

امام قشیری نے لکھا ہے کہ:۔ رسول صلعم کے وقت کے مسلمان سوا۔۔۔ ے

صحبت رسول صلعم کے کسی کمال کے ساتھ مشہور نہوئے اور انکو صحابہ کا خطاب دیا گیا اسلیے کہ
اس سے زیادہ کوئی فضیلت نہین ہے - اور اصحاب کے دیکھنے والی تابعین کا لقب پائے - پھر لوگ
مختلف مراتب کے ہوئے اور خاص لوگونکو جو ہمہ تن دین مین محو تھے زہاد اور عباد کا لقب ملا - پھر
بدعتین نکلنے لگین اور ہر فرقہ دعوے کرنے لگا کہ صرف ہم ہی مین زہاد ہین - تب اہل سنت کے
خاص لوگ جو ہمیشہ اللہ تعالےٰ کے ملاحظہ مین رہتے ہین اور غفلت سے اپنے دلکو محفوظ رکھتے ہین
متصوف کے نام سے موسوم ہوئے اور یہہ نام ان حضرات کا قبل دوسری صدی ہجری کے مشہور ہوگیا۔

صاحب کشف الظنون لکھتے ہین کہ :- "حکماے الٰہئین مین سے
اشراقئین اور خصوصًا متاخرین جنکا مذہب اہل اسلام کی مخالف نہین ہے وہ مشرب و
اصطلاح مین صوفیون کے مانند ہین - تو کیا تعجب ہے کہ یہہ اصطلاح ان ہی لوگونکی اصطلاح سے ماخوذ ہو
اور یہہ بات اوس شخص پر جسنے حکمت اشراقئین کی کتابین دیکھی ہین مخفی نہین ہے"۔

امام حجۃ الاسلام محمد بن محمد الغزالی فرماتے ہین کہ :- "تصوف
دو چیز ست یکے راستی با خدا تعالےٰ ۲ دیگرے نیکوئی با خلق - ہر کہ با خدا تعالےٰ راست کار است
و با خلق نیکو خوئے و بردبار ست او صوفی ہست - و راستی با خدا تعالےٰ این ہست کہ خط خود را
فدائے امر و کند - و نیکو خوئی با خلق آن ہست کہ کس را از مراد خود نہ دارد - بلکہ خود را از مراد ایشان
بدارد مادام کہ مراد ایشان موافق شرع باشد - زیرا کہ ہر کہ خلاف شرع کند و یا بخلاف شرع رضا
دہد - او صوفی نباشد - و اگر دعوی تصوف کند مدعی کذاب باشد"۔ (خلاصۃ التصانیف)

حضرت مخدوم شرف الدین احمد بہاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین کہ :-

تصوف ماخوذ ہے صفا سے - اور صفا ہر زبان اور ہر زمان مین محمود سمجھا گیا ہے - اسکا ضد کدورت ہی اور یہہ ہر زبان و ہر زمان مین مذموم مانا گیا ہی اسلئے وہ شخص جسکا باطن صاف ہی اوسکو متصوف اور صوفی کہتے ہین اور اوسکی جماعت کو متصوفہ - مسلمانون مین اسکے وجود کی یہہ تاریخ ہی کہ بعد صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کے ایک گروہ اہل بدعت کا ظاہر ہوا - ان مین کا ہر شخص اپنے کو زاہد و عابد کہتا تھا - خواص اہل سنت و جماعت ان سے الگ ہوگئے اور جادۂ اعتدال و راست پر رہ کر اپنے باطن کی صفائی مین مشغول ہوئے - لوگ انکو صوفی کہنے لگے ؛

موضوع تصوف کا اصول

یہہ شریعت نبوی کا ادب ہر حال مین ملحوظ رکھتے تھے - اور اسکی پابندی کو اپنا جزو ایمان سمجھتے تھے - انکا اصول علم و عمل و بخشش پر مبنی تھا - تصوف کا اول علم ہے اسکا اوسط عمل - اور اسکا آخر بخشش - یہہ گروہ اول خالصاً للہ علم شریعت حاصل کرتا ہے پھر خالصاً للہ اوسپر عمل کرتا ہے - پھر بخشش پاتا ہی جسکی وجہ سے قرب حق کا سزاوار ہوتا ہے اور قرب حق سے تقرب صفتی مراد ہے نہ تقرب مکانی یعنی اوصاف حمیدہ کہ لازمۂ ذات خداوندی ہین اوس مین آجاتے ہین جنپر سارے تمدن کا مدار ہے پس وہ شخص جو عالم تر اور پاک تر ہے حق سبحانہ تعالے سے نزدیک تر ہے ؛

تصوف کی بنیاد تہذیب صفات ذمیمہ اور تبدیل اخلاق ردیہ پر ہے جبتک یہہ باتین حاصل نہین ہوتی ہین کوئی درجہ یا کوئی مقام نہین ملسکتا ہے - بیت -

اوصاف ذمیمہ چون بدل شد + ہر عقدہ کہ در تو بود حل شد -

اوصاف ذمیمہ اخلاق ردیہ کی تفصیل

ارباب تصوف نے اوصاف ذمیمہ اور اخلاق ردیہ کی تفصیل کی ہے۔ جیسے حقد۔ حسد۔ بغض۔ غضب۔ ایذا۔ بخل۔ غیبت۔ سخن چینی۔ نقل مجلس۔ القائے خصومت۔ نفس پرستی۔ شہوت رانی۔ کینہ پروری۔ حرص۔ طمع۔ دو آدمیوں کے درمیان لڑائی ڈالدینی کسی کی مضرت سے خوش ہونا۔ دغا۔ خداع۔ کذب۔ نفاق۔ افترا۔ تہمت۔ دوسرے کے عیوب کا اظہار۔ کسیکا دل دکھانا۔ سائل اور حاجتمند سے درشت کلامی کرنا۔ وغیرہ وغیرہ۔

گردش

جب سالک کے صفات ذمیمہ صفات حمیدہ سے بدلجاتے ہیں۔ اور وہ ایک ایک صفت کا تزکیہ و تصفیہ کرلیتا ہے تب اوس میں گردش ہوتی ہے صوفیوں کی اصطلاح میں گردش کے معنے افعال بد کو افعال نیک سے بدلنا۔ ایک صفت سے دوسری صفت پر پہونچنا۔ مذمومہ سے محمودہ تک رسائی حاصل کرتی ہے۔ اور صفات کی گردش سے اوسکو گردش نہادی حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ ذات کا اعتبار صفات سے ہے۔ ذات بذات خود کسی چیز کی محکوم نہیں صفات کی اضافت کے ساتھ محکوم ہے

توبہ تحقیقی ایمان حقیقی

اور جب تبدل اور تہذیب صفات ذمیمہ کی حاصل ہوجاتا ہے۔ یہ صفات حمیدہ بھی تبدل اخلاق اللہ سے حاصل ہوجاتا ہے۔ اور درجات کی ترقی اور مقامات کا عبور بھی ان ہی اوصاف و اخلاق کے تبدل کے ساتھ ظاہر ہونے لگتا ہے۔ اور حاصل ہوتا ہے اسیکو صوفی اپنی اصطلاح میں توبہ حقیقی و ایمان حقیقی کہتا ہے جسکو یہ بات حاصل ہوگئی وہ اہل اللہ میں سے ہوا اور خدا اکا مظہر و مجلی بنا جس حد کا یہ سبب ہے کہ تصرف نمایہ صفات حمیدہ کا صفات کمال خدائے تعالے

اور اوسکا اخلاق کریمہ سے تبدل ہے۔

اہل تصوف کے تین درجے ہین۔ مرید۔ متوسط۔ منتہی۔

مرید طالب ہے اور صاحب وقت۔ اسکے متعلق طلب ظاہری معنی مین بولا جاتا ہے
جو کام کہ وقت مین اولے اور اہم ہو وہ اسکا کام ہوتا ہے۔ اسکو طلب مین بڑی
سختیون پر سختیان جھیلنی پڑتی ہین اور رنج پر رنج سہنے ہوتے ہین کیونکہ وہ
جوئندہ ہوتا ہی اور جستجو مین سوا بلا و تعب کے کچھ نہین اور قدر رنج مقام
قدر مطلوب کے ہوتا ہی۔ جتنا ہی مطلوب عزیز زیادہ ہوگا اوتنا ہی رنج طالب کو
زیادہ۔ اور چونکہ کوئی چیز خدا سے زیادہ عزیز نہین ہے اسلئے یہہ محال ہے
کہ اُسکے طالب کو آسانی ہو۔

متوسط رونده ہے اور صاحب حال۔ اسکے خصوص مین سیر کا استعمال
دل کے متعلق ہی۔ یہہ ظاہری مقامات سے گزرا ہوا ہوتا ہے اور احوال کی تبدیلی
مین مشغول۔ زمانہ بزمانہ ایک جگہ سے دوسری جگہ مین اسکا گزر ہوتا ہی۔ یہی
توجیہہ ہے کہ کہتے ہین ہمیشہ۔ صوفیان در ہستی دو عید کنند و عنکبوتان
مگس قدید کنند۔ ایک تو عید اسکی کہ جس حالت مین وہ تھا اوس سے نکلا
اور دوسری عید اسکی کہ دوسری جگہ پہونچا۔ اس معنی مین ہر دم مین اسکو دو
عیدین ہوتی ہین یعنی دوہری خوشی ہوتی ہے۔ یہہ طالب بھی ہے مگر منزلون
کی ادب کے ساتھ۔ اور یہ صاحب تلوین ہوتا ہے کیونکہ یہہ ایک جگہ سے دوسری

جگہ اور ایک صفت سے دوسری صفت پر ترقی کرتا ہے۔ یہ زیادتی پر ہوتا ہے
فرو تر حال سے ترقی پر آتا ہے۔ کیونکہ تلوین ارباب احوال کی صفت ہے۔
منتہی واصل ہے اور صاحب نَفَس۔ وصول کے دو طریقے ہین
ایک تو وہ جو علماے ظواہر سمجھتے ہین۔ اور وہ یہ ہے کہ العلم باللہ
تعالیٰ وصولہٗ الیہ۔ جسنے اوسکو جانا اور جو اوسپر ایمان لایا وہ اوس تک
پہونچا۔ اور دوسرا وہ جو یہہ گروہ کہتا ہے کہ "انفصال از غیر اتصال ست
بخداوند تعالےٰ۔ وا اتصال بغیر انفصال ست ازو" کیونکہ بندہ اور خدا کی
درمیان شغل بغیر کے سوا دوسرا حجاب نہین۔ نحن اقرب الیہ من
حبل الورید اسپر شاہد ہے۔ وہ ہماری رگ گردن۔ ہماری بینائی چشم
ہماری شنوائی گوش۔ ہماری گویائی زبان سبسے نزدیک تر ہے۔ کیونکہ قرب
حق کی صفت ہے۔ اور حق کی صفت بغیر حقیقت کے نہین ہوتی۔ بُعد کا وہان
کسیطور سے گزر نہین کسی نے کیا خوب کہا ہے۔ رباعی

ای در طلب گرہ گشائی مردہ — با وصل بزادہ وز جدائی مردہ
ای بر لب بحر تشنہ در خاک شدہ — وی بر سر گنج وز گدائی مردہ

دوسری بات یہہ ہے کہ جب سالک کو کمال مشاہدہ خداوند تعالےٰ حاصل
ہوتا ہے تو وہ اوسکے مشاہدہ مین اتنا مستغرق ہوجاتا ہے کہ لا یسع فیہ
غیرہٗ۔ دوسرے کی اُسکے سوا اوسکے دل مین جگہ نہین رہتی۔ یہانتک کے

کہنے لگتا ہے انا من اھوی و من اھوی انا - اور ہمہ تنی مین آجاتا ہے۔

رباعی معشوقہ بیان بود نمی دانستم ۔ با من بمیان بود نمی دانستم ۔
گفتم بطلب مگر بجائے برسم ۔ خود تفرقہ آن بود نمی دانستم

اور چونکہ منتہی صاحب نفس ہوتا ہے اسلئے افضل اشیا اوسکے نزدیک شمار انفاس ہے کہ کسی دم خدا سے اوسکو غفلت نہو - صاحب وقت وقت کے مطابق چلتا ہے اور صاحب حال حال کے مطابق - اور منتہی اوس شخص کو کہتے ہین جو نفس پر منظفر ہو - اور جب نفس پر منظفر ہوا واصل ہوا - یعنی اوصاف بشری کا بیخ و بن سے اوکھڑ گئے اور حجاب سے باہر آگیا - اور ملک و ملکوت اوسپر کشف ہو گئے - وہ مختلف مقامات سے ترقی کر کے مقام تمکین مین پہونچ جاتا ہے جہان کوئی حال اوسکو بدل نہین سکتا اور احوال سے وہ ہرگز متاثر نہین ہوتا - عدم تبدل سے مراد یہ ہے کہ جو کچھ اوسپر کشف ہوا اوسکی حقیقت اوس سے پوشیدہ نہین ہوتی - اور اوسکے کشف مین نقصان نہین آتا - برعکس صاحب تلوین کے کہ صفات بشریت کے ظہور کے وقت وہ نقصان پذیر ہو سکتا ہے اور حقیقت اوس سے پوشیدہ ہو جا سکتی ہے -

ریاضات و مجاہدات وغیرہ

ریاضات و مجاہدات - ذکر و فکر و غیر ذلک سے صوفیون کی کیا غرض ہوتی ہے اسکا ذکر بھی خالی از فائدہ نہو گا - حضرت مخدوم شرف الدین احمد بہاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین کہ "چندین مجاہدات و ریاضات کہ وضع کردہ اند

وتنہائی و گرسنگی و تشنگی" کہ نہادہ اند مقصود ازان برداشتن این کانشر (اے نفس) استاز راہ - تاکہ این کانشر نخیزد بیچارہ طالب بمطلوب نرسد و جمال یا لا اللہ نہ بیند - از ینجاست کہ درویشان گفتہ اند - مصرعہ - "یک قدم بر نفس نہ آن دگر در کوے دوست" -

ریاضات و مجاہدات اہل تصوف کے حصول مقصد کے ضروری آلے ہین جیطور سے عالم اسباب مین ہر شخص کو آئے دن اسکا ثبوت ملتا رہتا ہے کہ کوئی چیز بلا کسی سبب کے جو اوسکی عقل کے نزدیک سبب ہونے کی حیثیت رکھتا ہو صورت پذیر نہین ہو سکتی ۔ مثلاً - بلا کاغذ قلم و روشنائی کے کوئی کتاب لکھی نہین جاسکتی - جب تک سینے کے اسباب نہون کوئی کپڑا سِل نہین سکتا - جب تک تعمیر عمارت کے اسباب مہیا نہون کوئی عمارت بنائی نہین جاسکتی - وقس علے ہذا - اسیطور سے یہ مراقبے ذکر وغیرہ جب تک نہون صوفی کا حصول مقصد وقت خیز ہے - جتنی ریاضتین اور مجاہدے ہین ان سب کی غرض یہی ہو کہ نفس کا استیصال ہو - خودی جاتی رہے اور بکمال تقوٰے حاصل ہو - اور یہی صوفی کے حصول مقصد کے اصلی اسباب ہین

ذکر سے اوسکی یہ غرض ہوتی ہے کہ صیقل دل حاصل ہو اور حبس انفاس سے یہ منشا ہوتا ہے کہ خطرات واہی اوسکے دل مین آنے نہ پائین جسوقت وہ لا الہ کا دم اوپر کو کھینچتا ہے تو اوسیکے ساتھ وہ اپنے دلکو ایک قسم کی جنبش دیتا ہے جس سے اوسکا منشا یہ ہوتا ہے کہ دنیا کو اپنے دل سے کھینچکر پھینکدے - اور دنیا کیا ہے وہی غفلت کا نام ہے - اور جب وہ الا اللہ کا دم دل پر ضرب کرتا ہے تو اوسکی مراد

ذکر

یہ ہوتی ہے کہ اللہ کی محبت کو اپنے دل میں اثبات کرے اور اوسکا تقرب حاصل ہو اور اللہ کے انوار اوسکے دل میں جمع ہوجائیں۔ اسیلئے وہ صبح و شام اپنی زبان کو اللہ کے ذکر میں مشغول رکھتا ہے۔ اور اپنے دل میں کسی خیال کو راہ نہیں دیتا مگر ذکر اللہ اور کوئی حرکت و سکنات نہیں کرتا مگر بحکم اللہ۔ کیونکہ وہ اپنی عمارت قالب کو متشکل بشکل حق تصور کرتا ہے۔ اور اسلئے اپنے اقوال۔ افعال۔ احوال۔ حرکات۔ سکنات۔ خورد و نوش سب میں مع اللہ رہنا چاہتا ہے۔ وہ اپنے تمامی اعضا کو ہردم اللہ ہی کے ذکر میں مشغول رکھنا چاہتا ہے۔ زبان کو ذکر میں۔ دلکو طلب و احاطت حق تعالے میں۔ روح کو تصورات تجلیات باریتعالے میں۔ وہ اپنے دل کو انوار معرفت سے منور و مجلا و بینا رکھتا ہے اور اپنی بینائی کو مشاہدہ حق میں صرف کرتا ہے۔ اور ہمیشہ اوسی کے مشاہدہ میں مشغول رہتا ہے۔ اور مشاہدہ کیا ہے؟۔ وہ یہی ہے کہ: المشاهدة رؤية المحبوب فى الحجاب الدقيق وهو المخلوقات كلها كما قال الله تعالى وكان الله بكل شئ محيطا۔ اور دوسرے وما تشاؤن الا ان يشاء الله رب العلمين۔ وہ اپنے دل کو علم موجودات سے دانا اور بینا کرتا ہے۔ کیونکہ اسکا اوسکو یقین ہوتا ہے کہ۔ لا وجود الا واجب الوجود۔ جتنی مخلوقات ہیں وہ سب متجلی بہ تجلیات واجب الوجود ہیں اور اوسی سے قائم ہیں۔

مراقبہ۔ مراقبہ سے اوسکی غایت یہ ہوتی ہے کہ ہر آیت کلام کو جو کلام مجید و

وفرقان حمید مین اللہ جل شانہ کی توحید پر دلالت کرتی ہے اپنے باطن مین دیکھے
تاکہ اللہ تعالے اوسکو اپنے مقصد مین کامیاب کرے۔ کیونکہ مراقبہ کیا ہے؟ یہی یعنی
نگہبانی ہے۔ وہ اپنے دلکو آب توحید سے خوب سینچتا ہے اور اپنی روح کو انوار
ظہور حق سے منور کرتا ہے اور صانع کے دریاے تجلیات مین غواصی کرتا ہے کہ اس
ذریعے سے الانسان سری و انا سرہ کا گوہر اوسکے ہاتھ لگے۔ وہ
تمامی منظورات و مرغوبات کو اپنے ساتھ فانی کرکے اپنے کو اسرار الوہیت مین مستغرق
کرتا ہے اور نہایت خلوص و حضور قلب سے عبودیتمندانہ عبادت و تقوے مین مشغول
ہوتا ہے تاکہ ان وسائل سے مقام احدیت حاصل کرے۔ وہ شہر خودی کو غارت کر ڈالتا
ہے تاکہ شہر معبود مین اوسکا گزر ہو۔ کیونکہ شہر خودی کیا ہے وہ تو شہر نفسانیت ہے اور
شہر معبود دوسرا نام شہر روحانی کا ہے اور یہی شہر معانی ہے۔ اسیلئے وہ شہر روحانی
کی آبادی و آئینہ بندی کی فکر کرتا ہے تاکہ نفس و شیطان کی قید سے چھوٹے۔
اور تزکیہ نفس ہو اور دل کی نجاست قالب قلب کے خون سے جاتی رہے اور کثرت
یگانگیت سے ہم آغوش ہوکر سرابردہ محبت و سرمستی مین باریاب ہو اور محبوب کا
محرم راز و اسرار بنے

صوفیون کے درمیان۔ چلہ۔ استغفار۔ مرقع۔ سفر۔ خانقاہ۔
جو شائع ہین انکو وہ حضرت آدم علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حالات سے
استخراج کرتے ہین چنانچہ مخدوم الملک بہاری علیہ الرحمۃ فوائد رکنی

چلہ۔ استغفار۔ مرقع۔ سفر۔ خانقاہ

میں تحریر فرماتے ہیں کہ:- "اول صوفی در عالم آدم پیغامبر علیہ السلام بودہ است۔ حق تعالیٰ
او را از خاک بیرون آورد و در مقام اجتبا و اصطفا رسانید و رقم خلافت بر وے کشید
اول میان ملائکہ و طائف چہلہ بداشت کہ مرید را در آغاز ارادت چہلہ فرمایند۔ چون چہلہ تخمیر بداشت حق تعالیٰ
مائدہ روح بوے داد و چراغ عقل در دل او بیفروخت و نور حکمت از دل بزبان آورد و در خود نیک بخت سجود
ملائکہ در اول خلافت یافت و برخاست مسافر وار قصد بہشت کرد گفتند حواس و اطراف اے جملہ در تجرید
کن و باختیار خود حرکت مکن مرید را اختیار نہ بود۔ بحکم جرأت و انبساط دست کشادگی نمود۔ از کمینگاہ غیب
زخم عتاب رسید و عَصٰی اٰدَمُ رَبَّہٗ تنگ شد و باستغفار مشغول گشت۔ استغفار
صوفیان ازینجاست۔ گفت رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا۔ و ہر چہ اسباب خواجگی و خلافت
بود از وے برکشیدند۔ برہنہ بایستاد۔ باستغفار مشغول گشت۔ گفتند آدم ما بدین غرامت بدنیا سفر کن
کہ شرط مریدان است کہ چون زلتے بروے رود سفر کنند۔ مجرد و برہنہ سفر خاک کرد تنش برہنہ بود گفتند
آدم ما دریوزہ کن۔ از ہر درختے برگے خواست جملہ سہ برگ یافت۔ برہم دوخت۔ مرقع شد و خود را بپوشید
و روے بمسافرت بر خاک نہاد۔ سیصد سال آب حسرت از دیدگان می ریخت۔ تا آنگاہ کہ معنا شد کہ
اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰٓی اٰدَمَ تصفیہ یافت صوفی شد۔ آن جامہ کہ از درختان دریوزہ کردہ بود
مرقع ساختہ عزیز میداشت تا آخر وقت شیث پیغامبر علیہ السلام را درپوشانید و خلافت بوے سپرد
و این طریق ممہد گشت۔ و دولت تصوف در اصلاب انبیاء روان شد۔ صوفیان مسافر را مجمعے
میبایست در دنیا کہ ہر وقت آنجا بمصاحبت جمع آیند و ماجرائے کنند صورت کعبہ در دنیا پدید آمد۔ اول
از خانقاہ آن بود کہ در دنیا خانقاہے نبود۔ بعہد آدم کعبہ پدید آمد۔"

مسائل تصوف کا ماخذ

جسطور سے فقہا و مجتہدین مسائل فقہی کو قرآن و احادیث و آثار سے مستخرج کرتے ہین اوسیطور سے صوفی بھی علم تصوف کے مسائل قرآن و احادیث و آثار ہی سے مستنبط و مستخرج کرتے ہین ۔ چنانچہ مخدوم **شرف الدین احمد بہاری** رحمۃ اللہ علیہ **آداب المریدین** کی شرح مین فرماتے ہین کہ :- "مسائل صوفیان را نیز مستخرجات است . آنکہ استنباط الاخص اخراج یعنی بیرون آوردہ شدہ است از علمہاے کہ مشکل است بر فقہا و ان ہمہ مستخرج است از نصوص قرآن و احادیث و آثار ۔ اہل بصیرت ادراک آن ہمہ کنند ۔ و اہل ظاہر ازان عاجز بوند ۔ لاجرم چون قاصر است عقل او ازان منکر شود و مؤید این قول خداوند است فاوحی الی عبدہ ما اوحی ۔ ای من اسرار و مشکلات ۔ و این دلیل است بر آنکہ اسرار حق تعالے محدود و محصور نیست ۔"

صوفیون کے کلام مین اختلاف

ارباب تصوف کے کلام مین جو ایک کو دوسرے سے ظاہرا اختلاف معلوم ہوتا ہے یا ایک ہی مسئلہ مین دو کی دو رائین یا ایک ہی شخص کی ایک ہی مسئلہ مین مختلف وقتون مین دو رائین پائی جاتی ہین اسکی وجہ یہ ہے کہ زیادہ تر انکے کلام کی بنیاد معرفت و مکاشفات پر ہے جو سلوک کی راہ مین وہ معائنہ کرتے ہین ۔ اسیلئے رسید اور حالت وقت کے لحاظ سے ضرور ہے کہ ایک کو دوسرے سے اپنی رسید یا حال کی نسبت سے اختلاف ہو ۔ اس سے نفس مسئلہ یا نفس علم تصوف مین جھول نہین آسکتا ۔ اور یہ اختلافات صرف ظاہر بینون ہی کو نظر آتے ہین ۔ اہل بصیرت کے نزدیک ان اختلافات کا وجود نہین ۔ کیونکہ اول اندر تصوف کو صرف فلسفی نظر سے دیکھتے ہین ۔ جو مسائل کہ صوفیون کے نزدیک بدیہی ہین

وہ انکے تصورات ذہنی سے زیادہ [illegible] نہیں ہوسکتے - اور علوم ذہنی کو آجتک باوجود
بڑے بڑے فلاسفہ کی جہد طبیع کے ریاضی جیسی بنیاد حاصل نہین ہوسکی - اب رہے
عوارض و قوادح جو انکے کلام مین پائے جاتے ہین اسکا سبب یہ ہو کہ انکی برابر یہ خواہش
رہتی ہو کہ بیان مسائل تصوف مین حتی الامکن الفاظ و واقعات کی صحیح صحیح خبر ہون
اب جہان پر کہ ایک یہ کہتا ہو کہ اصل انسان روح ہو - اور دوسرا یہ کہتا ہو کہ اصل
انسان نفس یا قلب ہو - وقس علیٰ ہذا یہ صرف اعتبارات مختلفہ ہین نفس الامر مین
سب کی غرض ایک ہی شے سے ہو - اب جسکو جو اعتبار پسند آیا اوسنے اوسی اعتبار
سے اوسکو نامزد کیا -

صوفیون کے کلام مین کفر و شرک بت و زنار جو بار بار پائے جاتے ہین وہ صرف
استعارے ہین جنکے ذریعہ سے سلوک کے معانی جو اونکو پیش آتے ہین وہ اظہار
کرتے ہین - مخدوم الملک بہاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہین کہ "آنچہ سالک
را در راہ سلوک چندین معانی پیش می آیند و آن ہمہ از عالم ملکوت است - چون خواہند درین
عالم در عبارت آرند جز بعبارت کفر و شرک و بت و زنار نیاید - این حالہ ارباب بصیرت
وزبان گویان را انجا راہ نیست"-

صوفیون کے کلام مین کفر و شرک و بت و زنار سے [illegible] ہوتی ہے

ارباب تصوف اکثر صور ظاہری سے صور معنوی مراد رکھتے ہین - ملکی
سے ملکوتی غرض ہوتی ہے - اور اس طور سے بیرونی ڈھانچے کو خیالی وقعت دیتے
ہین - وہ اشیائے لطیفہ کو اونکی اصلی حالت مین دیکھتے ہین اور اسی سبب سے اونکے

صوفی صور ظاہری سے صور معنوی مراد رکھتے ہین

الفاظ زیادہ تر معنوی اور استعاروی معنون مین مستعمل ہوتے ہین۔ مثلاً
جب **حافظ** کی طرح وہ مے کا ذکر کرتے ہین تو اوس سے اونکی غرض علم الٰہی سے
ہوتی ہے جو استعارتاً عشق خداوندی سے تاویل کیا گیا ہے۔ **مے** اگر استعارتاً
دیکھو تو عشق ہی ہے۔ عشق و محبت دونون کے یہان ایک ہی معنے ہین **میخانہ**
سے اونکی غرض **مرشد کامل** سے ہوتی ہے۔ کیونکہ اوسکا دل عشق خدا کا خزانہ
ہے۔ **ساغر** سے اونکی مراد **تلقین**۔ یا **تشہد کلمہ لا الٰہ الا اللہ** یا وہ الفاظ
ہین جو مرشد کی زبان سے خدا کی معرفت کے نکلتے ہین۔ اور جنکو سنکر
سالک کی روح مدہوش ہوجاتی ہے۔ اور اوسکے دل سے خواہشات نفسانی
کنارہ کر لیتے ہین اور اوسکو فرحت روحانی حاصل ہوتی ہے۔ معشوق
سے اونکی مراد مرشد برحق سے ہوتی ہے۔ کیونکہ جب آدمی اپنے معشوق کو دیکھتا ہے
تو وہ اوسکی مناسبات کاملہ پر محبت بھری دل سے عشق کرتا ہے۔ سالک اسرار
خداوندی کی جو اوسکے مرشد کامل کے دل مین بھرے ہوتے ہین معرفت
حاصل کرتا ہے۔ اور اوسکے وسیلے اوسکے مخزونہ پر جسطورسے کہ شاگرد اپنے استاد
سے تعلیم پاتا ہے دسترس حاصل کرتا ہے۔ اور جسطورسے عاشق معشوق کی صحبت
سے حظ اوٹھاتا ہے اوسیطورسے سالک مرشد کی صحبت مین لذت پاتا ہے
معشوق عشق مجازی کا مورد ہوتا ہے اور مرشد عشق حقیقی کا۔ زلف معشوق
پیر کی تعریف احسانمندی کے رو سے ہے جس سے مرید محبت مین پابزنجیر

ہوتا ہی - اوسکے چہرے پر کا خال یہ بات ظاہر کرتا ہے کہ جب مرید مرشد کو احتیاج جبلی
سے بری پاتا ہے تو وہ خود بھی دونوں جہان کی خواہشات سے سبکدوش ہو جاتا ہی اور
اپنے مرشد ہی کیطرح دنیا کی کوئی خواہش نہیں رکھتا - چین جبین معشوق جسکو
وہ آیات قرآنی سے تشبیہ دیتا ہے اوس سے اوسکی غرض انوار دل مرشد
ہوتی ہے - وہ اسکو آیات قرآنی سے اسلئے تشبیہ دیتا ہے کہ مرشد مین صفات
باریتعالے مطابق اس حدیث کے کہ "تَخَلَّقُوا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ" پائی جاتی ہین -

تصوف کے مسائل اکثر ایسے بھی ہین جن تک ہماری عقل ہرگز
نہین پہونچتی ہے - اور جنکو استدلال منطقی سے ہم ہرگز نہین دریافت کرسکتے
لیکن چاہیئے کہ ان وجوہ سے ہم یہ کہنے کے مجاز ہون کہ ایسے امور بالکل لغو یا ایسا
غلط ہین ہرگز نہین - امام **غزالی** رح فرماتے ہین کہ :- "جن حقائق کو ہم عقل
سے دریافت کرتے ہین صرف یہی حقائق عالم مین نہین ہین - بلکہ انکے سوا اور بھی حقائق ہین
جن تک ہماری عقل مطلق نہین پہونچ سکتی - اگرچہ ہم ان حقائق کو استدلال منطقی سے نہین دریافت
کرسکتے لیکن تاہم ہمین انکو مان لیتا ضرور ہے اسمین کوئی امر خلاف عقل نہین ہے کہ ہمارے
دائرہ فہم سے خارج ایک اور دائرہ ہو جسکو دائرہ مکاشفات ربانی کہین - اگرچہ ہم اس دائرہ کے
اسرار سے ناواقف بھی ہون تاہم اسکے وجود کو مان لینے مین کوئی محال عقلی نہین لازم آتا"

اکثر حضرات تصوف کو سرتاسر لغو محض بے ضرورت بتلاتے ہین - اگر
اونکی نگاہ ذرا غامض ہوتی تو ہرگز اس تیزی بیبا کی سے ایسا نہ کہتے - عالم فطرت و عالم اخلاق

کے درمیان جو تطابق تامہ ہے وہ اوس سے کہین زیادہ ہے جتنا ہم سمجھتے ہین۔ انسان کا اندرونی ساز اوسکی بیرونی حالت کے مناسب ہی مختلف تمنائین۔ مختلف شہوتین۔ مختلف خواہشین جو ہمارے صانع نے ہمارے دلون مین رکھدی ہین وہ ٹھیک زندگی کے اون تعلقات کے مناسب ہین جنمین اوسنے ہمکو پیدا کیا ہے۔ اگر انسان کی اصل اندرونی ساز کو اوسکی بیرونی حالت سے مقابلہ کرین تو ہمکو اسکا پتا ملجائیگا کہ از روی خلقت ہم افعال و اعمال کے کس جادہ پر چلنے کے لئے موضوع ہین اور بلحاظ ہماری حالت کے ہمارے کیا فرائض ہین اور انکے برتنے کے کیا کیا ادلہ مستحکم ہین۔

انسان کا اندرونی ڈھانچہ اور اوسکی اندرونی ساخت کیا ہے۔ یہ متعلق واقعات ہے اور اسکا پتا جسطرح سے دوسرے واقعات کا پتا تجربہ۔ اندرونی جذبات اور بیرونی حواس اور دوسری شہادتون سے ملتا ہے ملسکتا ہے۔

حواس جسمانی اور قواے باہتعلق پہا پر غور کرنے سے یہہ بات معلوم ہوتی ہے کہ آنکھین ہمکو اسلئے دی گئی ہین کہ اون سے دیکھین۔ کان اسلئے دے گئے ہین کہ اون سے سنین۔ علے ہذا اندرونی رغبتون اور اونکے اسباب تامہ پر غور کرنے سے یہ مستخرج ہوتا ہے کہ مثلاً ندامت کا مادہ اسلئے دیا گیا ہے کہ شرم کی باتون سے احتراز کرین۔ رحم کا مادہ اسلئے دیا گیا ہے کہ دوسرونکی مصیبت مین آڑے آئین۔ غصہ کا مادہ اسلئے دیا گیا ہے کہ ناگہانی جبر کو روکین۔ اگر ہم اپنی تحقیقات کے سلسلہ کو اسی طور سے جاری رکھین تو آخر شش یہہ ظاہر ہوجائیگا کہ فطرت یعنی ساری انسانی

فطرت ہمکو نیکی کیطرف رہبری کرتی ہے اور انسان اسی کیلئے موضوع ہوا ہے
بلکہ یہ امر مستنبط ہوتا ہی کہ نیکی ہی قانون ہے جسکے ماتحت ہم پیدا ہوئے ہین اور
ہمارے خالق کی یہی علت غائی ہے۔ اور ہم بلحاظ اپنے فائدہ و راحت کے اندرونی
مجبوریون سے پابند ہین کہ ساری حالتون اور افتادون مین اوسکی اتباع کرین۔

فطرت انسانی سادی اور یکسان نہین ہی۔ بلکہ اجزاے چند در چند سے
مرکب ہی اور ہم اوسکا بحیثیت نقشہ یا ضابطہ کے بغیر اون روابط و وسائل کے نظر
رکھے جو اوسکے اجزاے کے درمیان سائر ہین ٹھیک اندازہ نہین کر سکتے ہین۔
جسطور سے جسم عضو منفرد نہین ہی بلکہ مرکب ہے اسی طور سے ہماری اندرونی ساخت
مختلف عقول حیوانی۔ خواہشات اور رغبتون سے مرکب ہے۔ اسمین انسان و حیوان
دونون برابر ہین لیکن ان معمولی شہوات اور ولولون کے علاوہ ایک دوسری جزو بھی ہی
جو انسان کے ساتھ مخصوص ہی۔ یعنی قوت ممیزہ و قوت اخلاقیہ و تفکرات۔
یہ اوسکو اس قابل بناتے ہین کہ وہ اپنے تمامی افعال کا احتساب کرسکے۔ اس اصل کا
اگر اکثر نہین تو کبھی کبھی تو ضرور انسانکی چال چلن پر اثر پڑتا ہے۔ مگر وہ اثر خاص یعنی
ٹھیک مقدار اختیار کی جو خالق نے ہمارے اندرونی سارے گروہ متعلقہ ہمارے ساتھ
مختص کی ہے وہ نہایت مہتم بالشان مسئلہ ہی اور اسی کے تعین کے اوپر ہمارے خالق
کے نظام اخلاقی کا مدار ہے۔

امور بالا کو مد نظر رکھکر اگر تصوف کی تعریف اور اوسکے مسائل پر نظر ڈالیں

غور کرو تو تمکو اوسکی حقیقت اور ضرورت پورے طور سے معلوم ہوجائیگی
اور ظاہر ہوجائیگا کہ عالم فطرت و عالم اخلاق مین جو تطابق
تامہ ہے اوسکی علت غائی کے پورا کرنے مین یہہ کہانتک معین ہے۔

تمدن کو تصوف سے واسطہ

اوپر کے مضمون ہین مین نے تصوف کو مذہبی اخلاقی اور فلسفی پہلوؤن سے
دکھلایا ہے۔ اب اگر اسکو تمدن کی عینک لگاکر دیکھو تو تم پر پورے طور سے یہ ہویدا
ہوجائیگا کہ تمدن مین بھی اسکو بڑا دخل ہے اور ریاست عالم اور مدنیت کے لئے یہ ایک
جزو لاینفک ہے۔ ساری دنیا کے کامونکا مدار صفات محمودہ پر ہے۔ تہذیب کے یہی معنی
ہین کہ لوگ صفات ذمیمہ کو چھوڑکر خصائل محمودہ اختیار کرین۔ جتنے جرگے دنیا کے
ہین۔ کیا مہذب کیا نامہذب سب انہی کی تحصیل کیطرف مائل ہین۔ اگرچہ نتیجہ
سب کا یکسان نہین۔ ہر ایک کی کوشش کا نتیجہ اوسکی حالت کے موافق ہوتا ہے۔ تمدن کا
بالکل دارومدار انہی پر ہے کیونکہ علت غائی ان سب خوبیونکی یہ ہے کہ انسان ان
وسائل کے ذریعہ سے اس قابل ہوجائے کہ اپنے افعال کو ایسے مجرے کی جانب رجوع
کرسکے جس سے اپنی نوع کی آسایش کی صورت حتی الامکان پیدا کرسکے۔ ہر قرن و ہر ملک
مین ضوابط و قوانین انہی کو پیدا کرنے کے لئے جاری ہین۔ ان مین کچھ تو مذہبی
پہلو لئے ہوئے ہین اور کچھ سلطنتی۔ سولن کے قوانین سے لیکر آجتک جتنے قوانین حکام
زمانہ کی جانب سے جاری کئے گئے سب کی علت غائی وہی ہے جو حضرات صوفیہ
اپنے ریاضات مجاہدات کے ذریعہ سے حاصل کرتے ہین۔ بلکہ کہین کمتر۔ کیونکہ قوانین

سلطنت کے ذریعہ سے جو باتین حاصل ہوتی ہین وہ زیادہ تر اسی دنیا تک محدود ہوتی ہین - برخلاف اسکے ارباب تصوف جو حاصل کرتے ہین وہ دوسری زندگی کو بھی شامل ہے - اور یہی اصل چیز ہے - دنیا اور دنیا کی سب چیزین چند روزہ ہین - ہمیشہ رہنے والی جو چیز ہے وہ عاقبت ہے - اسلام اور دین مسیحی دونون ہین دنیا محض دارالامتحان ہے اور ہمین وہ کر انسان کو عقبے کا سامان کرنا ضرور ہے - حافظ نے کیا خوب کہا ہے !

ابیات

" ہر کہ آمد در جہان پُر ز شور	عاقبت می بایدش رفتن بگور
در رہ عشق است دنیا چون پلے	بے بقا جائے و ویران منزلے
دل منہ براین پل پُر شر و بیم	برگ رہ ساز و مشو اینجا مقیم
داستان دُر حقیقت سفتہ اند	عارفان ترا ان خانہ فانی گفتہ اند "

قریب قریب دنیا مین جتنے مذاہب ہین سب اسپر متفق ہین کہ اس زندگانی کے علاوہ ایک دوسری زندگی بھی ہے جو جاویدانی ہے - یہ زندگی اوس آنیوالی زندگانی کیلئے انسان کو آمادہ و مستعد کرتی ہے - پھر جسکی جیسی تیاری اوسیکے مطابق اوسکا آئندہ نتیجہ - یہہ ہماری شامت ہے اور غفلت کا پردہ ہماری آنکھون پر پڑا ہے کہ ہم خبر تک نہین ہوتے - اور عاقبت کا ذرہ بھر بھی خیال نہین کرتے -

جو لوگ تصوف کو ہماری دنیاوی بہبودی مین مُخل ٹھہراتے ہین وہ علی العموم مولانا روم کے اس شعر سے کہ ؎ " ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دون * این

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دون ٭ این خیال است و محال است و جنون - کیا معنے این

براہ مہر افزود کی ہے

برخیال سست و محال و جنون ہے۔ استدلال کرتے ہین اسلئے مناسب
معلوم ہوتا ہے کہ انکی بھی کچھ قلعی کھولی جاے۔ مجھے اس تمسک پر اوس رند کی
حکایت یاد پڑتی ہے جو کہا کرتا تھا کہ قرآن مین خود آیا ہے۔ لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ
پھر اسی پر اصرار کیا اور یہہ خبر ہی نہین کہ اس جملہ کے ساتھ ہی وَاَنْتُمْ سُکٰرٰی بھی لگا ہوا
یہی مثال ان مستدلونکی ہے کہ ایک شعر تو لیا جاتا ہے اور دوسرا ہضم۔ دیکھو مولانا دنیا
کی کیا تعریف کرتے ہین اور دنیا سے اونکی کیا عبارت ہو۔ وہ فرماتے ہین۔ شعر

"چیست دنیا از خدا غافل بُدن — نے قماش و نقرہ و فرزند و زن"

اگر تم ایسی ہی دنیا کی بہبود چاہتے ہو تو البتہ تصوف ایسی دنیا مین مخل ہے بلکہ تصوف
کیا مرے سے اسلام ہی اسکا دشمن ہے۔ تم اسلام ہی کو چھوڑ دو اور اسلام ہی کو مخل ترقی
دنیا ٹھہراو۔ نہین نہین صرف اسلام ہی نہین بلکہ دنیا کے سارے مذاہب کو
خیرباد کہو۔ ایسے لوگون سے جنکا یہہ خیال ہو اور جنکا یہہ اصول ہے تصوف کو کچھ
شکایت نہین۔ اور نہ اونکو تصوف سے کچھ شکایت ہونی چاہئے۔ ان دونون کے
بیچ مین ایک سمندر زخار حائل ہے۔ ان مین رشتۂ یگانگت نہ کبھی تھا اور نہ ہے اور
نہ کبھی ہوگا۔ ان سے تصوف یہی کہتا ہے کہ چشم ما روشن دل ما شاد۔ تم الگ دین
الگ۔ [illegible] ترا زین بر دشت یار سے دور از تو کار است۔ ہین بھی ایسے لوگون سے یہی
کہونگا کہ [illegible] اتم جیسی۔

حق یہہ ہے کہ تصوف اور اہل تصوف ہماری ترقی و بہبودی دینی و دنیاوی

تصوف ترقی و بہبودی دنیا کا [illegible]

قصبہ بہار
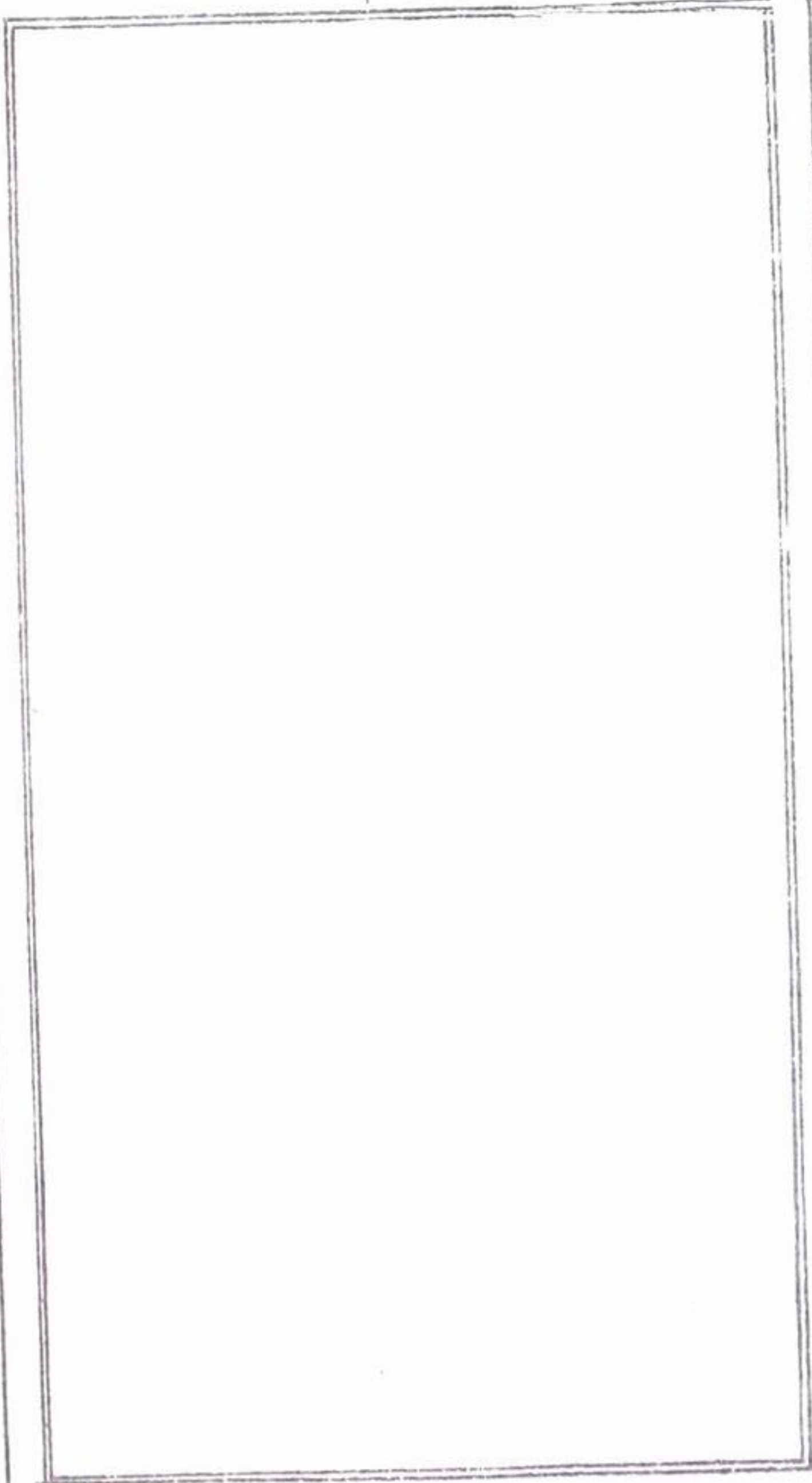
بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعض جگہون کو ایک زمانہ دراز تک کسی خاص کمال کے ساتھ انتساب رہنے کی وجہہ سے غضب کی الفت اوس کمال کے ساتھ ہو جاتی ہے کہ سالہاسال کی بعد لطف جمرات بھی اوسکو کالعدم نہین کر سکتی۔ اور پھر وہ جگہہ اوس خاص کمال کیلئے اسم تابع کا کام دینے لگتی ہے۔ دور دور کے لوگ جنکو اوس کمال سے انتساب ہوتا ہی۔ گویا برقی قوت کے زور سے اوس جگہہ کھنچے چلے آتے ہین۔ اور ہر زمانہ مین کوئی نہ کوئی اوس کمال کا جاننے والا وہان ضرور موجود رہتا ہے۔

بہار ایسی ہی جگہون مین سے ہی۔ اوس زمانہ سے جو تاریخ ہند مین اولیت کا فخر رکھتا ہے اس زمانہ تک فقر کو ایک نہ ایک صورت مین ضرور بہار سے توسل رہا ہے۔ ہندو بودھ مسلمان۔ کسیکے عہد کو لو ضرور ایک نہ ایک مشاہیر فقرا مین سے ایسا ملیگا جسکی زندگی کا ایک آدھ صفحہ کسی نہ کسی طور سے **بہار** کی تاریخ سے متعلق ہوگا۔ فقرات سے میرا منشا وہ لوگ نہین ہین جو آئے دن بازارون اور گلی کوچون مین ذلیل و خوار مارے پھرتے ہین

فقیر سے میری مراد وہ ہے جو ہندوؤن کی زبان مین سِدھ تھا اور مسلمانوں کی زبان مین مردِ کامل کہلاتا ہے۔ دیکھو خود گنگا اور اسکی زندگانی مین بھی ایک صفحہ بہار کو متعلق موجود ہے۔

یہ کچھ ضرور نہین کہ ایسے لوگ ایسی ہی جگہون مین پیدا بھی ہون۔ انکی پیدائش سے کوئی بحث نہین۔ دوست دار ان جگہون کو ایسے لوگون کی کشش کی حاصل ہو جاتی ہے وہ انہین سے ایک ایک کو ضرور کھینچ کر اپنے ہان لے آتی ہے۔

چونکہ ہندو فقیرون سے مجھے سلسلہ وار مقصد مین سردست بحث نہین اسلئے مین انکی افراد سے بحث نہین کرتا اور مسلمانون کی طرف رجوع کرتا ہون جس زمانہ سے کہ بہار مسلمانون کے قبضہ مین آیا ایک نہ ایک مشہور فقیر کو ضرور بہار انتخاب کرتا رہا ہے۔ ان مین سے کچھ تو خاص بہار کے رہنے والے ہیں اور کچھ وہ جو کسی کسی طور سے کھینچ کھینچا کر بہار سے منسوب ہوگئے۔ مخدوم شرف الدین احمد ایسے ہی فقرا مین سے ہین جو دوسری جگہ پیدا ہو کر بہار مین بسے اور پھر بہار کی آغوش مین لیٹے۔

موجودہ قصبہ بہار موجودہ شہر عظیم آباد کے دکھن پورب گوشہ پر

ملک بودھا کی نسبت مسٹر ام ادے براڈلی اپنی تحقیقات مین لکھتے ہین کہ بہار مین جو پہاڑی ہے اوسمین ایک کھوہ جنوب کو ہے جہان بودھا مین تپسیا کرتا تھا۔ ایک روز وہ اس کھوہ کے وسط مین بیٹھا تھا کہ سیکرا اپنے جلیس موسیقی دانون کے ساتھ جنکے ہاتھون مین خنجری بانسریان تھین وہان پہونچا اور اون سے ایک بول بجوایا۔ اسکے بعد بیالیس سوالات اوسنے بودھا سے کئے اور ہر سوال کو اپنی انگلی سے پتھر پر لکھکر بودھا کو اوسنے دیا۔ ۱۲ منہ

روبی چھتیس ۳۶ اڑتیس ۳۸ میل کے فاصلے سے آباد ہے۔ یہ قصبہ جو پرانے زمانے میں ایک مشہور
نامدار اور سلطنت مگدھ کا پایہ تخت رہا تھا۔ ہندوؤں کے زمانہ میں وہ بہار اسکے
نام سے موسوم تھا۔ وہار سنسکرت کا لفظ ہے اور اسکے معنی دارالعلوم کے ہیں
تاریخ کے دیکھنے اور آثار الصنادید کے مطالعہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہو کہ ہمیشہ زمانوں
میں تمدنی ومذہبی واقعات کا مطمح رہا ہے۔ اور ہندو مسلمان دونوں کے زمانوں میں ایک یادگار
شہر تھا۔ غلاموں خلجیوں پٹھانوں کی فرمانروائی ہندوستان کے زمانہ میں بھی شہرت
کی سب علامتیں موجود تھیں۔ قاضی۔ مفتی۔ مقتدا [illegible] ایسے [illegible] کا نام
بڑے بڑے شہروں میں رہتے ہیں یہاں موجود تھے۔ ہندوؤں نے جو اسکا نام وہار
رکھا تھا حق یہ ہے کہ نہایت برجا تھا۔ بڑے بڑے علما ہندوؤں کے اور مسلمانوں کے اس
جگہ میں ہوئے ہیں۔ فطرت نے بھی [illegible] کے
لحاظ سے اس جگہ کو جسمانی اور دماغی صحت کیلئے از بس موزون بنایا ہے۔ پھر
ایسی جگہ کو مخدوم کے توطن کا شرف کیوں نہ حاصل ہوتا۔

حصّہ اوّل

نام۔ لقب۔ پیدایش۔ خاندان۔ وطن۔ رضاعت۔ سن رشد۔ ابتدائی تعلیم۔ سفر سنار گاؤن تعلیم و تکمیل۔ ازدواج:۔

نام لقب خطاب

احمد نام۔ شرف الحق والملۃ والدین۔ لقب۔ سید المتکلمین سلطان المحققین۔ برہان العاشقین۔ شیخ الاسلام والمسلمین۔ مخدوم جہان۔ مخدوم الملک خطاب

پیدایش

شعبان کے آخری جمعہ ۶۶۱ھ ہجری مین اپنے آبائی مکان واقع قصبہ منیر مین پیدا ہوئے۔ آپ کی پیدایش کا سال ان دو لفظون "شرف آگین" سے نکلتا ہے۔

یہہ زمانہ سلطان ناصر الدین محمود بن سلطان شمس الدین التمش بادشاہ دہلی کا تھا۔ اور بغداد کی تخت خلافت پر الحاکم بامر اللہ متمکن تھا۔

سلطان ناصر الدین محمود نہایت شجاع اور عابد اور سخی تھا۔ اگرچہ اوسکا دربار تکلفات سے معمور تھا۔ مگر گھر اوسکا سادگی کا گھر تھا۔ زہد تقویٰ عبادت دن رات اوسکا کام تھا۔ قرآن شریف کی کتابت سے اوسکی بسر اوقات ہوتی۔ کبھی خزانہ شاہی سے پیسا نہین لیا۔ غرض ساری عمر فقیرانہ بسر کی۔ طبقات ناصری جو ایک مشہور تاریخ ہے وہ اسی بادشاہ کے عہد مین تصنیف ہوئی۔ الغرض مخدوم کی پیدایش بھی ایسے ہی زمانہ مین ہوئی کہ جب ملک کی حکومت ایک با خدا درویش دوست

بادشاہ سے فخر حاصل تھا۔

مخدوم کے پدری و مادری دونون خاندان صاحب طریقت تھے۔ پدری خاندان کا سلسلہ عبدالمطلب جد امجد رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے۔ اس اعتبار سے آپ قریشی ہاشمی شیخ ہین۔ لیکن مادری خاندان کیوجہ سے آپکو شرف سیادت بھی حاصل ہے۔

مخدوم کے پدری و مادری دونون خاندان صاحب طریقت تھے

آپ کے والد شیخ یحیٰی نہایت مرتاض و متقی و ولی کامل تھے۔ اور آپ کی والدہ بی بی رضیہ بھی بسبب زہد و اتقا کے اپنے وقت کی رابعہ بصریہ سمجھی جاتی تھین۔

مخدوم کے پدری خاندان کا شجرہ نسب یہ ہے:

مخدوم کا پدری شجرہ نسب۔

مخدوم شرف الدین احمد۔ بن شیخ یحیٰی۔ بن اسرائیل۔ بن مولانا محمد تاج فقیہ۔ بن ابی بکر۔ بن ابی الفتح۔ بن ابی القاسم۔ بن ابی الصائم۔ بن ابی دہر۔ بن ابی لیث۔ بن ابی سہمہ۔ بن ابی الدین۔ بن ابی سعید۔ بن ابی ذر۔ بن زبیر المکیؒ بن ابی المصعب۔ بن عبدالمطلب۔ بن ہاشم۔ بن عبدمناف۔

ایک دوسری روایت مین مابین ابوبکر و ابوالفتح کے دو اور واسطے زائد ہین۔ یعنی مولانا محمد سعید بن مولانا محمد مکی۔ اور مولانا شاہ محمد آمون جونپوری اپنی کتاب مطلوب المبارکات مین بجائے محمد سعید کے سعید احمد۔ اور بجائے ابوالصائم کے ابوالقائم اور بجائے ابوسعید کے ابومسعود لکھتے ہین۔

اور شاہ **فیض اللہ** الملقب شاہ **قاضن شطاری** جو مولانا محمد تاج فقیہ کے پوتوں مین ہین اپنی کتاب **معدن الاسرار** مین دونون اندو اسطون کو محذوف کرتے ہین۔ اور **ابوالقصائم** اور **ابو سعید** مین ہی اختلاف بالا قائم رکھتے ہین۔

مخدوم کا مادری شجرہ نسب

آپکی مادری خاندان کا شجرہ نسب یہہ ہے:۔

بی بی رضیہ بنت سید شہاب الدین پیر جگجوت بن سلطان سید شاہ محمدؒ۔ بن سید شاہ احمدؒ بن سید شاہ ناصر الدینؒ۔ بن سید یوسفؒ۔ بن سید حسنؒ۔ بن سید قاسمؒ بن سید موسےٰ ارم بن سید حمزہؒ۔ بن سید داؤدؒ۔ بن سید رکن الدینؒ۔ بن سید قطب الدینؒ۔ بن سید اسحاقؒ۔ بن سید اسمٰعیلؒ۔ بن امام جعفر صادقؓ۔ بن امام محمد باقرؓ۔ بن امام زین العابدینؓ۔ بن امام حسینؓ۔ بن علی کرم اللہ وجہہ۔

مخدوم کا خاندان بیت المقدس سے ہند مین آیا

مولانا محمد تاج فقیہ جو ہند مین **مخدوم** کے خاندان کے بانی ہین **قدس خلیل** سے جو **بیت المقدس** کا ایک محلہ ہے ہندوستان آئے اور قصبہ **منیر** مین بہار کے سکونت گزین ہوئے۔

منیر

یہہ قصبہ بہار کے ساڑھے سات میل پچھم واقع ہے۔ تاریخ سے جو کچھ پتا چلتا ہو وہ یہہ ہے کہ منوچہر شاہ ایران کے عہد مین **فیروز رائے** سلطان ہند نے اسکو آباد کیا تھا۔ اور ایک زمانہ مین یہہ شہر ہندو راجاؤن کا دار الحکومت رہا ہے۔

مخدوم کے خاندان کے ہند مین آنیکی وجہ کا پورا پتا ملنا مشکل ہے

اسقدر تو مسلم ہے۔ کوئی گفتگو اسمین نہین ہے۔ اب رہی یہہ بات کہ وطن چھوڑنے اور اتنے دور و دراز سفر کا باعث کیا ہوا اسکا پتا چلتا نظر نہین آتا کیونکہ **مولانا** نے دنیا

حیثیت سے کوئی ایسے بڑے اور نامور لوگ نہ تھے کہ جنکے کارنامے اور سوانحات
تاریخ کے صفحون پر بادشاہون اور امرا کے پہلو بہ پہلو جگہ پا سکتے اسلئے کوئی قابل اعتبار امر
بارے مین ہاتھ آنا قریب ناممکن ہے۔ ناقلین نے جو نقلین لکھی ہین وہ نہایت مختلف و
مخدوش ہین۔ ہرگز قابل وثوق ولائق تسلیم نہین کیونکہ جتنی تحریرین اس امر مین ہوئی ہین
وہ **مولانا** کے بہت بعد کی ہین۔ **مخدوم** کے قبل اگرچہ خاندان ہوئے منیر تھا مگر اسکی
ایسی حالت نہ تھی کہ ایک گروہ اسکا گرویدہ ہو اور اسکے حالات کو قلمبند کرنے کی تحریک
پیدا ہو۔ جب ہمارے **مخدوم** کی شہرت عام تمام پھیلی تو آپ کے خاندانی حالات کے دریافت کرنے
کی طرف لوگون کا رجحان ہوا۔ اور فال خال لوگون نے جو روایتین اوس وقت تک پہونچین انکا
جہان زبان سے قلمبند کرلین۔ میرے نزدیک اونکا اعادہ کرنا اور سوانح کے صفحات کو ان
سیاہ کرنا محض بیسود ہوگا۔ اسلئے مین انکو نظرانداز کرتا ہون صرف اتنا لکھدینا کافی
ہے کہ ایک قطعہ جو مسلمانونکی فتح منیر کی تاریخ ہے اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۵۷۶ ہجری
مین منیر مسلمانون کے ہاتھ پر فتح ہوا۔ اور وہ قطعہ یہ ہے۔ **قطعہ**

یافت چون پیراجہ منیر ظفر   داد امام از دین نہایت رانق

ہست منقول از بزرگان سلف   سال آن دین محمد شد قوی
۵۷۶

مولانا محمد تاج فقیہ کی ذات سے منیر اور مضافات منیر مین اسلام نے بہت
کچھ اشاعت پائی۔ شاید ہی کوئی گھر ایسا ہو جہان اذان اور تکبیر کی آواز سنائی نہ دیتی ہو۔ مولانا
کے باعث منیر کی ایک باوقعت اور باقوت جماعت مسلمانونکی پیدا ہوگئی۔ مگر مولانا تھوڑے ہی

مولانا محمد تاج فقیہ کی ذات سے منیر اور اسکے مضافات مین اسلام نے اشاعت پائی

مدت یہان رہنے پائے تھے کہ آپ کی اہلیہ نے رحلت فرمائی ۔ مصیبت مین اگرچہ آپکی اولاد ساتھہ تھی پھر بھی وطن اصلی یاد آیا بیٹیونکو منیرہی مین چھوڑکر آپ بیت المقدس کو لوٹ گئے ۔ وطن پہونچکر اپنی سالی کو حبالۂ نکاح مین لائے ۔ اس نکاح سے ایک فرزند شاہ عبد العزیز پیدا ہوئے ۔ مولانا نے اپنی عمر کا بقیہ حصہ قدس خلیل ہی مین بسر کیا ۔ مولانا کی وفات کے بعد شاہ عبد العزیز اپنے علاتی بھائیون سے ملنے کیلئے منیر آئے اور یہان پہونچکر سکونت اختیار کرلی صاحب مناقب الاصفیا آپ ہی کے پوتے ہین ۔

مخدوم چار بھائی تھے

مخدوم چار بھائی تھے ۔ یعنی شیخ جلیل الدین ۔ و شیخ شرف الدین احمد ۔ و شیخ خلیل الدین و شیخ حبیب الدین ۔

مخدوم کی پیدائش کا مکان

مخدوم جس مکان مین پیدا ہوئے تھے اسوقت تک منیر مین قائم ہے ۔ اگرچہ ضرور ہے کہ امتداد زمانہ اور اختلاف حالت خاندانی کیوجہ سے اوسکی طرز وضع مین ردوبدل ہوا ہو لیکن یہہ نہین کہا جاسکتا ہی کہ اسکا ہونا ناممکن الوقوع ہے ۔ کیونکہ مسلمانان ہند مین جب پیشوایان مذہب اور مشائخان طریقت کے ساتھ جو شغف برتا جاتا ہے وہ خوب ظاہر ہے ۔ انکی ہر چیز تبرک کا نہایت معتقدانہ طریقہ سے نگاہ رکھی جاتی ہی ۔ اور اوسکا ضائع کرنا معصیت سمجھا جاتا ہے ۔

مخدوم کے زمانہ مین ارضاع کا دستور

مخدوم کے زمانہ مین ارضاع کا دستور جاری تھا ۔ اسمین فقرا اور اہل اللہ اور دولتمند سب یکسان تھے لیکن اسکا پتا نہین ملتا کہ مخدوم نے بھی کسی مرضعہ کا دودھ پیا یا نہین مگر انکے دستور کے مطابق البتہ یہہ مستنبط ہوسکتا ہی کہ ضرور آپ نے بھی کسی مرضعہ کا دودھ پیا ہوگا لیکن مخدوم شاہ شعیب علیہ الرحمۃ کا یہہ فقرہ کہ ،، مادر شیخ شرف الدین منیری ایشان را در آوان بچگی

"اے کہ ہیچ وقتی بے وضو شیر نداده است" ہرگز کوئی جگہ اس خیال کی مساعدت کیلئے نہیں
چھوڑتا - جہاں یہ احتیاط برتی جاتی ہو وہاں کیونکر ممکن ہے کہ مخدوم صغر سنی جو بند میں
علی العموم غیر محتاط اور جاہل ہی چھوڑ دئے گئے ہوں - اسلئے میں ضرور
کہونگا کہ مخدوم نے سوا اپنی ماں کے کسی مرضعہ کا دودھ نہیں پیا۔

سنین رضاعت میں مخدوم کا صوم

موہبت یزدانی نے آپ کو یہ خصوصیت بخشی تھی کہ سنین رضاعت میں ہر سال
رمضان کے مہینہ میں دن بھر آپ دودھ نہ پیتے تھے - ارباب وقوف کیلئے یہ کوئی تعجب کی بات
نہیں کہ صبح سے شام تک دودھ نہ پینے سے بچہ کا مرجانا لازم و ضرور نہیں - باقی رہا شعور و
ادراک ماہ صیام کا - جب حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آغوش مریم علیہا السلام
میں اپنی ولادت کے دن خدا کی وحدانیت اور اپنی رسالت کا اقرار تکلم لسانی سے صحیح ہے اور
نہیں تو مخدوم کا شعور بھی من حیث ھو من امۃ محمد علیہ السلام - بعید نہیں کہ کنتم
خیر امۃ اخرجت للناس - ہو سکتا ہے کہ موہبت یزدانی بعض مولود کی ربوبیت
میں تتمۃً للارہاص الانبیاء ایسے امور ظاہر کرا دے جنمیں تعظیم شعائر اللہ پائی جاتی
ہو - تاکہ وہ برگزیدہ شخص جس نے ایسی رحمت مخصوصہ میں پرورش پائی ہو بلوغ کے بعد
مقرب بارگاہ الٰہی ہو - اور علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کی تحت
میں آئے -

تعلیم

جب مخدوم سن رشد کو پہونچے مکتب میں بٹھے اور رواج زمانہ کے موافق
تعلیم شروع ہوئی جو چنداں قابل ستائش نہ تھی لیکن معدن المعانی کے باب ششم

خیرہ خود فرماتے ہین کہ "در ایام خوردگی چندین کتابہا مارا یاد کرانیدند۔ چنانکہ مصادر و مفتاح اللغات وغیر آن در کتابہا۔ و مفتاح اللغات جزوے بیست خواہد بود۔ مقدار یک جلد یاد کرانیدند۔ و ہر بار یاد کلام می شنیدند۔ یا بایست بجای آن قرآن یاد می کرانیدند۔" اور یہی طرز تعلیم آپکے خاندان مین ایک زمانہ تک رہا۔ مگر ابتدائی اوستاد آپکے کون تھے اسکا پتا نہین ملتا ہے۔

خاندان التمش ابو توامہ

اسی قرن مین خاندان التمش کا دہلی مین خاتمہ ہوا۔ اور غلامونکا خاندان سریر آرائے سلطنت ہوا۔ تبدیل خاندان نے دار الخلافت اور اوسکے مضافات مین ایک ہلچل سی ڈالدی۔ نئے لوگ آباد اور پرانے رخصت ہونے لگے۔ شیخ شرف الدین ابو توامہ بھی ایسے ہی لوگون مین سے تھے۔ جنکو دلی کو خیرباد کہنا پڑا۔ یہہ دلی سے سنارگانو جاتے ہوئے منیر مین ٹھہرے۔ شیخ یحییٰ رح مخدوم کے والد نے آپکی خوب مدارات کین۔ مولانا انکی مہمان نوازیون سے چند دن منیر مین ٹھہر گئے۔ مخدوم نے مولانا کی صحبت جو پائی تو مولانا کو جامع و متبحر۔ ہر علم مین کامل۔ ہر فن مین ماہر پاکر انکی صحبت کے گرویدہ ہوگئے۔ چنانچہ اپنی خوان پُر نعمت کی مجلس ششم مین فرماتے ہین۔

"مولانا شرف الدین ابو توامہ این چنین دانشمندے کہ در تمامہ ہندوستان مشار الیہ بود و ہیچکس در علم الیشان شبیہ نبود۔" رسالہ منظومہ نام حق آپ ہی کی تصنیفات سے ہے۔ دلی سے انکے نکلنے کیوجہ یہہ بیان کیجاتی ہے کہ بوجہ کمال علم و فضل کے دلی مین یہہ مرجع طلاب ہندوستان ہو رہے تھے انکا چشمۂ فیض ایسے زورون پر تھا کہ دور دور شہر دن کے طالبان گروہ گروہ اور جوق جوق انکے پاس آتے اور سیراب ہوتے۔ اوسوقت مین الشیا فی

جتنے خطوط تحصیل کے زمانہ مین پہونچے نذر خریطہ ہوئے۔

شوق علم

صاحب مناقب الاصفیاء لکھتے ہین کہ جب مولانا نے آپکی شوق کا یہ حال دیکھا تو آپکا کھانا بھی الگ کردیا کہ ہمدستر خوان ہونے مین جو تضیع اوقات کا خیال تھا وہ بھی ساقط ہو جائے۔

مکتب مین شوخی و طیبت کی نقل

مخدوم اپنے درس کے زمانہ کی ایک نقل بیان فرماتے ہین جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اوس زمانہ کے طلبا بھی شوخی اور طیبت مین جو مکتبون مین اوستادون کی ساتھ برتی جاتی ہے اس زمانہ کے شاگردون سے کبھی پیچھے نہ تھے۔ معدن المعانی مین مخدوم سے روایت ہے کہ۔ "درسنارگانون برادر مولانا مولانا زین الدین نام داشت۔ اورا لسرآن نیکو یاد بود۔ دروقت سبق خواندن اگر در سبق کسے آیتے برائے تمسک حکمی آمدے در آن محل مولانا محتاج این می شدند کہ در کدام سورہ ہست۔ مولانا زین الدین نشستہ بودے در یافتے کہ مولانا تتبع میکنند کہ این آیت در کدام سورہ ہست۔ برائے طیبت حرکت زبانے خاموش ماندے دوم نزدے دیاران چشمک زدندے کہ اکنون کرخواہد گفت۔ بعدہ مولانا روے بہ او کردے وا می آوردند و می گفتند کہ بس کنید بگو کہ در کدام سورہ ہست۔ بعدہ گفتے کہ در فلان سورہ ہست"۔

تکمیل تعلیم

مخدوم نے ایک زمانہ دراز تک مولانا شرف الدین ابو توامہ کی صحبت مین تفسیر۔ فقہ۔ حدیث۔ اصول۔ کلام۔ منطق۔ فلسفیات۔ ریاضیات۔ تمام علوم متعارفہ کی تحصیل کی اور اچھی طرح کی۔ مخدوم کی تصنیفات اسکی شاہد ناطق ہین۔

شوق علم تصوف

جب مخدوم نے تحصیل سے فراغت کی تو اوستاد کی یہہ خواہش ہوئی کہ اور بھی

جتنے علوم وہ جانتے ہین مخدوم کو پڑھائین ۔ وہ علوم یہہ تھے ۔ کیمیا ۔ سیمیا
ہیمیا ۔ ریمیا ۔ مولانا ان علوم کے ذریعہ سے لوگونکو عجائبات دکھایا کرتے تھے
مگر یہان تو دھن ہی دوسری تھی ۔ وہ سودا جو پیدائش کیوقت دماغ مین ودیعت
رکھا گیا تھا کب ان خرافات کیطرف مشغول ہونے دیتا تھا ۔ سچ ہے " الولد سر
لابیہ " ۔ باپ اور مان دونون ہی خدا رسیدہ تھے ۔ اون ہی نیک بزرگون کا یہہ اثر
تھا کہ جذبۂ عشق آلہی اپنی طرف کھینچ رہا تھا ۔ بھلا اوس شاہد ازل کو رقابت کہان گوارا
ہوتی ہے کہ رشتۂ در گردنم افگندہ دوست ؛ می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست ۔
اس شیدائی کے گلے مین ایسا مضبوط رشتہ ڈالا تھا کہ جدھر اوسکی خواہش ہوتی ادہی
راہ پر چلتا ۔ بیت ؛ چنگ در حضرت خدائے زدہ ؛ ہر چہ آن نیست پشت پا زدہ ؛
یہ دیکھا گیا ہے کہ جب کوئی کسی کا دلدادہ ہوتا ہی تو سوا اوسکی بات
کے دوسری چیز سے دلبستگی نہین ہوتی ۔ توفیق تو حید نے کیا خوب کہا ہے ۔ ابیات
" عاشقان محو تماشا ے بُتے " ؛ از رُخ گل مست چون عندلیب " ؛ چشم را
بر روے جانان دوختہ " ؛ ہمچو پروانہ سراپا سوختہ " ؛

یہان تو بچپن ہی سے سودا دوسرا تھا ۔ پھر ما سوی اللہ کیطرف مائل ہو یعنی
صاحب مناقب الاصفیا کا بیان ہے کہ " در تحصیل علوم دین باقصی الغایۃ
کوشید شب روز در علم مشغول می بود ۔ دوران مشغولی ریاضت ومجاہدہ داشت ۔ روزہ دائم
داشتی " ۔ اللہ بس باقی ہوس ۔ مخدوم نے اوستاد کی خواہش پر ترشے یہ جواب دیا

کہ "یکفینی ھذا القدر" بس ظاہری تعلیم و تعلم کا باب مسدود ہوگیا لیکن آپنے ارباب تصوف کی تصنیفات کا برسوں مطالعہ کیا ہے! اور فائدہ کثیرا اوٹھائے ہین۔ مکتوبات شیخ شرف الدین منیری اکے مکتوب ہشتاد و یکم مین فرماتے ہین۔" احکام مذہب این طائفہ (صوفیہ) در کتب و تصانیف ایشان سالہا باز مطالعہ کردہ شدہ ست"

تعلیم ہی کے زمانہ مین اوستاد نے اپنی لڑکی کو مخدوم کے ساتھہ منسوب کرنا چاہا تھا مخدوم نے تکمیل علوم مین غایت انہماک کیوجہ سے تاہل سے انکار کیا تھا مگر اس انکار سے ترک سنت لازم آتا تھا۔ دوسرے اوستاد سے سرتابی ہوتی تھی۔ مشیت ایزدی نے یہہ حیلہ کیا کہ آپ ایک مرض صعب مین مبتلا ہو گئے۔ اطبا کی رائے اسپر متفق ہوئی کہ سوا ازدواج کے دوسرا علاج نہین ناچار اس طور سے زمانہ درس ہی مین ادای سنت ہوئی اور اوستاد کی خواہش پوری ہوئی۔

بعض ناقلین نے جن کو مہمل روایتون کے بیان مین مزا آتا ہے لکھا ہے کہ مولانا شرف الدین ابو توامہ نے ایک کنیز سے مخدوم کی شادی کردی تھی۔ مگر اکثر کا اسپر اتفاق ہے کہ مولانا نے اپنی صاحبزادی کو مخدوم کی عروسی مین دیا! اور قرینہ غالب بھی یہی ہے کہ خود مولانا نے اپنی فرزندی مین لیا کیونکہ آپ صرف مصلحتاً للوقت و امتثالاً لامر اللہ سنار گانون گئے تھے۔ دوسری جگہہ جو دقتین شرفا کو رشتہ پیوندی قائم کرنے مین ہوتی ہین وہ ہر شریف پر خوب ظاہر ہے۔ اسپر بھی بنگالہ جیسے بیگانہ مین اوس زمانہ مین مسلمانونکی جو حالت تھی وہ تاریخ سے خوب ظاہر ہے مسلمان شرفا شاید ڈھونڈھے سے ملتے تو ملتے ورنہ اوس زمانہ مین اس جنس کی وہان

پیدا داری نہ تھی۔ برعکس اسکے مولانا اپنے اثناء سفر مین شہر مین چندے
ٹھہر چکے تھے۔ انکو مخدوم کے حالات خاندانی کے دریافت کرنیکا پورا وقت مل چکا تھا۔
اسپر طرہ یہہ کہ جواہر ذاتی سے بھی مالا مال۔ پھر ایسے شخص کو دامادی مین لینا تو انکے
کیلئے عین فخر کا باعث تھا۔ عقل صاحب ہرگز اسکی مساعدت نہین کرتی کہ مولانا نے
اپنی صاحبزادی کے بدلے اپنی کنیز کو مخدوم کے ازدواج مین دیا ہو۔ اور اگر
ہم اسکو مان بھی لین کہ مخدوم نے حرہ سے شادی نہین کی بلکہ حسب الحکم شرع کنیز کو اپنی خدمت
مین قبول کیا تو آپ کی اولاد مین کسرِ شان کی کیا بات ہے۔ زمانہ نے سادات و [illegible]
بھی اس سے بری رکھا۔ ہمارے علما حضرت ہاجرہ کو کنیز تسلیم کرتے ہین گو نقل روایت
ثابت نہین۔ اور حضرت شہربانو کا جہاد مین قید ہو کر آنا تو متفق علیہ ہے۔
علاوہ برین حنفی فقہ کا یہہ مسئلہ ہے کہ جب آزاد لونڈی سے نکاح کر لیتا ہے تو وہ اگر اوسکی
ملک ہو تو فوراً آزاد ہو جاتی ہے لیکن یہان پر یہہ کہا جائیگا کہ ایسی صورت مین ملک
کی قید ہے اور وہ کنیز مولانا شرف الدین ابو توامہ کی ملک تھی۔ اسکا جواب
یہہ ہے کہ اول تو ایسی مناکحت مکروہ ہے۔ دوسرے ایسی مناکحت سے جو اولاد ہوتی ہے
وہ مالکِ کنیز کی ملک ہوتی ہے۔ پھر اگر وہ کنیز تھی تو مخدوم کا اپنے بیٹے کو اپنے ساتھ
وطن لانا یعنی چہ۔ حق یہہ ہے کہ مخدوم مولانا کی صاحبزادی ہی کو حبالۂ نکاح مین لائے تھے
اس کو خدا انکے بطن سے مخدوم کے تین اولاد ہوئی۔ ان مین سے ایک صاحبزادے
شاہ ذکی الدین زندہ رہے۔ باقی دو ایام طفولیت ہی مین قبل آنے مصر کے

مخدوم کی اولاد

سنارگانون مین انتقال کر گئے۔ اور اپنی مان کے ساتھ زمین بنگالہ کی آغوش مین جا لیٹے

مخدوم کی تعلیم کے تذکرہ مین **سونارگانون** کا بار بار ذکر آیا ہی اسلیئے اس بات کا بتا دینا بیمحل نہوگا کہ اس شہر کی مخدوم کے زمانہ مین کیا حالت تھی۔ اور اب کیا حال ہی۔ یہہ شہر مسلمانون کے زمانہ مین شرقی بنگالہ کا دار الحکومت تھا لیکن اب یہہ ایک بالکل ہی نا پرسان جگہ ہے اور **پیناہم** (Painam) کے نام سے ضلع ڈھاکہ مین شامل ہے۔ یہہ دریاے **برھماپتر** (Brahemaputra) سے دو کوس کے فاصلہ پر واقع ہی۔ اور شہر نار جیل اور دوسرے درختون سے چھپا ہوا ہے اور اسکے گرد ایک قدیم کچی کھائی ہے جو اصل مین خندق تھی۔ سونارگانون کے حوالی مین بہتیری ویران مسجدونکے نشان پائے جاتے ہین۔ مگر یہہ بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ اس شہر کو ہرگز کسی زمانہ مین عمارتی شان و شکوہ کا فخر حاصل نہ تھا۔ البتہ چونکہ یہہ سلمان صوبہ دارون کا مسکن تھا اور وہ اکثر حکمران بادشاہون کے بیٹے ہوتے تھے اسلیئے یہان اکثر بغاوت کی آگ سلگا کرتی تھی۔ یہین **عظیم شاہ** پسر **سکندر** نے علم خودسری بلند کیا۔ اور **حافظ شیرازی** کو اپنے دربار مین طلب کیا تھا۔ سنہ ۱۳۳۰ء مین جب **محمد شاہ تغلق** نے شرقی بنگالہ کو تین صوبون پر منقسم کیا تو ایک صوبہ کا نام اسی شہر پر رکھا جب تک سونارگانون دار الحکومت رہا تجارت کی یہان ایک بہت بھاری منڈی تھی۔ اور اوس بڑی سڑک کا جسکو **شیر شاہ** نے بنایا تھا یہ شہر منتہی تھا۔

شیخ یحییٰ کی وفات۔ معاودت وطن۔ طلب پیر کی خواہش اور ماں کی اجازت۔ طلب پیر مین دہلی پہونچنا۔ اور مشائخین دہلی سے ملنا۔ بیعت۔ معاودت وطن۔ اثناے راہ مین جنگل مین غائب ہو جانا۔ اور سالہا سال وہاں مفقود الخبر رہنا۔ رجوع آبادی

شیخ یحییٰ کی وفات

بعد فراغ کے مخدوم نے خطوں کا خریطہ کھولا۔ پہلا خط جو کھلا مشعر خبر انتقال شیخ یحییٰ پدر مخدوم تھا۔ شیخ یحییٰ نے بتاریخ یازدہم شعبان سنہ ۶۹۰ھ ہجری انتقال فرمایا۔ اس سِرِ انتقال پر صاحب **وسیلہ شرف** و صاحب **تاریخ کملا** دونون ہی کا اتفاق ہے۔ **وسیلہ شرف** کی تاریخ ہے۔ ؎ "شد دو تاریخش ز القاب شریفش خود عیان کان یکے مخدوم و دیگر تارک دیہیم گفت" صاحب **تاریخ کملا** لکھتے ہین۔ ؎

"حیرت حیران چو دید در کتب این واقعہ گفت سن وصل او آہ گل خلد دل"

معاودت وطن

مخدوم کو باپ کی خبر انتقال سے ماں کا خیال آیا۔ محبت فرزندی نے جوش مارا دل ہاتھ سے جاتا رہا۔ تحصیل سے فراغت ہو ہی چکی تھی۔ وطن کی سوجھی مولانا شرف الدین سے رخصت چاہی۔ مولانا نے بھی مخدوم کی حالت پر خیال فرما کر بطیب خاطر اجازت دی۔ مخدوم مع شیخزادہ **ذکی الدین** وطن کیجانب روانہ ہوے۔ یہہ معاودت مخدوم کی سنہ

۶۹۰ھ یا آغاز ۶۹۱ھ ہجری میں واقع ہوئی۔ کیونکہ حضرت نجیب الدین فردوسی رح نے جو مخدوم کے پیر بیعت ہیں ۶۹۱ھ ہجری میں رحلت فرمائی جیسا کہ ان اشعار تاریخ سے ظاہر ہے۔ ع

شیخ ہر دو جہان نجیب الدین ٭ گفت ہاتف کہ خواجۂ دین بود ٭ ع

ہم نجیب الدین کہ اخص الخواص بود بجا است ٭ کہ سال رحلت او ہم او اخص آمد" اس لئے ضرور ہے کہ درمیان زمانہ وصال شیخ یحییٰ و شیخ نجیب الدین فردوسی کے مخدوم وطن کو لوٹے۔

وطن پہونچکر ماں سے ملے۔ ماں اور بیٹے دونوں کو خوشی ہوئی۔ خاندان میں شیخ یحییٰ کی رحلت سے جو ایک جگہ ممبر ذکور کی خالی ہوئی تھی وہ شیخ ذکی الدین نے لی۔ دادا کی جگہ پر پوتا آیا۔

سیر و سفر کی خواہش اور ماں کی اجازت

معاودت کے بعد تھوڑے دنوں تک ماں کے آغوش شفقت میں بہ تمام راحت و آسائش بسر کی۔ مگر وہ آتش عشق الٰہی جو اندر ہی اندر سلگ رہی تھی یکایک بھڑک اٹھی اور وہ جذبۂ حق جو ریاضات و مجاہدات کے ذریعہ سے برسوں سے تکمیل پذیر ہو رہا تھا متحرک ہوا۔ مخدوم نے اپنے صاحبزادہ شاہ ذکی الدین کا ہاتھ اپنی مادر مہربان کے ہاتھ میں دیا اور فرمایا کہ ذکی الدین کو شرف الدین کی جگہ پر سمجھئے اور شرف الدین کو اللہ کی راہ میں آزاد فرمائیے۔ آپ کی والدہ ماجدہ خود باخدا و خدا رسیدہ تھیں۔ دنیا کو مزرعۂ آخرت سمجھتی تھیں اور علی الخصوص اس زمانہ کے لوگ "اول دین بعدہٗ دنیا" پر عامل تھے آجکل جیسا زمانہ تو تھا نہیں کہ بالکل دنیا میں انہماک۔ کہیں غلطی سے دین کا خیال بھی آیا تو خالصاً

مخلصاً للہ نہین بلکہ دنیاہی کمانے اور اپنی نمود و ہوا پرستی کا آگ بانے کیلیے۔
اگر کوئی اللہ کا بندہ طالب حق ہوا بھی تو دوست و اقربا کے طعن و تشنیع کا نشانہ بنا طرح
طرح کے آوازے کسے جانے لگے۔ لوگ اوسکے پیچھے پنجے جھاڑ کر ایسا پڑے کہ اوس غریب کو اپنے
خیال سے درگذر کرتے ہی بنی۔ افسوس صد افسوس لیکن اوسوقت مین بہت ہی کم لوگ ایسے
نکل سکتے تھے جو پورے طور سے عبدالدینار یا عبدالدرہم کے القاب سے ملقب کئے جاسکتے ہیں۔
آپ کی والدہ ماجدہ بھی اون ہی لوگون مین سے تھین جو صدق دل سے اس زمرہ
ربانی کے دلدادہ تھی کہ "تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ
عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا ۚ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ" وہ اون پاک
بیبیون مین تھین جو کہ راسخ کیطرح سے اسپر ایمان لا ہوے تھین کہ "حُبُّ الدُّنْيَا
رَأْسُ كُلِّ خَطِيئَةٍ وَّبَلِيَّةٍ" اور "مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ
إِلَّا لِيَعْبُدُونِ" اور جنکا یہ خیال تھا کہ وہ دل کیا جو عرش اللہ نہین۔ اور وہ
سر کیا جسمین اوسکا سودا نہین۔ بیت

دل بیکے منظر ہست ربانی — خانۂ دیو را چہ دل خوانی

ابیات

ہر رنج کہ آید ز تو اسے جان بر دل — حقا کہ عزیز ہست چو احسان بر دل
تقصیر مکن در غم من خوش می نہ — ہر درد کہ تان کشید بتوان ہمبر دل

آپ کی والدہ ماجدہ نے الحمد للہ کہا اور بیٹے کو خوش خوش اللہ کی جستجو میں

چھوڑا۔ مخدوم اس خیال سے کہ " آفتابے بباید انجم سوز ۔ چراغ تو شب نگردد روز "

ابیات

" راہ دور است و پُر آفت اے پسر ۔ راہ رو را می بباید راہبر "

" کور ہرگز کے تواند رفت راست ۔ بے عصا کش کور را رفتن خطاست "

ابیات

" خواہی کہ شود مراد حاصل ۔ پیرے طلب اے جوان عاقل "

" تا چند بہرزہ راہ رفتن ۔ در مسجد و خانقاہ رفتن "

اور بحکم یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ابْتَغُوْۤا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ وَ جَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ طلب پیر مین مشغول ہوئے۔

وطن سے نکلکر دہلی پہونچے۔ آپکے بڑے بھائی شیخ جلیل الدین بھی ہمراہ تھے۔ دہلی پہونچکر مشائخین دہلی سے ملے۔ علماے دہلی کی تذکیر زن اور درس مین حاضر ہوئے۔ انکے حالات خوب دریافت کئے۔ مگر اکثر مشائخین دہلی سے ملکر آپ بہت محظوظ نہوئے۔ کیونکہ صاحب مناقب الاصفیا لکھتے ہیں کہ آپ نے ان لوگون سے ملکر جو راے قائم کی وہ یہہ تھی کہ " اگر شیخی این است من شیخم "

لیکن مناقب الاصفیا کی اس تحریر پر اکثر اعتراض وارد کیا جاتا ہی اور کہا جاتا ہے کہ اس سے ادعاے محض و خود بینی ظاہر ہوتی ہی جو ہرگز شایان شان

طلب پیر مین دہلی پہونچے اور مشائخین دہلی سے ملے

" اگر شیخی این است من شیخم " پر اعتراض و جواب

مخدوم نہین - مگر افسوس جن لوگون نے یہہ اعتراض وارد کیا ہو وہ مقتضائے احوال زمانہ
پر خیال نہین کرتے - جس زمانہ مین یہہ کلام مخدوم کی جانب منسوب کیا جاتا ہو - اوس زمانہ
کو پیش نظر رکھکر دیکھنا چاہئے کہ ایسے کلام کا مخدوم کی زبان سے نکلنا ممکن تھا یا نہین
وہ ابتدائی زمانہ تھا - ابھی اوستاد کی درس سے اوٹھکر آرہے تھے عنفوان جوانی تھا -
علوم وفنون کے ولولے آپکے دل و دماغ مین زورون پر تھے ایسے وقت مین غایت
ہضم نفس کی امید رکھنی ہرگز قرین عقل و انصاف نہین - اکثر ایسا ہوتا ہے کہ انسان ایک
غلط نمونہ اپنے دماغ کے سامنے رکھکر اوسکے اندازہ پر واقعات کو جانچنے لگتا ہے اور اوسکو اپنی غلطی
کی اطلاع نہین ہوتی اور جب نتیجہ حسب دلخواہ نہین ہوتا تو اصل واقعات ہی کو غلط کہنے لگتا ہے
یہی صورت حال یہان بھی ہے - لوگون نے مخدوم کی اوس حالت مین جسمین یہہ کلام اونکی طرف منسوب کیا جاتا ہے
اور جو تصوف کی راہ مین محض ابتدائی تھی اور اوس حالت مین جسمین مخدوم بعد تکمیل کے بہار مین اپنے سجادہ
پر بیٹھے ہوئے اپنے مریدون اور مسترشدونکو فائدہ پہونچا رہے تھے تفرقہ نہین کیا - وہ اسکو نہین جانتے کہ
ان دونون حالتون کے درمیان کوئی حد فاصل بھی ہوسکتی ہے یا نہین - اگر یہہ اونکو معلوم ہوتا
تو پھر اس قسم کا اعتراض وارد نہین کرتے - بہرحال مخدوم نے اوس وقت مین اپنی ایسی رائے
قائم کی تھی مگر ہمیشہ اونکی یہہ رائے قائم نہین رہی - زین بدر عربی کو جو آپ نے اونکے
استفسار پر جواب دیا ہے اوس سے صاف میرے کلام کی تصدیق ہوتی ہے - آپ
فرماتے ہین کہ "در دہلی از ہرچہ پرسی ہمہ بسیار - عابدان و زاہدان بسیار - بزرگان دین بسیار
صاحبان سجادہ و صاحبان کرامت بسیار"

سلطان الاولیا سے ملاقات

مشاہیر دہلی سے ملنے کے بعد مخدوم حضرت نظام الدین اولیاؒ کے
یہان جو اوسوقت مین قطب دہلی تھے حصول بیعت کی نیت سے حاضر ہوئے۔
اوسوقت شیخ کی مجلس مین کچھ مذاکرۂ علمی تھا۔ مخدوم بھی اوس مین شریک ہوئے۔ اور
تقریر پسندیدہ کی۔ شیخ نے آپ کا اعزاز و اکرام کیا۔ مگر یہہ کہکر کہ "سیمرغیست کہ نصیب
دام ما نیست" بیعت نہین لی۔ اور ایک بیڑا پان کا دے کر رخصت کیا۔

شرف الدین پانی پتی سے ملاقات

مخدوم دل برداشتہ پانی پت آئے۔ شرف الدین پانی پتی
سے ملے اور فرمایا کہ شیخ ہو مگر مغلوب الحال۔ دوسرے کی تربیت نہین کرسکتا۔ آپ کے
بڑے بھائی شیخ جلیل الدین نے جو آپ کے ہمراہ تھے پھر دہلی لوٹ چلنے
اور شیخ نجیب الدین فردوسیؒ سے ملنے کی تحریص کی۔ اور اون کے مناقب
و اوصاف بیان فرماکر اون سے ملنے پر اصرار کیا۔ مخدوم نے فرمایا کہ جو قطب دہلی تھا
اوسنے تو مجھے لوٹا دیا۔ اب ان سے ملنے کا کوئی فائدہ نہین معلوم ہوتا۔ لیکن جب بھائی
بہت مصر ہوئے تو شیخ سے ملنے کی نیت سے چلے۔ شیخ کے مکان کے قریب پہونچکر
آپ پر ایک دہشت طاری ہوئی۔ آپ نہایت متردد ہوئے کہ یہہ نئی بات کیون پیدا
ہوئی۔ سچ ہے۔ بیت: ہیبت حق است این از خلق نیست ❊ ہیبت این مرد
صاحب دلق نیست "۔

شیخ نجیب الدین فردوسی سے ملاقات و بیعت

جب مخدوم شیخ نجیب الدین فردوسی کے سامنے پہونچے۔ دہشت کے
مارے پسینے پسینے تھے۔ بعد اداے مراسم سلام کے بیٹھ گئے۔ اور بیعت کی ملتجی ہوئے

شیخ نے بیعت لی اور ایک اجازت نامہ لاکر دیا۔ مخدوم نے عرض کی کہ میں نے تو ابھی
شیخ کی خدمت تک نہیں کی ہے۔ اور روش طریقت تک نہیں سیکھی ہے۔ یہ اجازت کی
کیونکر ممکن ہے۔ شیخ نے جواب دیا کہ بارہ برس ہوئے ... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
یہہ اجازت نامہ تمھارے لئے لکھکر رکھا تھا۔ تمکو اسکا اندیشہ نہیں کرنا چاہئے۔ نسبت
تمھاری تعلیم کریگی اور پیرونکی ولایت حامی رہیگی۔ پھر طریقت کی روش تلقین فرمائی۔ اور
چند نصیحتیں لکھکر مخدوم کو دیں اور رخصت کیا۔ اور فرمایا کہ اگر راہ میں تمکو کوئی خبر ملے تو
نہ لوٹنا۔ مخدوم دو تین ہی منزل گئے ہونگے کہ شیخ نجیب الدین فردوسی کی وفات
کی خبر ملی۔ یہہ واقعہ حصول بیعت کا ۶۹۱ھ ہجری میں ہوا۔ کیونکہ اسی سن میں جیسا کہ
اوپر لکھا جاچکا ہے شیخ نجیب الدین فردوسی نے رحلت کی۔ اور وہ نصیحتیں جو
شیخ نجیب الدین فردوسی نے مخدوم کو لکھکر دی تھیں یہ ہیں:-

شیخ نجیب الدین فردوسی نے جو نصیحتیں لکھکر مخدوم کو دیں

"بعد از تامل و تفکر بسیار روشن شد کہ مشغول شدن بہرچہ باشد گو خطا است جز مشغول
شدن بحق تعالے کہ بہ ترک ہست از جملہ و اصلا و البتہ چپ و راست نہ بیند و ہوشیار باشد تا بہ غفلت
چپ و راست نظر نکند۔ و اصلا و البتہ سخن کسے گوش نکند۔ البتہ قصد شنیدن آن نکند کہ چیزی گوید
و قصد دل بچیزے مشغول نکند تا اگر سخن ضروری در گوش می افتد نافتد و فہم نشود۔ و جز نان خشک
و آب کہ وقت ضرورت مقرر و معہود کردہ است اصلا و البتہ نخورد کہ آن محض اتباع ہوا است و محض خود پرستی۔
و ہر روز یکبار میانہ روز تنہا جائے[1] رود۔ و اگر بہ سبب قلت طعام ہر روز احتیاج نشود خود بہتر باشد۔
اما از یں زیادہ تر دو وقت بگرداند[2] اگرچہ تقاضا پیدا شود و در تشویش باشد تا بدین عادۃ شود۔

[1] اے جائے ضرور ۱۲
[2] اے بتکلف دفع کنند ۱۲

دہمہ وقت جز یک خرقہ گلیم ہیچ نہ پوشد۔ مگر در سرما لباخہ کہنہ بپوشد بالائے خرقہ غسیب برین زیادہ نکند۔ واصلا والبتہ نہ در روز و نہ در شب از آمدن کسے و سخن کسے و کار کسے ناخوش نشود و اعتراض نکند۔ و نگزارد کہ در ظاہر و باطن بر ہیچ کس و در ہیچ چیز انکارے و اعتراضے و چون و چرائے، لِمَ و کیفے بگزرد۔ اگرچہ ہمہ آتش بر سر بارد۔ تا مقام وحدت بالکمال الذوق حاصل شود و در وقت سماع تا آنگہ کہ تواند و ممکن باشد اصلا و البتہ نگزارد کہ آب از چشم و یا حرکت در وجود آید۔ بقدر المقدور درین باب بکوشد۔ مگر آنگہ کہ مغلوب شود و نگاہ نتواند داشت۔ زیرا چہ در ظاہر شدن احوال آفات بسیار ہست و کتمان آن از جملہ مہمات است۔"

محذوم اور سلطان الاولیا کی ملاقات کا جھگڑا

مخدوم کا شیخ نجیب الدین فردوسی کے ہاتھ پر بیعت کرنا متفق علیہ ہے۔ مگر خال خال لوگون نے مخدوم اور شیخ نظام الدین اولیا کی ملاقات مین اختلاف کیا ہے۔

مولنا عبدالحق محدث دہلوی کی روایت

مولنا عبدالحق محدث دہلوی اپنی اخبار الاخیار مین فرماتے ہیں کہ "گویند کہ شیخ شرف الدین بشوق بندگی شیخ نظام الدین اولیا بدہلی آمد۔ قضارا پیش ازانکہ بدہلی برسد شیخ نظام الدین بریاض رضوان خرامیدہ بود۔"

ابوالفضل کی روایت

ابوالفضل اکبرنامہ مین مخدوم کی حالت مین لکھتا ہے:-

"۔ ۔ ۔ ۔ وبآرزوے دیدن شیخ نظام الدین اولیا باجہین برادر خود شیخ جلیل الدین محمد بدہلی آمد۔ شیخ در گزشتہ بود۔"

[illegible]

یہہ دونون حضرات مخدوم کے بہت بعد ہوئے ہین اسلئے انکے اقوال

زیادہ قابل اعتبار نہیں ہیں۔ صاحب مناقب الاصفیا اجیری روایت کے ماخذ ہیں وہ مخدوم کے چچیرے بھائی ہیں، اور مخدوم کے زمانہ میں موجود تھے اور مخدوم ہی اونکے پیر بیعت بھی ہیں۔ انکی روایت بدرجہا قابل وثوق ہے۔ "صاحب البیت ادری بما فیہ"۔

حاجی نظام الدین غریب یمنی کی روایت

علاوہ برین حاجی نظام الدین غریب یمنی جامع لطائف اشرفی اور فرشتہ بھی ان ہی کی تائید کرتے ہیں۔ صاحب لطائف اشرفی جو اشرف جہانگیر کے مریدوں میں سے ہیں اور جنکو مخدوم سے تقرب زمانی حاصل ہے لکھتے ہیں کہ: "حضرت شیخ شرف الدین بعد از تحصیل علوم شرعیہ و تکمیل ریاضات اصلیہ و فرعیہ بشرف ملازمت حضرت سلطان المشائخ بہ دھلی تشریف بردند و استدعاء ارادت و ارشاد کردند۔ استفسار از عالم غیبی و قضا سے لاریبی کردند۔ و بعجیب استغراق کشیدہ برآوردند و فرمودند برادر شرف الدین نصیب ارادت و حصول سلوک شما از برادرم نجیب الدین فردوسی است"۔

فرشتہ کی روایت

فرشتہ لکھتا ہے کہ: "درمیان ایام شیخ شرف الدین منیری و برادر بزرگ شیخ جلیل الدین بقصد ارادت بہ دھلی آمدند و شیخ (نظام الدین اولیا) را دریافتہ خواستند کہ مرید شوند۔ لیکن شیخ فرمود حوالہ شما بخانوادہ فردوسیان است الخ"۔

عدم ملاقات کی وجہ

عدم ملاقات کی وجہہ جو بیان کیجاتی ہے، وہ حضرت نظام الدین اولیا و شیخ نجیب الدین فردوسی کی رحلت کے زمانہ سے متعلق ہو، کہا جاتا ہے کہ

مخدوم کا دہلی جانا ایک بار سے زیادہ ثابت نہین اور وہ بھی بیعت کی غرض سے۔ مخدوم کی بیعت اور شیخ نجیب الدین فردوسی کی رحلت ایک ہی سال مین واقع ہوئی ہے اور چونکہ شیخ نجیب الدین نے حضرت سلطان جی کے بہت دنون بعد قضا کی ہے اسلئے مخدوم کا حضرت سلطان الاولیا سے ملنا غیر ممکن ہے۔

عدم ملاقات کی وجہ کی تردید مع دلائل

مین کہتا ہون کہ یہہ بہت ٹھیک ہو کہ مخدوم کی بیعت اور شیخ نجیب الدین فردوسی کی رحلت ایک ہی سن مین واقع ہوئی۔ مگر معترض کے دوسرے دعوی بیدلیل ہین۔ یہہ قطعی طور سے ثابت نہین ہوتا کہ شیخ نجیب الدین فردوسی نے حضرت سلطانجی کے بعد رحلت کی۔ بلکہ جو تاریخ رحلت مجھے ملی ہے اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی تینتیس چونتیس برس قبل شیخ نجیب الدین فردوسی نے انتقال فرمایا۔ اب رہا مخدوم کا صرف ایک بار دھلی جانا۔ یہہ بھی محض غلط ہے۔ مونس القلوب سے بروایت حسین نوشۂ توحید جو دست گرفتہ و تربیت یافتہ مخدوم کے تھے ثابت ہے کہ فیروزشاہ کے زمانہ مین بھی مخدوم دہلی تشریف لیگئے تھے۔ رہی قسم علیٰ ھذا مخدوم اور نظام الاولیا کی عدم ملاقات پر صرف مولنا عبدالحق و ابوالفضل کی مجہول روایتون سے استدلال کرنا سراسر خطا ہے۔ کبھی عقل صائب اسکو جائز نہین رکھتی۔ علاوہ برین یہہ دیکھنا چاہیئے کہ کون کون سے وجوہ ادنکے باور کرنے کے ہوسکتے ہین۔ میرے نزدیک کوئی وجہہ ایسی نہین تھی کہ مین اسکو مان لون کہ جو کچھ انھون نے لکھا ہے

صحیح ودرست ہو۔ نہ تو تقرب زمانی ہی ہے اور نہ واسطہ خاندانی۔ ان مین سے
ابوالفضل تو وہ ہے کہ سرے سے یہہ بھی نہین جانتا کہ مخدوم کو صوفیون
کے کس خاندان سے تعلق تھا۔ اور وہ کس کے خرمن فیض کے خوشہ چین تھے۔
وہ لکھتا ہو:"شرف الدین یحییٰ منیری۔ پور یحییٰ بن اسرائیل کہ سرآمد چشتیان بود از
گنج شکر فیض برگرفت۔" ۵ چہ خوش گفت ہست سعدی در زلیخا ۔
الا یا ایہا الساقی ادرکاسًا وناولہا ۔ حاشا وکلا مخدوم کو حضرت گنج شکرؒ کے خوان فیض
کی زلہ ربائی کا کبھی اتفاق نہین ہوا۔ برخلاف ان روایتون کے میرے پاس اسکا کافی
ثبوت موجود ہے کہ جسوقت مخدومؒ دہلی گئے تھے حضرت سلطان الاولیاؒ
دہلی مین جلوہ قائم تھے۔ پھر جبکہ نظام اولیا زندہ ہون اور مخدوم وہان
تشریف لیجائین اور زیارت مشائخان طریقت کے مشتاق بھی ہون تو یہہ کیونکر
ممکن ہے کہ حضرت سلطان جیؒ سے نہ ملے ہون۔

معدن المعانی کے باب واز دہم مین مخدوم سے مروی ہے:۔
"مولنا ضیاء الدین سنامی ہم محدث بود و ہم مفسر۔ روزے من در تذکیر ایشان حاضر بودم۔"
مولانا ضیاء الدین سنامی مشاہیر علماے دہلی مین سے تھے۔
اخبار الاخیار مین مولنا عبدالحق لکھتے ہین کہ:۔ "مولنا ضیاء الدین
سنامی معاصر شیخ نظام الدین اولیا بود۔ و دائم شیخ از جہت سماع احتساب کردے و شیخ
باوے جز بمعذرت و انقیاد پیش نہ آمدے۔ و در تعظیم مولانا دقیقہ نامرعی نگذاشتے۔" پھر تھوڑی

عبارت کے بعد فرماتے ہین کہ :" شیخ نظام الدین اولیا در مرض موت مولانا ضیاء الدین سنامی بعیادت رفت۔ مولانا دستارچۂ خود را بپائے انداز شیخ انداخت۔ شیخ دستارچہ برچید و بر چشم نہاد و چون پیش مولانا بہ نشست مولانا چشم باز دو چار نکرد و چون برخاست و بیرون آمد آواز فوت مولانا برخاست۔ شیخ میگریست و تاسف می کرد کہ یک ذات بود حامی شرع حنیف کہ آن نیز نماند"

عبارت بالا سے تین امور مستنبط ہوتے ہین۔ اول یہہ کہ مخدوم سے اور مولانا ضیاء الدین سنامیؒ سے جو مشاہیر علماے دہلی سے تھے ملاقات ہوئی۔ دوسرے یہہ کہ مولانا ضیاء الدین سنامی حضرت سلطانجیؒ کے معاصر تھے۔ تیسرے یہہ کہ مولانا ضیاء الدین سنامی سلطانجی کے حین حیات قضا کر گئے۔

اب کوئی صاحب عقل سلیم امور بالا کو تین قضیے قائم کرکے نتیجہ نکالنا چاہے تو اسکے سوا دوسرا نتیجہ ہرگز نہین نکل سکتا کہ مخدوم کے دہلی پہونچنے کے زمانہ مین سلطانجی ضرور قائم تھے۔ پھر ایسی حالت مین جبکہ سلطان جی دلی مین موجود بھی ہون اور مخدوم اون ہی کے اشتیاق مین وہان جائین پھر سلطانجی سے نہ ملنا یعنی چہ؟۔

مخدوم سے اور محبوب الٰہی سے ملاقات ہوئی

مین نہایت زور سے یہہ کہونگا کہ مخدومؒ سے اور محبوب الٰہیؒ سے ملاقات ہوئی۔ لیکن مشیت ایزدی نہ تھی اسلئے مخدوم کی بیعت سلطانجی کے ہاتھ پر نہوئی۔ اور مخدوم حضرت نجیب الدین فردوسیؒ کے حلقۂ ارادت

بیعت کے بعد معاودت وطن

مین داخل ہوئے

بعد بیعت کے مخدومؒ حسب الحکم شیخ نجیب الدین فردوسیؒ وطن کیجانب چلے مگر مست و مخمور۔ آپ فرماتے ہین کہ "من چون بخواجہ نجیب الدین فردوسی پیوستم حزنی در دل من نہادہ شد کہ ہر روز آن حزن زیادہ می شد"۔ بہیا پہونچتے ہی بار اے ضبط و اختیار باقی نہ رہا۔ مور کی جھنکار سے دل مین ہوک اوٹھی۔ گریبان چاک جنگل کی راہ لی۔ بھائی جو ہمراہ و رفیق تھے مُنہ تکتے کے تکتے رہ گئے۔ کچھ نہ بنی۔ وہ اللہ کا شیدائی۔ خدائی مجنون تلاش یار مین نکلا۔ شجر و حجر مین جمال یار کا مشاہدہ تھا اور دل مین خیال دلدار کا جلوہ پیچ ہے بیت

گرت ہواست کہ باخضر ہمنشین باشی بد نہان ز چشم سکندر چو آب حیوان باش

بھائی نے بہت ڈھونڈھا۔ کچھ پتا نہ ملا مجبور فی امان اللہ کہکر وطن کو لوٹ آئے اور خرقہ و شجرہ اور دوسری تبرکات جو شیخ نے مخدوم کو دئے تھے مان کے حوالہ کئے

بارہ سال بہیا کے جنگلون مین بسر کی

صاحب مناقب الاصفیا فرماتے ہین کہ مخدومؒ بارہ برس بہیا کے جنگل مین رہے۔ اسکے بعد راجگیر کے جنگل اور دوسرے دوسرے جنگلون مین بسر کی۔ اس زمانے کے حالات ملنے قریب قریب نا ممکن ہین البتہ چند وہ روایتین جو مخدوم نے کسی مجلس مین فرمائین یا کسی دوسرے صحرا نورد و بادیہ گرد نے بیان کین معلوم ہین۔ بارہ برس تک بہیا کے جنگل مین مخدوم سے کسی شخص سے ملاقات نہوئی۔ اسکے بعد راجگیر کے جنگل مین کسی نے آپ کو

دیکھا مگر پھر اوسی جنگل مین آپ غائب ہو گئے ۔ بہت دنون کے بعد ایک شخص نے آپکو ایک جنگل مین دیکھا کہ ایک درخت کی ٹہنی پکڑے عالم حیرت مین کھڑے ہین ۔ چیونٹیان حلق مین آتی جاتی ہین اور آپ کو اصلا خبر نہین ہوتی ۔ مرا سخ نے کیا خوب کہا ہے ۔ ابیات

لاگو اسکے متحیر پائے ۔ وے گئے گذرے ادھر جو آئے

لاگ سے اسکی بروگی ہوے لوگ ۔ جوگ لینے گئے جوگی ہوے لوگ

راجگیر کا نام مخدوم کے ساتھ اس بادیہ گردی کے زمانہ مین خصوصیت کے ساتھ لیا جاتا ہے ۔ اسکی وجہ اول تو یہہ ہے کہ مخدوم کے ریاضات و مجاہدات کے آثار اب تک وہان موجود ہین ۔ دوسرے یہہ کہ اوسی جنگل سے نکلکر آپنے پہاڑ مین سکونت اختیار کی ۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پھر سکونت پذیر ہونے کے بعد بھی مخدوم اکثر اودھر نکل جاتے تھے

راجگیر

جنرل کننگھم اپنی کتاب گزیٹیر مین لکھتے ہین کہ ۔ راجگیر کے پہاڑ دو قلہ متوازی الخط کی صورت مین جنوبی غربی سمت کو چلے گئے ہین ۔ جنکے درمیان ایک تنگ وادی ہے جسکو جگہ جگہ نالے اور درے قطع کرتے ہین ۔ یہہ پہاڑ جو کسی جگہ ہزار فیٹ سے زیادہ بلند نہین ہین ۔ اور عظیم الشان چٹانون سے مرکب ۔ اور گھنی گھنی جھاڑیون سے مزین ہین ۔ اور ایک خاص قدیمی دلچسپی رکھتے ہین ۔ کیونکہ ان پر اکثر مذہب بودھ کے آثار قدیمہ موجود ہین ۔ انکے اوتر جانب ایک علحدہ پہاڑی ہے ۔ یہہ بھی اول الذکر پہاڑون کی ہم مادہ ہے اور اونکی بیرونی شاخ کہی جاسکتی ہے ۔ جنرل کننگھم کہتے ہین کہ چینی سیاح ہیون سیانگ (Hiuen Tsiang) نے جو کپو ٹیکا

اگرچہ راجگیر مین اب وہ پہلا سا جنگل تو رہا نہین۔ تاہم اب تک بہت کچھ ہے۔ پہیا ہیسا نہین کہ گویا بالکل جنگل کٹ کر مزروعہ ہو گیا۔ یہان کا پہاڑ بلندی مین کچھ ایسا زیادہ نہین ہے۔ مگر چونکہ یہہ ہر فرقہ و ملت کے تارک الدنیا لوگون کا گوشۂ عزلت رہا ہے۔ بودھ گوتما جو بودھ

(Kapotika) پہاڑی کا ذکر کیا ہے وہ یہی ہے۔ گرم جھرنے یہان بہت ہین ان پہاڑون پر بھال۔ چیتے۔ اور بھیڑئے اکثر پائے جاتے ہین۔ شیر بھی کبھی کبھی دکھائی دیتے ہین۔ اور چھوٹی چھوٹی ہندوستانی لومڑیان بھی یہان موجود ہین"۔

ڈاکٹر بچنن ہملٹن (Dr. Buchanen Hemilton) کہتے ہین کہ یہ راجگیر وہی راجگیریہا ہے جو بودھ گوتما کا مسکن اور قدیمی مگدھ کا پایۂ تخت تھا۔ اور جنرل کننگھم کہتے ہین کہ یہہ کوسا ناگرا پورہ (Kusanagrapura) ہے۔ جسکے معنے کوسا کا شہر یعنی گھانس کا شہر ہے۔ کوس کے معنی گھانس کے ہین اور جسکو ہیون سیانگ چینی سیاح نے دیکھا تھا اور جسکو وہ کیُو شی کی لُو پُو لو (Kiushe-Kie lo-pu-lo) بتاتا ہے۔ راجگیر یہا جسکے معنی شاہی مسکن کے ہین۔ گریب راجا یعنی کوہ محصور کے نام سے بھی معروف تھا۔ اور اسی نام سے جراسندھ (Jarasindhu) شاہ مگدھ کا پایۂ تخت رامایں اور مہابھارت مین معروف ہے۔ اور اسکا مذکور فاہیان (Fa-Hian) اور ہیون سیانگ چینی سیاحون نے بھی کیا ہے۔ بلکہ آخر الذکر سیاح نے یہان کے گرم جھرنون کے حالات بھی لکھے ہین۔ پانچ پہاڑیان جو شہر کے گرد تھین اور جنکا ذکر مہابھارت اور پالی تصنیفون مین

مذہب کا بانی تھا اوس سنے برسون یہین بیٹھکر دھیان جمایا ہے۔ اور اوسکے
بہت سے مقامات یہین طی ہوئے ہین۔ ہندو جوگیون کا بھی یہہ زاویۂ عبادت

جنرل کننگھم نے انکی تحقیقات کی ہے۔ وہ کہتے ہین کہ پہلی پہاڑی سنئے بہار
(Baibhar) بلاشبہ وہی پہاڑی ہے جسکا وِبھار پہاڑ یا (Webhars Mountains)
کے نام سے پالی قصص مین مذکور ہے۔ اور جسکے جنب مین غارِ ستا پانی
(Sattapanni Cave) تھا۔ جہان پیشوایان مذہب بودھ نے ایک مجلس
سن پانچسو تینتالیس ۵۴۳ قبل مسیح مین ترتیب دی تھی۔ دوسری پہاڑی رتناگیری
(Ratnagiri) وہی ہے جسکو فاھین (Fa-Hian) غارِ شجر التین
(The Tig-tree Cave) کے نام سے موسوم کرتا ہے۔ اور جہان بودھا
طعام کے بعد مراقب ہوتا تھا۔ اور جسکو مھابھارت مین ریشی گیری (Reshigiri)
کہتے ہین۔ اور پالی قصص مین پنڈاو (Pandao)۔ ایک پختہ مگر کج وکاواک
راہ اس پہاڑ کی چوٹی کو چلی گئی ہے۔ جہان اسوقت تک ایک چھوٹا سا مندر موجود ہے۔ اور جسمین
جین مذہب کے لوگ پوجا کرتے ہین۔ تیسری پہاڑی بپُولا (Bipula) وہی ہے
جو پالی قصص مین وی پولو (Wepullo) کے نام سے۔ اور مھابھارت
مین چیت یاکا (Chait-yaka) کے نام سے مذکور ہے۔ باقی دو پہاڑیان
وہ ہین جن جین کے معبد ہین شہر پناہ کی دیوارون کے آثار اب تک نظر آتے ہین۔

رہا ہے۔ اسلئے اسوقت بھی مسلمان، ہندو، سناسیون کا گوشۂ لطیف فطرتی طور سے یہہ جگہہ یاد خدا کے لئے نہایت موزون ہے۔ جس زمانہ مین مخدوم شرف الدین یہان اپنی تکمیل مین مشغول تھے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہندو فقرا بکثرت ادھر ادھر پہاڑ کے کھوہون مین اپنی دھونیان رمائے موجود تھے، چنانچہ مناقب الاصفیا مین روایت ہی کہ۔ راجگیر مین ایک جوگی مخدومؒ سے ملا اور اوس نے یہ سوال کیا کہ "سدھارا چون بشناسند" سدھا جوگیون کی اصطلاح مین مرد کامل کو کہتے ہین۔ مخدومؒ نے فرمایا کہ "اگر او این جنگل را گوید زر شو زر شود" فوراً وہ جنگل زر ہو گیا۔ آپ نے جنگل کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ "تو بر جاے خویش باش من حکایت می کنم"

اسکا دائرہ تقریباً ۳۰ میل ہوگا۔

نیا راجگیر دو شت مین پرانے شہر سے واقع ہے۔ تواریخ بودھ سے یہہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اس شہر کو سری نیکا (Sre-Nika) یا اجاتاشترو (Ajata-Satru) کے باپ بمبسارا (Bimbisara) نے جو مہاتما بدھا کا ہمعصر تھا آباد کیا تھا۔ اور اسلئے لازمی طور سے سنہ پانچسو برس قبل مسیح مین بنا۔ ڈاکٹر بکنن ہملٹن (Dr. Buchanan Hamilton) کہتے ہین کہ یہہ شہر ضرور شمالی غربی گوشہ پر ایک قلعہ کے تھا جو ایک بے نظام مخمس کی صورت تھا اور ظاہرا نہایت قدیم معلوم ہوتا ہے ۱۲

راجگیر مین مخدوم کا حجرہ

دامنِ کوہ مین ایک گرم جھرنے کے متصل مخدوم کا حجرہ ہے جو دیکھنے
کے قابل ہے - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صانع قدرت نے اپنے ہاتھون سے بنایا ہی -
چارون طرف سے بڑے بڑے پتھر دیوار کی صورت مین آکر مل گئے ہین اور اوپر بھی ایک
مستطیل پتھر معلق رکھا ہوا ہی جو چھت کا کام دیتا ہے - اسکی سنگی دیوارین اسطور
سے واقع ہوئی ہین کہ ایک چھوٹا سا دروازہ بھی آمد و رفت کے لئے پیدا ہوگیا ہی -
یہ پتھر معلق رکھے ہوئے ہین اور اتنے بڑے اور بوجھل ہین کہ طاقت بشری
سے بالکل باہر ہے کہ جس وضع سے وہ رکھے ہوئے ہین کوئی انسان اون کو
رکھ سکے - بغیر کسی مصنوعی اسباب کے سات سو برس سے وہ اسوقت تک اپنی
حالت پر قائم ہین - سنہ ۱۱۵۴ گیارہ سے چوّن ہجری مین چار صدیون کے بعد گوشہ سے
متصل دروازہ کی جانب ایک چھوٹی سی کوٹھری پختہ بنا دی گئی ہے - ہان اونہی
دیوارون کے پتھر کی نشست مین صانع قدرت نے یہ حکمت بھی خرچ کی ہے کہ
پورب کی جانب ایک دریچہ پیدا ہوگیا ہے جس سے شعاع آفتاب پورے
طور سے اندر آتی ہے اور حجرہ کو کافی طور سے روشن رکھتی ہے - اندر سے اسکی
بلندی اسقدر نہین ہے کہ ایک میانہ قد آدمی کھڑا ہو کر نماز ادا کر سکے - اسی گوشہ
سے متصل تھوڑی دور پہاڑ کے اوپر جاکر تھوڑی سی مسطح جگہ ہے - اوسکے سامنے پچھم
جانب لوگون نے ایک پختہ دیوار قائم کر دی ہے - اور وہ جگہ اسطور پر ایک قناتی
مسجد کی صورت بن گئی ہے - جسمین تین صفین تین تین یا چار چار نمازیونکی قائم ہوسکتی ہین

مخدوم اکثر شب کو اوسی جگہ تسبیح وتہلیل مین مشغول رہا کرتے تھے اس غار تی مسجد کا فرش بالکل سنگی ہے جسکی وجہ سے کبھی گھانس وغیرہ اوس جگہ نہین اوگتی - اور وہ جگہ ہر فصل مین نہایت صاف اور ستھری رہتی ہے - اوس جگہ سے آدمی جنگل کا بہت دور تک نظارہ کرسکتا ہے -

بہار مین سکونت پذیر ہونے کے بعد بھی اکثر راجگیر مین بسر کرتے تھے -

بہار مین سکونت پذیر ہونے کے بعد بھی **مخدوم** اکثر یہان بسر اوقات کیا کرتے تھے - کیونکہ اس حجرہ کے قریب جو جھرنا ہوا اور **مخدوم کنڈ** کے نام سے مشہور ہے اوسکی متصل ایک دوسرا حجرہ ہے جو **مولانا مظفر** کے حجرہ کے نام سے مشہور ہے - **مولانا مظفر** کا **مخدوم** کے ساتھ ہونا قبل اسکے کہ مخدوم سجادۂ ارشاد وتلقین پر بیٹھین نہین پایا جاتا ہے - اور **مخدوم کا بہار مین سکونت** اختیار کرنے کے بعد بھی اکثر باہر چلا جانا **مناقب الاصفیا** سے ثابت ہے - صاحب **مناقب الاصفیا** لکھتے ہین " تا دریائے قوت بود بیرون میرفت - لیکن دوکان ما بے بیرون می ماند - مدتے برین طریق گزشت "

راجگیر کی سبزی

الحق **راجگیر** مین وہ جگہ بھی جو **مخدوم کے چلہ** کے نام سے مشہور ہے عجب دلچسپ جگہ ہے - اسکا منظر وسبزی عجب ودلکش ودل آویز ہے - یہان پہونچکر روح کو فرحت اور قلب کو اطمینان وانبساط حاصل ہوتا ہے اوسکی شخص سے پوچھئے جو چند سے یہان رہا ہو - مین چندبار وہان گیا ہون

بہجت و انبساط - اور طمانینت قلب حاصل ہوتی ہے وہ احاطہ تحریر مین
نہین آسکتی - وہانکی خلوت مین بھی جلوت کا لطف ملتا ہے - ہرگز دل نہین
گھبراتا - اسکے علاوہ وہانکی آب و ہوا بھی صحت کے حق مین اکسیر کا حکم
رکھتی ہے - پانی ایسا شیرین اور مقوی - ہوا ایسی لطیف و صاف کہ دوسری
جگہ مشکلون سے نصیب ہوسکے - چھوٹے چھوٹے درختون کی قطار - سبز سبز
پتون کی بہار - جنگلی پرندون کے چہچہے - عجب سہانا اور دلکش سمان پیدا
کرتے ہین - صاحب گل فن دوس راجگیر کی تعریف مین لکھتے ہین

ابیات

راجگیر آنکہ بفرحت دل کشمیر بود ؎ — گرش بہ فتراک دل خلق چو نخچیر بود
زآب حیوان لطافت خضرش شوئیدست — جاے سبزہ ہمہ جا چہر گیا روئیدست
از لطافت چہ جاے و مقامے اشگرف — بے زبانان ہمہ گویند سخن حرف بحرف
سبزہ زارش ہمہ در دیدہ ضیاے بصر ست — مرغزارش تو بگوئی ہمہ باغ نظر ست
نکہت تازہ ریاحینش نیاید بہ بیان — ہر گیاہش تن شمیم ست بہ از عنبر بان
رگ ریزش چو شود تخل ز باد صرصر — قوت نامیہ استادہ بود بستہ کمر
کشت او سنبلہ آرد ہمہ پر دین و پرن — تریش گل بدماند ہمہ نسرین و ترن
ہر نہالش کہ بصحرا است چہ شاخ ست و چہ برگ — از صفات ست بہر برگ درافتادہ تگرگ
ہر سحر نالہ کنان بلبل بستانی ہا ؎ — بلبل آن گل رعنا ز پرافشانی ہا

کوہ و ہامونش چو از باغ ارم دید نمو	شد ثنا خوانش گہے جامی و گاہے خسرو
قمری و بلبل و دراج بہ بستان باہم	بر شجر زمزمہ خوان مرغ خوش الحان باہم
پیش او در کمر سنگ بزیر ہر کوہ	چشمہ ہا چشمۂ حیوان صفت و بحر شکوہ

مخدوم کی روحانی تعلیم ریاضات چوطھائی سے ملاقات اور مزید خلق سے عزلت

مخدوم کی تعلیم روح نبوی صلعم سے ہوئی

الغرض مخدوم نے ایسی ہی جگہون مین عمر کا ایک معتدبہ حصہ ریاضات و مجاہدات مین بسر کیا اور پایا جو کچھ کہ پایا۔ آپ نے جتنے ارباب تصوف اس وقت مین موجود تھے کسی کا بار منت نہین اوٹھایا۔ آپ کی تربیت خاص روح نبوی صلعم سے ہوئی۔ اور اسطرح سے پیر کے کلام کی تصدیق ہو گئی۔ سچ ہے۔ بیت
"گفتۂ او گفتۂ اللہ بود ٭ گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود"۔

مولانا جامی کی راے

اس قسم کی تعلیم کا ہونا ارباب صفا کے نزدیک بعید از قیاس نہین مولانا جامی **نفحات الانس** مین لکھتے ہین کہ ایک گروہ اولیاء اللہ کا وہ ہے جسکو مشائخان طریقت **اُویسی** کہتے ہین۔ انکو ظاہر مین پیر کی ضرورت نہین ہوتی۔ کیونکہ حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بلا واسطہ غیر کے اپنی حجر عنایت مین انکی پرورش فرماتے ہین جیسا کہ حضرت اویس رضے اللہ عنہ کی تعلیم آپ نے فرمائی یہہ مقام بہت عظیم و اعلے ہے۔ اور بہت کم لوگونکو نصیب ہوتا ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔

مولانا شاہ ولی اللہ کے ارشادے

مولانا شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ بھی اپنی کتاب فیوض الحرمین مین اسی مضمون کے لگ بھگ لکھتے ہین کہ:- "سَلَکَنِی رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِنَفْسِہٖ وَرَبَّانِی بِیَدِہٖ فَاَنَا اُوَیْسِیُّہٗ وَتِلْمِیْذُہٗ بِلَا وَاسِطَۃٍ بَیْنِی وَبَیْنَہٗ - ذٰلِکَ اَنَّہٗ اَرَانِی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رُوْحَہُ الْمُکَرَّمَۃَ - فَعَرَّفَنِی بِھَا اِذْ مَعْرِفَۃُ الْمُفِیْضِ قَبْلَ الْاِفَاضَۃِ فَعِنْدِی رُوْحُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَعْرَفُ الْاَشْیَآءِ حَتّٰی الْمَحْسُوْسَاتِ" - ترجمہ

مجھکو سالک بنایا خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور خود میری تربیت فرمائی پس مین اویسی ہون اور شاگرد ہون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بلا کسی واسطہ کے - اور یہ بات یون ہے کہ آپ نے اپنی روح مکرم مجھے دکھائی اور اوس سے مجھے عارف بنایا - کیونکہ معرفت مفیض کی افاضہ سے پہلے ہے - پس میرے نزدیک آپ کی روح مکرم اعرف الاشیاء ہے - یہانتک کہ محسوسات سے بھی -

پھر اوسی فیوض الحرمین مین تھوڑی دور آگے چلکر فرماتے ہین:-

اَعْطَانِی اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ شَبَحًا مِّنْ طَرِیْقَۃٍ فِی السُّلُوْکِ بِوَاسِطَۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَبَاشَرَتْ اِعْطَاءَ رُوْحِہِ الْکَرِیْمَۃِ وَاَطْلَعَنِی عَلٰی حَقِیْقَۃِ ھٰذَا الشَّیْءِ الَّذِی اَعْطَانِی فَعَرَفْتُھَا حَقَّ مَعْرِفَتِھَا وَعَرَفْتُ اَنَّہٗ شَبَحٌ مِّنْھَا لَا عَیْنُھَا - ترجمہ

عنایت کیا اللہ تعالے نے اپنے راستہ کے سلوک کا لبدا بواسطہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اور باعث عطا کی ہوئی آپ کی روح مکرم اور مجھکو اطلاع دی اوس شئے کی حقیقت پر جو مجھکو عنایت ہوئی۔ پس مین نے پہچانا جسقدر حق تھا اوسکے پہچاننے کا اور مین نے جانا کہ یہ کالبد ہے اوسکے طریق فی السلوک کانہ عین۔

مخدوم نے تیس برس تک غذا نہ کی

ایک مرتبہ قاضی زاہد نے آپ سے اس زمانہ کے ریاضات اور یافت کے متعلق سوال کیا۔ آپ نے فرمایا کہ مین نے تیس برس کھانا نہ کھایا لیکن حاجت کے وقت کبھی کبھی جنگل کی پتیان توڑ کر کھا لیا کرتا تھا۔ بول و براز سب بند تھے۔ برسون کے بعد ایک روز مین محتلم ہوا۔ جلے کا جاڑا تھا نہانے کی نیت سے پانی کے قریب گیا۔ دل مین آیا کہ تیمم کر کے نماز پڑھ لون۔ معاً دوسرا خیال دل مین گزرا کہ نفس رخصت شرعی کی ٹٹی کے آڑ مین پناہ ڈھونڈھتا ہے۔ بہتر ہے کہ نہا لون۔ فوراً پانی مین کودا۔ پانی نہایت سرد تھا غشی آگئی۔ جب آفتاب طلوع ہوا۔ تمازت آفتاب کی وجہ سے حواس درست ہوئے۔ خلعت یہ ملا کہ اوس دن فجر کی نماز قضا ہوگئی۔ حیف مین نے جو ریاضتین کی ہین اگر فی المثل پہاڑ کرتا پانی ہوجاتا لیکن شرف الدین کچھ نہوا۔

ذرہ کو مستغرق دیکھ کر ایک ...

اسی زمانہ کے متعلق مولانا مظفر بلخی نے آپ سے کچھ استفسار کیا آپ نے فرمایا کہ جسوقت مین راجگیر کے پہاڑ پر تھا ایک دن مجھے مخمصہ ہوا

یعنی اضطرار کی حالت مین کسی مباح چیز کی تلاش مین چلا- دامن کوہ مین ایک
مرد کو دیکھا کہ کھانا کھا رہا ہے اور اوسکے ملازم دُوہرا ادہر چھل ملا رہے ہین
مین اوسکے نزدیک گیا اور مین نے کہا اَلتَّوفِیقُ شَیءٌ عَنِ تَیز- اوسنے
کہا آؤ اور کھانا کھاؤ- مین بیٹھ گیا اور بقدر حاجت لقمہ اوٹھانے لگا- جب اوسکے
ملازمون نے اسطرح سے دیکھا اپنے آقا کو ملامت کی اور مجھے ساتھ کھانے
سے اوسکو شرمایا- مخدوم فرماتے ہین کہ مجھکو اس کلام مین نہایت مزہ ملا اور مین
پہاڑ پر چڑھ گیا- تین شبانہ روز اسی خوشی مین پہاڑ پر مجھے تواجد رہا-

ذوق کے متعلق مخدوم کی دوسری نقل

اسی ذوق کے متعلق قاضی زاہد سے مخدوم نے اپنی ایک
دوسری نقل بیان فرمائی ہے- آپ فرماتے ہین کہ ایک دن بادیہ گردی کے
زمانہ مین مین ایک مقام پر پہونچا- وہان ایک گوسالہ تھا- اوسکے گرد و پیش
چند مکانات تھے اور چند گائین اوس جگہ چر رہی تھین- ایک گائے مجھے اچھی
معلوم ہوئی- مین اوسکو ٹکٹکی باندھے دیکھ رہا تھا- اور چرواہا پڑا سوتا تھا-
اتفاقاً اوسطرف سے چند ہندو عورتین گزرین- ان مین ایک ڈائن تھی-
اوسنے ایک گائے پر چوٹ کی اور چلی گئی- گائے زمین پر گری اور لوٹنے لگی-
چرواہا جو جاگا اوسنے صرف مجھے پایا- عورتین چلی گئی تھین- پھر آؤ دیکھا نہ تاؤ
مجھے ایک لاٹھی رسید کردی- مین چلایا کہ از برائے خدا مجھے کیون مارے
ڈالتا ہے- وہ بولا میری گائے تو نے ماری ہے اوسکا یہ عوض ہے-

تب مین نے کہا کہ اگر تیری گا سے اچھی ہو جائے تو مجھے چھوڑ دیگا یا نہین ؟۔
اوسنے کہا کہ یہ بھی پوچھنے کی بات ہے ؟۔ یہان پر مین عجیب کشمکش مین پڑا۔
اگر چپ رہتا ہون تو چرواہے سے جان بچانی مشکل اور اگر اصل حال اوس سے
کہتا ہون تو اوس عورت کا راز فاش ہوتا ہے۔ الغرض مین کسی بہانہ سے
اوس عورت کے یہان گیا اور اوس سے یہ بات کہی کہ بہتر ہے کہ کوئی تدبیر کر کہ
گای اچھی ہو جاے ورنہ تیرا راز فاش ہوتا ہے اور مفت تو فضیحت ہوتی ہے
اوس عورت نے بارے میری بات مان لی۔ اور کوئی تدبیر ایسی کی کہ وہ
گاے اچھی ہوگئی اور میری رہائی ہوئی۔ مخدوم فرماتے ہین کہ اوس لاٹھی
مین مجھے عجیب ذوق آیا اور مزہ ملا۔

مخدوم کے ذوق کی وجہ

اس زمانہ مین لوگ بہت ہی کم ایسے واقعات کو وقعت کی نگاہ سے
دیکھینگے۔ اور یہ کہنے کو بہت جلد مستعد و آمادہ ہو جائینگے کہ ان مین کوئی ایسی
بات نہین معلوم ہوتی ہے جس سے کچھ مزہ آئے۔ اگر اوس امیر کے خدام یا وہ
چرواہا بگڑا تو اس مین خود مخدوم کا قصور تھا۔ اَلنَّاسُ بِاللِّبَاسِ۔ کوئی وجہ
اسکی نہ تھی کہ وہ عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے اور جو سلوک کہ اونکے ساتھ کیا گیا
وہ نہ کیا جاتا۔ لیکن حقیقت مین یہ خیال غلط ہے۔ لوگ اسکی خوبی کو سمجھ نہین سکتے۔
نفس انسانی ہوا سکا مقتضی ہے کہ ہمیشہ عیش و آرام اوٹھائے اگر اوسکے ساتھ
رعایت کی جائیگی تو وہ برابر سرکش ہی ہوتا جائیگا۔ اسیلیے ضرور ہے کہ

اونکی خواہشین روکی جائین - اور مختلف حالتون مین ڈالکر اونکی تہذیب کیجائے
علاوہ برین جبتک یہ خود تکلیفات مین پھنسیگا دوسرونکی مصیبتون اور
تکلیفونکو سمجھہ نہین سکتا - اور دوسرونکی مصیبتون مین اسکو ہمدردی نہین ہوسکتی
مخدوم کو جوان حالتون مین مزا ملا اوسکی وجہ یہ تھی کہ صرف نفس کی خواہش
سے وہ کھانے مین شریک ہوئے اور گاے کے حسن کا نظارہ کرنے لگے -
اوسکے بدلے مین جو وہ بدزبانی کے نشانہ بنے اور لاٹھی کی مار سہی اس سے
نفس کو گونہ تنبیہ ہوا - مزید بران یہ کہ آپ نے اصلا انکا بدلا نہ لیا - اپنے
اوپر نفس کی ذلت اوڑائی اور خصائل رحمانی کے دشمن کو بھاری شکست دی
یہی سبب تھا کہ مخدوم نہایت محظوظ ہوئے -

چولھائی کی مخدوم سے ملاقات

اسی بادیہ گردی کے زمانہ مین جب مخدوم بہیا کے جنگل مین تھے ایک
رذل چیو لھائی سے ملاقات ہوئی - یہ مویشی چرا رہے تھے - مخدوم کو تشنگی
کا غلبہ ہوا - چیو لھائی کے پاس گئے اور کہا کہ مجھے تھوڑا دودھ اپنی گاے سے
دوہ کر دو - اونھون نے کہا کہ ابھی یہ کنواری بچھیا ہے - اسکو دودھ نہین
ہوتا معاف کیجئے - مخدوم نے نہ مانا اور بہت مصر ہوئے میان بچو لھائی
غصہ مین آکر دوہنے لگے - خدا کی شان اتنا دودھ ہوا کہ برتن بھر گیا - پھر کیا تھا
بیچارے چیو لھائی قدم لینے لگے منت منت آئے اور بل بل گئے - مخدوم کا دامن
پکڑا اور گھربار سب کو تج دیا - رفیق شفیق ہاتھ آیا - منزل مقصود کو پہونچ گئے

بریدِ خلق و عزلت گزینی سے مخدوم کی غرض

سچ ہے۔ بیت تو تا کے کور مردان را پرستی ؛ بگرد کار مردان گرد و رستی

مخدوم کی اس عزلت گزینی اور برید خلق سے غرض یہ تھی کہ تکمیل اغراض مین پوری یکسوئی حاصل ہو۔ بلا یکسوئی کے کسی چیز کے حصول کی توقع نری بوالہوسی ہے۔ ہر شخص کو جو ذرا بھی غامض نظر رکھتا ہے آسانی سے اسکا ثبوت ملسکتا ہے۔ طلبا ہی کو دیکھو۔ ان مین سے جسکو ارتباط خلق اللہ کا چسکا لگ جاتا ہے اوسکو اپنی تحصیل مین کیسی ناکامیابی ہوتی ہے۔ یہ تو اون علوم کی تحصیل کا حال ہے جو مدونہ اور متعارفہ ہین۔ پھر اوسکی تحصیل و تکمیل جو نہایت ادق اور غیر مدون ہے دنیا کے بکھیڑون مین پھنسکر کیونکر ممکن ہے۔ اسی لیئے جو مردانہ وار اس راہ مین قدم رکھتا ہے وہ چار و ناچار علائق دنیاوی سے علحدہ ہوکر پہاڑون اور جنگلون مین بسیرا لیتا ہے۔ دنیا کے کل جرگے اور جماعتین اوسکو اپنی تحصیل مین حارج معلوم ہونے لگتی ہین۔

بادی النظر مین خلق اللہ سے یہہ انقطاع حصول مقصد کا منافی معلوم ہوتا ہے کیونکہ تجربہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تکرار ظہور سے کوئی فعل ہو اوسکا صدور قریب قریب فطرتی و طبعی کے ہوجاتا ہے پھر خلق سے انقطاع کے کیا معنے؟۔ ان مین رہنے سے خصائل محمودہ کو برت کر پختہ بنانے کا پورا موقع ملسکتا ہے۔ ایسی صورت مین خلق سے انقطاع

کے معنے کلیۃً موقع کا ہاتھ سے کھونا ہوگا - لیکن اسکو اچھے طور سے خیال رکھنا چاہیے کہ جہان ارتباطِ خلق سے خصائل محمودہ کو پختہ کرنیکا موقع ملتا ہے وہان خصائل مذمومہ کے پختہ کرنیکا بھی ویسا ہی موقع موجود ہے - دونون طرح کے خصائل کی تکمیل کے لئے برابر موقعے موجود ہین - ایسی حالت مین ضرور ہے کہ کوئی ایسی صورت حصولِ مقصد کی نکالی جاسے جس سے مطلب بھی حاصل ہو اور کسی قسم کا نقصان بھی مترتب نہو - اسلیے ضرور ہے کہ افعال کی (نیک ہون یا بد) اصل جڑ کیطرف رجوع کیا جاوے - ہمارے جتنے افعال ہین اونکے صدور کا کوئی نہ کوئی باعث ضرور مضمر ہوتا ہے - نیک ہین نیک بد ہین بد - اسلئے نہایت مناسب ہی کہ اصل جڑ کی اصلاح کیجاے - جتنے نیک افعال ہین وہ خواہی نخواہی للّٰہی خیال کے نتیجے ہین اور جو بد ہین وہ اللہ سے غفلت کے باعث اور یہ امر بھی مسلم ہے کہ جسکو جسکا جتنا دھیان ہوگا اوتنی ہی اوسکی خوشنودی مطلوب ہوگی - اسلئے نہایت ضرور ہے کہ پہلے اس بات کی کوشش کیجاسے کہ کسی ایسے سے ربط پیدا کیا جاسے جو خیر محض ہو - اور اللہ سے بڑھکر دوسرا کون ایسا ہو سکتا ہے - اسواسطے بہتر ہوگا کہ اللہ سے ربط پیدا کرنیکی کوشش کیجاے اس ربط کے حصول کے لئے بہت سی نگہداشتونکی ضرورت ہوگی جیسطور سے کسی انسان سے ربط پیدا کرنے کیلئے بہت سی نگہداشتونکی ضرورت ہوتی ہے -

اوسی طور سے یہان بھی سمجھو۔ مگر جو فرق اللہ اور بندہ مین ہے وہی فرق دونون کے
مراسم حصولِ ارتباط مین ہے۔ پھر جتنا ربط زیادہ اوتنا ہی شفقت زیادہ۔ اور چونکہ
اللہ سب سے زیادہ عزیز ہو اسی لیئے اوسکے ربط کو انہماک سے بھی گزرا ہوا ہونا
مناسب ہی۔ یہانتک کہ گویا اللہ و بندہ مین دوئی باقی نرہے۔ پھر جب
یہ مقام حاصل ہو جائیگا۔ تب جتنے افعال صادر ہونگے وہ اللہ ہی کی جانب سے
ہونگے اور اسلیئے نیک ہونگے۔ اور انکا صدور بلا تکلف محض فطرتی طور سے
ہونے لگیگا۔ اس ربط کے حصول کا ذریعہ اوسکی مخلوقات کے مشاہدے مین
اور یہ بات یکسوئی کے ساتھ برابر اوسکا دھیان رکھنے سے ممکن ہے۔ طالب کا کھانا۔
پینا۔ جاگنا۔ سونا۔ اوڑھنا بچھونا سب اوسیکی دھن مین ہونا چاہئے نفس کی پابندی
کے ساتھ ایسی گہری دھن جمنی ناممکن ہے۔ اسیلیئے جو سالک ایکا ہوتا ہے
وہ نہایت خضوع و خشوع سے تارک الدنیا ہوکر اپنے مطلب مین مشغول
ہوتا ہے۔ زحمتین جو اوسکو اس راہ مین ہوتی ہین وہ اوسکے حصول مقصد کے
حق مین رحمت ہو جاتی ہین جسطرح طالب العلمی کے زمانہ کی سختیان طالب العلم
کے شوق کو بھڑکاتی رہتی ہین۔ اور اوسکے چونکانے کے لیے تازیانہ کا کام دیتی
ہین اوسیطرح سالک کو اس بادیہ نوردی اور عزلت گزینی کی تکالیف
کسی وقت مین اپنے اصلی مقصد سے غافل نہین ہونے دیتین۔ اور چونکہ اسکے
اغراض کے حصول کے لئے تہذیبِ نفس و ہضمِ نفس ویسے ہی ہین جیسے معلوم

وفنون کے حصول کے لئے ممارست زبان وقوت قرأت - اسلئے وہ ہلاکت وسرشکنی نفس کا (جو اوسکے مقصد کے حصول کا پہلا زینہ ہے) کوئی دقیقہ اوٹھا نہین رکھتا - طرح طرح کی تکلیفین - قسم قسم کی شکستین وہ اپنے نفس کو دیتا ہے تب جاکر سالہا سال کے بعد پوری تہذیب وہضم نفس حاصل ہوتی ہے اور سالک کو اپنے شاہد مقصود کا جلوہ نظر آنے لگتا ہے - اور کتاب اللہ کا جو اوسکی ساری مخلوقات کو شامل ہے بدیہیات کے مشاہدات سے علم حاصل ہونے لگتا ہے - اور اسطور سے اوسکی تکمیل کا فتح باب دیکھائی دینے لگتا ہے - یہانتک کہ وہ اسرار غیبی ورموز لاریبی پر حاوی ہوجاتا ہے - اور کل پردے غیب کے اوسکے سامنے سے اوٹھ جاتے ہین اور درجۂ یگانگیت مین پہونچ جاتا ہے -

ان امور کے حصول کے بعد سالک کے دو طائفے ہوجاتے ہین - ایک تو وہ کہ وصول کے بعد بحر وحدت مین غرق ہوجاتا ہے - اور ماہی فنا کے شکم مین ایسا ناچیز ومستہلک ہوجاتا ہے کہ ساحل تفرقہ وناحیت بقا مین ہرگز اوسکی خبر اور اوسکا اثر تک نہین ہوتا - اور سکان قباب غیرت وقطان دیار حیرت مین منسلک ہوجاتا ہے - اور دوسرے کی تعلیم کی طرف ملتفت نہین ہوسکتا - دوسرا وہ کہ دنیا کی سوسائٹی مین اپنی جگہ لیتا ہے اور اپنے علوم محصولہ سے خلق کو فائدے پہونچاتا ہے - اور بغیر اسکے کہ

خود اونکے عیوب سے متاثر ہو - اپنے اخلاق محمودہ کا اثر دوسرون پر ڈالتا ہے
اور اسطور سے اوسکی دردسری و مشقت انگیزی کا دنیاوی رو سے ایک
نہایت موثر نتیجہ مترتب ہوتا ہے - اور وہ اس قول کے ذیل مین آتا ہی کہ
اَلشَّیْخُ فِیْ قَوْمِہٖ کَالنَّبِیِّ فِیْ اُمَّتِہٖ - مخدوم اسی دوسرے
طائفہ مین تھے -

سکونت بہار - عطای جاگیر - خانقاہ کی تعمیر - مخدوم کی مجلسین - طریقہ تعلیم ظاہری و باطنی - صوفیون کے مختلف خاندان - مخدوم کی معاشرت سماع کی مجلسین - علما کی تذکیر - مخدوم کا اپنے تلامذہ کے ساتھ برتاؤ - مخدوم کے ممیز مستفیدین - عامۂ خلائق کے ساتھ مخدوم کا برتاؤ -

مخدوم کی بہار مین سکونت

سالہا سال کی ریاضات و مجاہدات کے بعد دعوت خلق کا سامان
دکھائی دینے لگا - خال خال لوگ جنگلون مین مخدوم سے ملنے لگے - سلطان
نظام الدین اولیا کے اکثر مریدین اوس زمانہ مین بوجہ تعلقات سلطانی

یا بطور خوشباشی بہار مین سکونت پذیر تھے اونکو جب مخدوم کی ملاقات کی خبر ملی تو وہ اکثر مخدوم کی ٹوہ مین جنگل کیطرف نکل جاتے۔ اور آپ کی صحبت بابرکت سے مشرف ہوتے۔ ان مین مولانا نظام مولے سب سے زیادہ طالب صادق تھے۔ مخدوم نے جب انلوگونکو طالب صادق پایا تو اسپر راضی ہوگئے کہ ہر جمعہ کو جامع بہار مین تشریف لائین۔ اور تھوڑی دیر وہان ٹھہر کر انکو مستفیض کرین۔ سبھون نے بسروچشم اسکو مان لیا۔ زمانہ تک یہی معمول رہا کہ ہر جمعہ کو جامع بہار مین تشریف لاتے اور اپنی صحبت بابرکت سے طالبین کو مستفید فرماتے۔ آخر الامر مستفیدون کی یہہ رائے ٹھہری کہ ایک خاص جگہ بنائی جاسے جہان مخدوم بعد از نماز جمعہ ٹھہرین۔ اور تعلیم وتلقین فرمائین۔ رفتہ رفتہ ایک دوروز کے قیام کی نوبت بھی آنے لگی۔ یہہ امر درمیان سنین ۷۲۱ و ۷۴۲ کے واقع ہوا۔ کیونکہ مخدوم نے بیعت کے بعد تقریباً تیس سال جنگلون اور بیابانون مین بسر کی جیساکہ خود مخدوم کے بیان سے جو اوپر لکھا جا چکا ہے ثابت ہوتا ہے۔ علاوہ ازین مخدوم کی بیعت ۶۹۱ھ مین لازمی طور سے ماننی پڑتی ہے۔ کیونکہ حضرت نجیب الدین فردوسی رح کا ارتحال اسی سال مین ہے۔ اس حساب سے ۷۲۱ھ مین تیس برس پورے ہوتے ہین۔ لیکن یہان پر ایک دوسرا خدشہ گذرنا ممکن ہے۔ وہ یہہ ہے کہ کچھ ضرور نہین کہ جنگلون سے نکلنے کے بعد ہی فوراً مخدوم نے بہار مین سکونت

اختیار کی ہو۔ اسکا جواب یہ ہے کہ ہان یہ ضرور ہے کیونکہ یہ کسی روایت سے نہین معلوم ہوتا
کہ مخدوم نے جنگل سے نکلنے کے بعد کسی دوسرے قصبہ یا شہر مین قیام کیا۔ بلکہ جتنی
روایتین اس بارہ مین ہین سب سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ مخدوم جنگل سے جو نکلے تو
بہار ہی مین آئے اور قیام پذیر ہوئے۔

علاوہ برین بہار ہی کے قیام کے زمانہ مین قاضی زاہد نے مخدوم سے
پوچھا تھا کہ مرد خدا ہند مین کون ہے۔ آپ نے اسکا جواب دیا تھا کہ "آن دیو
پانی پتی" یعنی شیخ شرف الدین پانی پتی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اوس زمانہ
مین شرف الدین پانی پتی زندہ تھے کیونکہ سوال احیا سے تھا اموات سے
نہین۔ انکا وصال ۷۲۴ھ ہجری مین ہوا۔ اسلئے ضرور ہے کہ مخدوم کی بہار مین
سکونت پذیری کا زمانہ کم سے کم مابین سنین سات سو اکیس (۷۲۱ھ) و
سات سو چوبیس (۷۲۴ھ) کے مانا جائے۔ اسی اثنا مین مولانا نظام مولی نے
اپنے مال فرگنے سے مخدوم کے رہنے کے لئے ایک مکان بیرون شہر بہار تعمیر کرایا
تھا۔ اور ایک روز دعوت کر کے یاران شیخ نظام الدین نے آپ سے سجادہ پر
بیٹھنے کی درخواست کی۔ آپ نے اونکی التماس کو قبول فرمایا۔ مگر اونکی طرف
مخاطب ہوکر یہہ بھی فرمایا کہ "یارو! تمھاری مجالست نے مجھے اس حد تک پہونچایا
کہ اس بتخانہ مین لا بٹھایا"

چند برسون کے بعد سلطان محمد شاہ تغلق ۷۲۵ھ ہجری مین برسر [illegible]

ہوا اوسکو یہہ خبر ملی کہ شیخ **شرف الدین** جو مدت دراز سے عزلت گزین تھے۔ اور خلائق سے انقطاع رکھتے تھے اور جنگلون مین ریاضات و مجاہدات مین مشغول تھے اب آبادی مین آئے۔ اور لوگون سے اختلاط رکھتے ہین - یہہ بادشاہ عجایبات روزگار سے تھا۔ خلق اللہ اسکو ظالم کہتی تھی اور وہ آپ اپنے کو عادل جانتا تھا - عالمون اور فاضلون کو لاکھون روپے دیتا تھا - محتاجون کے واسطے محتاج خانے - بیمارون کے لئے شفا خانے - مسافرون کے لئے مسافرخانے بنوائے - اسلام اسکو وراثت مین ملا تھا - پنجوقتی نماز کا پابند - رمضان کے روزے کبھی ناغہ نہین ہوتے - نشہ کے کبھی گرد نہ پھٹکتا - حرامکاری سے نفور - قماربازی سے کوسون دور - اکثر اہل اللہ کو اونکے حجرۂ عبادت سے نکالکر اسنے مسند حکومت و ریاست پر بٹھایا - **شیخ نصیر الدین محمود** کو ایک شاہی عہدہ پر ممتاز کرنا چاہا - جب اونھون نے قبول کرنے سے انکار کیا تو طرح طرح کی ایذائین اوٹھائین - **سید جلال بخاری** کو لنگر فقرا کی خدمت سپرد کی **ابن بطوطہ** مشہور سیاح جب دہلی پہونچا - زبردستی اوسکو عہدۂ قضا پر مامور فرمایا - جس سے برسون کے بعد ہزار دقت اوسکی برأت ہوئی - اس بادشاہ کا قول تھا کہ اگر ایسے لوگ عہدے پائینگے تو خلق اللہ پر ہرگز ظلم نہوگا۔

بادشاہ نے **مجد الملک مقطع بہار** کے نام فرمان جاری کیا کہ شیخ **شرف الدین منیری** کے لئے - بہار مین ایک خانقاہ تعمیر

کرا دیجائے ۔ اور پرگنہ **راجگیر** فقرائے خانقاہ کے خرچ کے لئے اونکے حوالہ کیا جائے ۔ اور اگر وہ قبول نکریں تو زبردستی اون سے قبول کراؤ ۔ اسکے ساتھ ایک مصلائے بلغاری مخدوم کے لئے اپنی نشانی بھیجی ۔ **مجد الملک** وہ فرمان اور مصلا لیکر مخدوم کے یہان حاضر ہوا ۔ اور یہ بات عرض کی کہ میری کیا مجال ہے کہ جو کچھ بادشاہ نے لکھا ہے اوسپر اقدام کرون لیکن اگر حضور بادشاہ کی التماس قبول نفرمائینگے تو وہ مجھکو تقصیروار ٹھہرائیگا ۔ اور اوسکا حال خوب معلوم ہے اللہ ہی کو علم ہے کہ وہ میرے ساتھ کیا کریگا ۔ جب **مجد الملک** کی الحاح بہت بڑھی تو مخدوم نے باکراہ تمام قبول فرمایا ۔

تعمیر خانقاہ

خانقاہ کی تعمیر شروع ہوئی ۔ اور تھوڑے دنون مین بنکر تیار ہو گئی **مجد الملک** نے تمام انگرادون اور ارباب تصوف اور مریدان شیخ **نظام الدین** کی دعوت کی ۔ شروع مجلس سے آخر تک جماعت خانہ کی صحن مین سماع ہوتا رہا ۔ ایک مقام علحدہ جسمین ایک حجرہ اور ایک دالان تھا ۔ مخدوم کے لئے درست کیا گیا تھا ۔ اور وہی مصلائے بلغاری جو بادشاہ نے بھیجا تھا وہان بچھایا گیا ۔ مخدوم اوسپر متمکن ہوئے ۔ ایک مسافر درویش جو مجلس مین حاضر تھا اپنی جگہ سے اوٹھکر مخدوم کے حجرہ مین آیا ۔ مخدوم اوسکی جانب مخاطب ہوئے ۔ اور آپنے فرمایا کہ یہ منزل اور مقام تمھارا ہے مین تو **مجد الملک** کے حکم کی تعمیل کرتا ہون ۔ کہ اطاعت اولی الامر سے چارہ نہین ہے ۔ اور یہان جو کچھ ہے فقیرون پر صدقہ ہے

ہین تو اسلام ہی کے لائق نہین۔ چہ جائیکہ مصلے کے لائق ہون۔ اوس فقیر نے کہا کہ "مخدوم! تمکو خانقاہ اور مصلے کی وجہ سے کون پہچانتا ہے!۔ تمکو جو شخص پہچانتا ہے، حق کیوجہ سے پہچانتا ہے۔ ہملوگ یہان صرف آپ کی قوت باطن اور آپ کی طفیل سے آئے ہین۔ یہان آپ کی برکت سے اسلام ظاہر ہوگا اور قوت پکڑیگا"۔ مخدوم نے فرمایا کہ جو فقرا کی زبان سے نکلتا ہے وہی ہوتا ہے۔ اور یہہ مصرع پڑھا مصرعہ "آنراکہ خود سلطان بود او ہرچہ گوید آن بود۔

اسکا کوئی پتا نہین چلتا کہ کس سن مین سلطان محمد شاہ تغلق نے یہہ جاگیر عنایت کی۔ اور خانقاہ کی تعمیر ہوئی۔ نہ تو کسی دوسرے کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے اور نہ خود مخدوم ہی کی تصنیفات سے کوئی سن ٹھیک ظاہر ہوتا ہے جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ صرف اسیقدر کہ محمد شاہ تغلق کے زمانہ مین یہ سب کچھ ہوا۔ اور چونکہ انکا ذکر معدن المعانی مین پایا جاتا ہے جسمین قبل سنہ ۷۴۷ ہجری کے ملفوظات ہین۔ اس لئے جو کچھ کہا جاسکتا ہے وہ صرف اسیقدر کہ مابین سنین سات سے پچیس (۷۲۵ھ) اور سات سو چھیالیس (۷۴۶ھ) کے کسی سنہ مین خانقاہ بنی اور جاگیر ملی۔

بہار مین سکونت پذیر ہونے کے بعد مخدوم کی والدہ اور صاحبزادے اور اکثر اعزہ بہار چلے آئے اور مخدوم کے زیر سایہ بسر اوقات کرنے لگے۔

مریدوں اور مسترشدوں کا بھی مجمع ہو گیا۔ دور دور سے لوگ آپ کے گرویدہ ہو کر آنے لگے۔ مخدوم نے عمر کا بقیہ حصہ جو ساٹھ سال کے قریب ہوتا ہے بہار ہی میں بسر کیا۔ اگرچہ اس اثنا میں بھی اکثر باہر نکل جایا کرتے تھے اور دو ایک مہینا باہر ہی کوہ و جنگل میں رہتے تھے۔ لیکن توطن سے جو مراد ہے وہ بہار ہی میں تھا۔ مخدوم کے اس حصۂ زندگی کے احوال جو بہار میں گزرا آپ کے ملفوظات اور مکتوبات سے پورے طور سے معلوم ہوتے ہیں۔ آپ کے ملفوظات اٹھا کر دیکھو تو تمکو پورے طور سے معلوم ہو جائیگا کہ مخدوم کی مجلسوں کا کیا رنگ تھا۔ کیسے کیسے لوگ آپ کی صحبت میں رہتے تھے۔ کیسے کیسے تذکرے ہمیشہ ہوا کرتے تھے کس طرح کی زندگی بسر ہوتی تھی۔ یہ ملفوظات ایک طور سے روزنامچہ کا کام دیتے ہیں۔

مخدوم کی مجلسیں

آپ کی مجلسیں ایسی تھیں جہاں ہر شخص آزادی کے ساتھ کلام کر سکتا تھا ایک طرف درس و تدریس ہوتا تھا۔ اور ایک طرف فقہ۔ حدیث۔ کلام اصول۔ تفسیر منطق فلسفیات۔ ادب اور تصوف کے مسائل حل ہوتے تھے۔ ہر شخص حاضرین مجلس میں سے مختلف مسائل کے متعلق سوال کرتا تھا اور مخدوم ہر ایک کا جواب موافق فہم سائل کے دیتے تھے۔ ہر سائل اور ہر سامع مجاز تھا کہ آپ کی رائے سے اتفاق یا اختلاف کرے۔ اختلاف کے موقعوں پر آپ ہرگز اس زمانہ کے کٹھ ملاؤں کی طرح آستین نہیں چڑھاتے۔ یا اس زمانہ کے صوفیوں کے طرز پر مردود کرنے کیلئے

تیار نہین ہو جاتے۔ آپ نہایت معقول اور متین طریقہ سے رفع خدشات فرماتے تھے۔ اور معترض کی پوری تشفی کر دیتے تھے سب کے ساتھ نہایت ادب و توقیر سے پیش آتے تھے۔ اسی لئے معتقد تو معتقد جو محض اجنبی ہوتا وہ بھی نہایت ادب تعظیم سے آپ کے ساتھ پیش آتا تھا۔ آپ کی مجلسین غیبت و عیب گوئی سے مبرا ہوتین۔ جتنے تذکرے ہوتے وہ للّہی ہوتے۔ دنیاوی امور کا گزر نہین تک ہوتا۔ جہانتک خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب رضی اللہ عنہم اجمعین جائز رکھتے تھے۔ آپ کی مجلسین مین کہہ سکتا ہون کہ مجالس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ تھین۔ اور چونکہ آپ کی ذات مرجع خلائق ہو رہی تھی اسلئے ہر قسم کے لوگ مختلف حاجتین لیکر آپ کی مجلسون مین حاضر ہوتے اور آپ تا حد مقدور اونکو رفع کرتے۔ علماء و فضلا کا مجمع رہتا۔ بزرگان دین کے تذکرے ہوتے۔ پند و نصائح سے کام رہتا۔ گزشتہ بزرگان دین کے کارنامے سناکر حاضرین مجلس مین ہمت و جوش پھیلایا جایا کرتا۔ غرض کوئی طریقہ تعلیم و تلقین کا ایسا نہین تھا جو اوٹھا رکھا جاتا ہو۔ لوگ آتے اور نہایت آزادی سے گفتگو کرتے۔ آپ ہرگز برا نہ مانتے۔

مولانا مظفر بلخی کی حالت لکھی ہے کہ جب وہ مخدوم جہان کی خدمت مین آئے تو اونھون نے مناظرہ کے طور پر چند سوالات کئے۔ مخدوم نے جوابات شافی دئے۔ مگر مولانا اپنے زعم علم مین لا نسلم ہی پر تلے رہے۔ اکثر

دات مناظرہ سے باہر ہو ہو جاتے تھے۔ مگر مخدوم اپنے اخلاق کی وجہ سے کبھی
تند نہوئے اور دلائل و بیان واضح سے اونکو قائل کر کے اونکی تشفی فرمادی
مولانا کی آنکھیں کھل گئیں۔ اپنی بحث کی دلیری پر پشیمان ہوئے اور مخدوم
کے اخلاق و تحمل کے گرویدہ ہو گئے۔ یہانتک کہ آپ کے حلقۂ ارادت
مین داخل ہوئے۔

تعلیم و تعلم کے روسے اگر دیکھو تو مخدوم کی مجلسیں آجکل کا ڈبیٹنگ کلب
تھین جہان جسکا جس مضمون پر جی چاہتا ہے کچھ کہتا ہے اور دوسرے حاضرین
اوس سے اتفاق یا اختلاف کرتے ہین۔ اور آخر مین صدر مجلس حکم بنکر اپنی
راے محکم دیتا ہے۔ یا خود ہی صدر مجلس کسی مضمون کے متعلق کچھ تقریر کرتا ہے
اور سامعین اوسپر اعتراض کرتے ہین اور وہ جواب دیکر اونکی تشفی کردیتا ہے
مخدوم مجلس کے صدر تھے اور جتنے حاضرین مجلس تھے وہ اوسکے ممبر۔ اور
جسطور سے ڈبیٹنگ کلب مین مختلف لیاقت کے ممبر ہوتے ہین اوسی
طور سے آپ کی مجلس کے حضار بھی مختلف لیاقت و قابلیت کے لوگ تھے۔

ان مجلسون کی گفتگو برابر ایک طور کی یا ایک قسم کے مضمون پر محدود
نہین تھی۔ کوئی کسی کتاب پر مخدوم کی راے دریافت کرتا۔ اور کوئی ایک مسئلہ
علمی چھیڑ کر علوم کی نکات کی تشریح سنتا۔ کبھی مشائخان سلف کے معارف
کلام سے گفتگو ہوتی اور کبھی کوئی اپنے بچے کو لاکر مخدوم سے اوسکی بسم اللہ

کراتا۔ کبھی فقہا و محدثین سے کلام۔ اور کبھی فنافی الشیخ کا تذکرہ۔ کبھی زیارت
بزرگان دین کے آداب۔ نقلین بیان کرکے تعلیم کئے جاتے۔ اور کبھی ہوا و ہوس
کی برائیان بیان کرکے اون سے اجتناب کرایا جاتا۔ کبھی انسان کے اشرف المخلوقات
ہونے کا اثبات اور کبھی اوسکے عجز و درماندگی کا اظہار۔ کبھی سماع کی مجلسین۔
اور کبھی حلت و حرمت سماع پر بحثین۔ کبھی اپنے قصور طاعت پر رونا اور کبھی اوسکی
ذرا ذرا سی بخششونکو یاد کرکے شکر و حمد بجا لانا۔

مخدوم کی مجلسون کے ممیز اکثر مین قاضی صدرالدین۔ مولانا کریم الدین
قاضی منہاج الدین درون حصاری۔ شیخزادہ ذکی الدین۔ مولانا قمرالدین۔ مولانا
نظام الدین درون حصاری۔ قاضی اشرف۔ قاضی زاہد۔ قاضی شمس الدین۔
ملک شرف الدین۔ امیر سکندر۔ ملک معزالدین۔ قاضی خان۔ اور
زین بدر عربی تھے۔ یہ لوگ مخدوم کی مجلسون مین اکثر موجود رہتے۔ اور گفتگو
مین ممیز حصہ لیتے۔

زین بدر عربی جو مخدوم کے دست گرفتہ اور آپ کی ملفوظات کے
جامع ہین معدن المعانی کے خطبہ مین لکھتے ہین کہ "در ہر مجلسے و محفلے البتہ
از طالبان صادق و مریدان واثق و بندگان موافق کہ حاضر بودند ہر کسے در خور حال و کار خود ایراد سوالے از
طریقت والتماس بیان از شریعت و درخواست اشارے نیز از حقیقت و طلب اظہار رموز معرفت عرضہ میداشتند
بزرگی مخدوم نامور شیخ دین پرور در مقابلۂ سوال سائل جوابے شافی و بیانے کافی بعبارات دلپذیر و

واشارات — بے نظیر ارزانی میداشت - از ہر عبارتے صد معانی غیبی مستفاد و از ہر اشارتے ہزار
لطیفۂ لاریبی مراد - از ہر معنے مفہومات بے نہایت و از ہر لطیفۂ ادراکات
بے غایت - از ہر مفہومے حالات بے شمار و از ہر ادراکے مقامات بسیار - از ہر حالتے ذوقے
کہ آنرا میزان بیان نہ سنجد - و از ہر مقامے خبرے کہ در جہان نشان نگنجد ... قطعہ نشان این عنوان دیدہ
بدیدۂ پاک :: کہ آفتاب شناسی بہ بے بصر نرسد :: بہ ہیچ گرنہ ملامت بدیدگان نہ ازانکہ :: زبان تیزہ
را طعمہ بر شکر نرسد ::

زین بدر عربی کی بیعت

اول اول جو مخدوم سے مستفید ہوئے وہ مولینا نظام مولیٰ
اور اونکے ساتھی تھے - توطن کے بعد مستفیدونکی جماعت وسیع ہونا شروع ہوئی
دور دور سے لوگ مختلف طرق سے آکر آپ کے دامانِ فیض میں پلنے لگے -
مختلف درجے کے لوگ مختلف طریقہ سے آپ سے ملے - زین بدر عربی
کا حال لکھا ہے کہ یہہ بڑے شرابخوار تھے - ایک روز نشہ کی حالت میں اپنی
ماں کے یہاں گئے اور روپیہ مانگنے لگے - اوس ضعیفہ نے کہا کہ اگر تو نے کچھ
رکھنے کو دیا ہو تو مانگ - جب تو نے کچھ دیا ہی نہیں تو پھر یہہ مانگنا کیسا - یہہ
شرمائے - گھر سے نکلے اور سیدھے مخدوم کی خانقاہ میں چلے آئے - مخدوم
اپنے مصلے پر قبلہ رخ بیٹھے تھے - زین کو دیکھکر اپنی جانب بلایا - جب وہ
قریب گئے تو آپ نے اپنے مصلے کا گوشہ اوٹھایا اور فرمایا کہ دو مٹھیاں لے لو -
مگر زیادہ نہ لینا - زین نے حسب ہدایت دو مٹھیاں بھر لیں اور ماں کے یہاں پہونچے

ماں نے جوں ہی دیکھا بیٹے کو ڈانٹ کر بولین کہ افسوس ایسے بادشاہ سے تو نے

دشمن خدا کی درخواست کی۔ ماں کے کلام سے متنبہ ہوا۔ مخدوم کے یہاں آئے

اور توبہ کی۔ مصرعہ جو اول مین شرابی تھا وہ آخر پارسا نکلا۔

مولانا مظفر بلخی کی بیعت بھی بڑے زور و شور کے مناظرہ کے

مولانا مظفر بلخی کی بیعت

بعد ہوئی۔ مولانا نے مخدوم کے ساتھ کوئی دقیقہ بحث و مباحثہ کا اوٹھا

نہین رکھا۔ اور جب یہہ بات اونپر تمام ہوگئی کہ علوم ظاہری کے رو سے بھی مخدوم

اپنے وقت کے امام ہین۔ تب مولانا نے گردن ڈالدی اور مخدوم کی غلامی کی

عزت حاصل کی۔ یہہ واقعہ حصول بیعت کا غالباً ۷۵۵ھ یا ۷۵۶ھ ہجری مین ہوا

کیونکہ جو مکاتیب مولانا کے نام مخدوم نے لکھے ہین اونکے آغاز سے انجام تک

کا زمانہ ۲۵-۲۶ برس لوگون نے لکھا ہے۔ اسلئے لازمی طور سے سنین مذکورہ مین سے

ایک برس کم سے کم بیعت کے لئے ماننا ہوگا۔ کیونکہ مخدوم کا وصال ۷۸۲ھ ہجری مین

ہوا اور کم سے کم وہی زمانہ اختتام رسل و رسائل کا ضرور ہے۔

ایک جوگی کے مخدوم کے ہاتھ پر اسلام قبول کرنے کی نقل یون لکھی ہے

ایک جوگی کا مخدوم کے ہاتھ پر مسلمان ہونا

کہ ایک جوگی صاحب جمال بہار مین آیا۔ اور مخدوم کے بعض مریدون سے ملا۔

ان لوگون کے دل مین یہہ خدشہ گزرا کہ اللہ نے کیونکر ایک کافر کو ایسا حسن

بخشا۔ جوگی صفائے باطن حاصل کئے ہوئے تھا۔ انکے خدشہ پر واقف ہوگیا۔

اوسنے ان لوگون سے کہا کہ۔ دیکھو یہہ بہتر نہین ہے کہ ایسے خیالات دل مین آنے پائین

اور یہ پوچھا کہ تمھارا کوئی گرو بھی ہے یا نہین۔ انلوگون نے کہا کہ ہان ہے۔ اور مخدوم کا ذکر کیا۔ جوگی نے پوچھا کہ وہ میرے پاس آسکتے ہین یا نہین۔ انلوگون نے کہا کہ وہ کسی کے یہان نہین جاتے۔ اسپر جوگی نے کہا کہ خیر مجھی کو اونکے پاس نے چلو۔ یہہ لوگ اوسکو اپنے ساتھ لے چلے۔ جون ہی اوسکی نظر مخدوم پر پڑی بے تحاشا بھاگا۔ لوگون نے پوچھا کہ کیون بھاگتے ہو۔ اوسنے کہا کہ مخدوم "تار روپ ہو گئے ہین"۔ یعنی متصف بصفات حق ہین اون کے سامنے جانے کی طاقت نہین رکھتا۔ اگر جاؤن توجل جاؤن۔ لوگون نے مخدوم سے جاکر یہہ ماجرا بیان کیا۔ مخدوم مسکرائے۔ اور فرمایا کہ اب اوسکو لے آؤ وہ چلا آئیگا۔ الغرض وہ پھر آیا۔ اس مرتبہ سیدھا چلا آیا۔ اور آپ کی مجلس مین دیر تک بیٹھا۔ اسکے بعد اوسنے تلقین اسلام کی استدعا کی۔ مخدوم نے اوسکو اسلام تلقین کیا۔ تین دن تک اپنی صحبت مین رکھکر اوسکو وداع کیا۔ کام تمام کر چکا تھا صرف زنگار کفر اوسکو حجاب تھا۔ تھوڑی صحبت مین اوس زنگار کا بھی ازالہ ہو گیا۔ سچ ہے۔ **بیت** سر وحدت ہمہ روشن شود آنرا کہ دمے ٭ زنگ ہستی خود از آئینۂ دل بزدود ٭

مخدوم کا طریقۂ تعلیم

مخدوم کا طریقۂ تعلیم ظاہرا یہہ تھا کہ تمامی مسترشدین جو موجود رہتے وہ روزانہ آپ کی مجلس مین حاضر ہوتے۔ ان مین سے ایک شخص دینیات یا تصوف کی کوئی معتمد کتاب لیکر بیٹھتا اور اوس مین سے کوئی ایک مسئلہ پڑھتا۔

مخدوم اوسکی تشریح کرنا شروع کرتے۔ مختلف پیرایہ مین اوسکا بیان ہوتا کوئی
پہلو چھوڑا نہ جاتا۔ فقہ۔ اصول۔ حدیث۔ تفسیر۔ ادب۔ تاریخ۔ تصوف سبھی پہلو
پیش نظر رہتے۔ غضب کی موشگافیان ہوتین۔ اعتراض و جواب کے دروازے
کھل جاتے۔ اور اس طور سے متعلم کی پوری تشفی کے ساتھ تعلیم کیجاتی۔ یہہ اصول
تو ان لوگون کے ساتھ برتا جاتا تھا جو مخدوم کی صحبت مین موجود رہتے تھے۔ مگر
ان لوگون کے لئے جنکو مخدوم کی صحبت کا برابر موقع نہین تھا۔ مخدوم کا دوسرا
اصول تھا۔ انکی تعلیم مکتوبات اور رسالجات کے ذریعہ سے کیجاتی تھی۔

[illegible] باطنی

یہہ دونون اصول ظاہری تعلیم کے تھے۔ باطنی تعلیم کا طریقہ وہی تھا جو
مشائخان فردوس کا رہا۔ حسین نوشہ توحید اسی خصوص مین
فرماتے ہین۔ نظم

مقتدائے دین پیرم منبری	این سخن باما بگفت از سروری
کای پسر گر بخواہی اصل کار	این سخن را با دل خود یاد دار
این ریاضت نیست کہ رنجے بری	کم بگوئی کم بخسپی کم خوری
بچگان و طفل و ہم بیوہ زنان	این ریاضت میکنند از آب و نان
پاسبان دل شو اندر کل حال	تا نیابد ہیچ دزد آنجا مجال
ہر خیال غیر حق را دزد خوان	این ریاضت کاملان را فرض دان
از ہوا و حرص دل را قطع کن	با چنین رہ اتباع شرع کن

ہر کہ این رہ میرود دل شاد باد — واین نعم از بہر او آباد باد

مبتدیون کی تعلیم مین مخدوم کا جو اصول تھا وہ صاف صاف بتا رہا ہے کہ آپ لکیر کے فقیر نہ تھے۔ فطرت انسانی کے تمامی پہلو آپ کے پیش نظر تھے۔ رجحان طبعی۔ شوق۔ چگونگی خواہش۔ اور دلچسپی کو کہانتک کسی امر کے مستحضر کر لینے مین دخل ہے اسکو مخدوم پورے طور پر سمجھے ہوئے تھے۔ اور اسی لئے آپ نے اپنی تعلیم کا ایک مکمل اصول نہایت خوض وغور کے بعد قائم کر لیا تھا۔ تحفۂ غیبی مین آپ سے منقول ہے کہ:۔

"وقتے بصوم و وقتے بہ نماز۔ اگر از نماز تنگ آید بذکر شغل کند۔ واگر از ذکر تنگ آید بفکر مشغول شود۔ ہمین کہ از یکے ملول شود نقل بچیزے دیگر کند۔ اما بر یک چیز نتواند کہ بشر اگر در یک چیز ملازمت نماید ملول گردد .... پس وقتے در روزہ و وقتے در نماز و وقتے در تلاوت و وقتے در ذکر و وقتے در فکر مشغول شود کہ مقصود مشغولی است۔ .... اگر چیزے از طاعات وعبادات میکند تا آن زمان کند کہ ازان ملول نشدہ است۔ ہمین کہ ملول شود بگذارد۔ در طاعت ملول شدن وعیدے آمدہ است"۔

پھر فوائد رکنی مین تحریر فرماتے ہین کہ:۔ "اے برادر باید کہ در اوراد و وظائف خود مواظبت نماید بہیچ حال قصور و فتور را بران راہ ندہد۔ واز مطالع کتب مشائخ ومکتوبات خالی نباشد۔ زنہار ہزار زنہار۔ بزرگے را پرسیدند چون ما کارہائے کہ مشائخ کردہ اند نمی توانیم کرد در خواندن کلمات ایشان و در مطالعہ کتب ایشان ما را چہ فائدہ؟ فرمود

کہ کلمات مشائخ در روے زمین لشکر خدا است - اگر خوانندہ مرد بود او را شیر مرد گرداند - و اگر نامرد بود مرد گرداند - بزرگی را پرسیدند کہ اگر زمانہ آید کہ بزرگان را در زمانہ نیابیم چکنیم - گفت ہر روز باید کہ یک جزو کاغذ از کلمات ایشان بخوانند - اے برادر ہر کہ زندہ ہست یا در سایۂ دولت ایشان بود یا با کلمات ایشان بود و ہر کہ نہ آن بود و نہ این بود مردہ ہست و اسیر نفس کافر ہست ..... علی الدوام - ہر نوشتہ کہ بدان برادر رسیدہ ہست مطالعہ کند بحضور دل نہ بر رسم و عادت چون قصہ و افسانہ - و ہر چند در تنہائی بود بہتر بود۔"

پھر اوسی فوائد رکنی میں آپ تحریر فرماتے ہیں - "بدان اے برادر اول باید کہ جامہ و تن و لقمہ پاک و حلال بود - پس حواس خمسہ از معصیت و خلاف پاک بود - و آنکہ دل از جملہ اوصاف ذمیمہ چون بخل و حقد و حسد پاک بود - چون پاکی اول حاصل شد مرید یک قدم از راہ دین برفت - و چون پاکی دوم حاصل شد - مرید دو قدم از راہ دین برفت و چون پاکی سوم حاصل شد مرید سہ قدم از راہ دین برفت - حقیقت توبہ اینجا پدید گشت و مرید بحقیقت تائب اینجا شد - و این اگر دشش خوانند یعنی از حال آلودگی و پلیدی بحال پاکی بگشت کلیسا بود مسجد گشت - بتخانہ بود صومعہ گشت - انگاہ بر دل مرید آفتاب طالع شود و اسلام جمال خود بنماید - و ہر در معرفت بر سینہ وے بکشاید - اما بطہارت ہر معاملہ کہ ہست و ہر مجاہدہ کہ ہست گو باش - چنانکہ گفت - **بیت** اوصاف ذمیمہ چون بدل شد ؛ ہر حقہ کہ در تو بود حل شد ؛؛ و چون توبہ پدید آمد آفتاب ایمان پدید آمد کہ آفتاب ایمان در سینہ بقدر توبہ او تابد - ہمان مقدار کہ در گاہ توبہ بر وے کشادہ می شود - آفتاب ایمان بر قدر آن

تابش می باید۔ پس درست کردن مقام تو باہم مہمات است"۔

پھر مکتوبات صدی کے مکتوب بست و ہشتم میں تحریر فرماتے ہیں :

"اے برادر درین کار اصل استقامت است۔ ہر چہ کند بدان وجہ کند کہ در وے استقامت آید اگرچہ اندک بود کہ اندک با استقامت بسیار است و بسیار بے استقامت اندک . . . . .

و از جہال قوم و اہل تشکل و صورت و فضول و مدعی خود را نگاہ باید داشت و بخرافات ایشان مشغول نباید شد و از صحبت ایشان خود را دور باید داشت کہ اینچنین قوم در عالم بسیار اند . . . . . . و ہر چند در خلوت بودن میسر شود از اختلاط محترز باشد لیکن بر وجہے کہ رعایت حقوق ہم کردہ شود و در ہیچ حقے خللے نیفتد۔ و صحبت درویشان عالم عامل و عارف اگر میسر شود غنیمت شمرد و خدمت ایشان سبب سعادت دارین و نشوونما کار خویش داند"

مریدوں پر برابر تاکید رہتی تھی کہ اپنے سارے احوال سے اطلاع دیتے رہیں چنانچہ مکتوبات دو صدی کے مکتوب سی و یکم میں لکھتے ہیں کہ :- "مرید را نشاید کہ ہیچ کار خود از پیر پنہان دارد ہر چند آن کار شنیع بود۔ اگر مریض علت خویش بیان نکند طبیب دارو چگونہ کند و اگر علت دیگر بود او دیگر گوید ہم دارو نتواند کرد و اگر چیزے کند ہم صحت نیابد۔ پس ہر شرطیکہ مریض را با طبیب است مرید را با پیر ہمان است۔ بے تفاوت"۔

پھر اوسی مکتوبات کے مکتوب سی و دوم میں تحریر فرماتے ہیں کہ :-

"مخالفت نفس کار سر ہمہ عبادتہا است . . . . . . پس بقدر امکان خود مرید را باید کہ

مخالفت نفس پیش گیرد وانواع گرسنگی وتشنگی بردے دہد کہ نفس کا فرا بہیچ چیز چنان نرم ومنقاد نتواند کرد کہ بہ گرسنگی وتشنگی کہ این دو عقوبت او با برابر ہفت درکہٗ دوزخ ہست ؎۔

تعلیم باطنی مین مخدوم کا اصول

علاوہ برین مخدوم کا تعلیم مین دوسرا اصول یہ تھا کہ جس مین جیسی قابلیت دیکھتے ویسی ہی روش اوسکی تعلیم کی اختیار کرتے۔ اور جسکو جس وضع اور جس جگہ کا پاتے اوسی وضع اور جگہ کے موافق اوسکو چلاتے۔ مثلاً دو حضرات کو لو۔ مولٰنا مظفر۔ اور مولٰنا نصیر الدین جونپوری۔ مولٰنا مظفر امارت پر لات مار کر فقیرانہ طریقے سے غیر ملک مین مخدوم سے ملے۔ اور مولٰنا نصیر الدین اپنے ہی ملک اور جوار مین مخدوم کے حضور مین حاضر ہوئے۔ ایک گویا دہلی و بلخ سے آئے جو بہار سے ہزارون کوس پرے تھا۔ اور ایک جونپور سے جو بہ نسبت دہلی و بلخ کے گویا بہار ہی کے مضافات مین سے ہے۔ بہار مین بہت کم لوگ تھے۔ جو مولٰنا مظفر کی امارت سے واقف تھے۔ اور مولٰنا نصیر الدین جو کہ جونپور کے رہنے والے تھے۔ انکی حالت کے جاننے والے بہت ہو سکتے تھے۔ مخدوم نے مولٰنا مظفر کو ہمیشہ فقیرانہ ہی لباس مین دیکھنا پسند فرمایا۔ اور مولٰنا نصیر الدین نے جو ایک مرتبہ مولٰنا مظفر کی ریس کی اور اپنے لباس فاخرہ کو اوتار کر درویشانہ وضع سے مخدوم کی خدمت مین آئے تو اونکو لینے کے دینے پڑ گئے۔ مخدوم

مخاطب تک ہوئے۔ جب اونھون نے پھر اپنا لباس قدیم پہنا تو مخدوم
خوش ہوئے اور بولے۔

مکتوبات اور ملفوظات کو اوٹھاکر دیکھو کہ ہر شخص کی تعلیم کی چال دوسرے سے
الگ ہے لیکن داب شرع سب مین یکسان ہے۔

مخدوم کی تعلیم ملمع گری نہ تھی۔ حضرت حسین نوشہ توحید
فرماتے ہین کہ:۔ "خانہ شیخ شرف الحق والدین ملمع گری نشدہ ہست و نشود"۔ وہی روش
اختیار کرلیتے جس مین طالب کو سمجھتے کہ وہ مستقل رہیگا۔ ایک مرتبہ
شاہزادہ مبارک آپ کی زیارت کو آیا۔ اوس سے اور مخدوم سے جو
باتین ہوئین اوسکو معدن المعانی کے باب بست و چہارم سے انتخاب کر کے
مین مختصر طور پر یہان درج کرتا ہون:۔ **شاہزادہ مبارک** نے کہا کہ جب
مین نے بیعت کی میرے پیر نے مجھ سے کہا کہ اب تیری طبیعت کیا چاہتی ہے
تو تو شاہزادہ ہے۔ چاکری کیطرف میلان خاطر ہے یا دوسری مشغولی کیطرف۔
مین نے عرض کیا کہ اب تو مین آپ کی خدمت مین ہون جو اشارہ
ہو اوسکی تعمیل کردن۔ اونھون نے فرمایا۔ کہ جب اس راہ مین آئے
ہو سب چیزون کا ترک بہتر سمجھتے ہین۔ مین نے بھی قبول کرلیا۔ اور میرے
دل مین بھی یہی ٹھنی ہے۔ مخدوم نے فرمایا کہ شبہہ نہین کہ ترک بہتر ہے اگر
استقامت ہو۔ مگر کاش پھر متروک کیطرف التفات ہو گیا اور پشیمانی ہوئی

تو اس ترک کا کوئی نتیجہ نہین - ترک اوسی وجہ و مقدار سے بہتر ہے کہ ضرورت
کے وقت اوسپر التفات نہو تاکہ کار مستقیم و راست ہون - تو شاہزادہ
ہے - اپنے اقران و احبا کی مجلسون اور جماعتون مین ہمیشہ رہا ہے - اگر پھر
شاہزادونکی مجلسون مین گیا - اور اپنے اقران و احبا کی صحبت مین بیٹھا - تو اونکو
معیشت کے اعتبار سے فارغ البال پاکر جو ناخوشی تجھکو ہوگی اور جو تغیر
تجھمین ہوگا اوسکی حد کہان ہے - فوراً تجھمین ناخوشی کی تبدیلی پیدا ہوگی -
پھر اس ترک کا کوئی فائدہ نہین - ایسے بہت ہین جو کہتے ہین کہ مین نے سب
ترک کیا اور مین زاہد و عابد ہون لیکن جب وقت پڑتا ہے تو کام مین سستی
کرتے ہین اور ناخوش ہوتے ہین - یہ سب نفس کا دھوکا ہے - بے امتحان
کے ایسے دعوون پر اعتبار نکرنا چاہئے - **مبارک** نے کہا کہ میرے دل مین
اب کوئی خواہش باقی نہین رہی - **مخدوم** نے فرمایا کہ - یہ سب نفس کا
افترا ہے - ایسے ایسے دھوکے یہ بہت دیتا ہے - جو لوگ اسکے دھوکھون
سے واقف ہین وہ اسکو خوب جانتے ہین - کہ آیا یہہ سچ ہے یا جھوٹھ کیونکہ
نفس کی صفت کذب ہے - اور دل کی صفت صدق - نفس جو کچھ کہتا ہے کذب
کہتا ہے اور دل جو کچھ کہتا ہے صدق کہتا ہے - یہان پر یہہ اعتراض ہوتا ہے
کہ جو کام کہ انسان کرتا ہے اوسکا فرمان دینے والا دل ہے - اوسیکو جوارح عمل
مین لاتے ہین جو دل کہتا ہے - تب جونکہ دل کی صفت صدق ہے تو فرمان

وعمل مین تخالف کیون ہوتا ہے۔ اگر دل کی صفت صدق ہوتی تو عمل مین
کذب کیون ظاہر ہوتا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ عمل کا تخالف نفس کیوجہ سے ہے۔
کیونکہ وہ ساحت دل پر حاوی ہو رہا ہے اور اوسکی جگہ بیٹھکر کے دلکی چوری کرتا ہے
اور دل کیطرف مضاف کر دیتا ہے۔ اسی لئے یہ عمل کا خلاف ظاہر ہوتا ہے
اسکی تلبیسات کو ارباب معرفت خوب جانتے ہین۔ دوسرونکو یہہ نہین معلوم
ہوتین۔ اگر کسی چیز کی نفس کو خواہش ہوئی اور اوس چیز کو اوسنے نہین
پایا تو کہتے ہین قبض ہے۔ اور اگر اوسنے پالیا تو کہتے ہین بسط حاصل ہوا۔
باوجودیکہ قبض وبسط مخصوص ہین دل کے لئے۔ اہل ترک وتجرید جو سب
چیزونکو ترک کرتے ہین پہلے وہ سب چیزونکو جو اون کے سامنے ہوتی ہین
خراب کر ڈالتے ہین۔ اگر ناگاہ کسی چیز کیطرف انکو التفات ہوا بس علوم ہوگیا
کہ دلکی خرابی ہوئی۔ جسکو کہ وہ قبل کہتا تھا کہ مین نے خراب کیا ہے اون صاحب
نے اوسکو خراب کیا۔ اب اسوقت جو اوسنے ایک چیز کیطرف التفات کیا اوسنے
دلکو خراب کیا۔ اور نفس جب تک مغلوب نہو جاے اوسکی تلبیسات ہر مقام مین
ہو سکتی ہین۔ اور ارباب بصیرت ہرگز اوسکی تلبیسات سے کسی مقام مین امین نہین
ہین۔ اگرچہ نفس انکا منقاد ومطیع ہوگیا ہو۔

آپ کی برابر تاکید تھی کہ جو کام کرو استقامت سے کرو۔ غیر مستقل طریقہ کو
آپ اچھا نہین سمجھتے تھے۔ آپ اسکو بھی بہتر نہین سمجھتے تھے کہ صرف ظاہرداری

ملحوظ رکھی جائے۔ بلکہ فہمایش تھی کہ ہر بات کی تہہ کو پہونچو۔ صرف صورت پر نہ مرو معانی کو دیکھو۔ جہال قوم۔ اہل شکل و صورت۔ فضول گو اور جھوٹے مدعیوں سے بچو۔ اگر خلوت اختیار کرو تو رعایت حقوق کا خیال رہے۔ اس سے نہ چوکو۔ علما و عرفا کی صحبت جہانتک میسر ہو اوسکو غنیمت جانو۔

تحفۂ غیبی مین آپ فرماتے ہین کہ "عارفان را دو سرمایہ ست یکے ہمت و دیگری افلاس تا گویند ہر کہ صفوت آدم و خلت ابراہیم و مکالمت موسیٰ و روحانیت عیسیٰ علیہم السلام یابد و سرش بدان فرو د آید بے ہمت است"۔ اسیلئے بلندی ہمت و افلاس کی اپنے مسترشدین پر آپ برابر تاکید فرمایا کرتے تھے۔ ہمت ہمت مردان اور دنیا بقدر ضرورت ہونی چاہیئے۔ یہی باتین تھین جنکو مخدوم مختلف پیرایہ مین اپنے مسترشدونکو جتایا کرتے تھے۔

مکتوبات دو صدی کے مکتوب پنجاہ و ہشتم مین فرماتے ہین "زنہار زنہار آخر عمر است و فرصت عزیز است بنوعے و جہے خود را ازین زمرہ بیرون آرد و گذشتہ را بہ توبہ و استغفار تدارک نماید و از مطالعہ و مجادلہ کتب دعاوی و قطع خصومت اعراض نماید و کتب مشائخ طریقت کلمات اہل تصوف پیش نہد و بحق مشغول گردد امید بود کہ بذکر حق از نفس پرستی بیرون آید و خدا پرست گردد"۔

آپ کی ہدایت تھی کہ ایسے کی پیروی کرو جو اوستاد طریق اور علم و عمل سے آراستہ ہو۔ اور مشائخون کے کلمات و عبارات و اشارات سے بخوبی واقف ہو اور مبتدی و متوسط و منتہی کے اعمال و اخلاق و احوال کے مفسدات سے آگاہ ہو اور ہر کام کے فواید و آفات کو جانتا ہو۔ مکتوبات دو صدی

کے مکتوب بست و ہشتم (۲۸) مین فرماتے ہین کہ :- "کار سخن کسے باید کردن کہ بعلم و عمل آراستہ بود و مذہب این طائفہ نیکو بداند و نگاہ دارد و ند اصول و فروع این طریق او استاد بود و تاویل کلمات مشائخ و عبارت و اشارت ایشان بر قانون سنت و جماعت فہم کردہ بود و فوائد و آفات ہر کارے و مفسدات اعمال و اخلاق و احوال مبتدی و متوسط و منتہی معلوم کردہ باشد"

اعمال مین نیت اصل کار ہے۔ ہزار زہد و اتقا برتو۔ خیر و خیرات کرو۔ اگر صرف ظاہرداری اور دکھاوا ہے تو وہ عنداللہ کچھ وقعت نہین رکھتا۔ مخدوم اسکو کہتے ہین کہ :- "منظور حق نہ مجرد عمل و صورت ہست بلکہ منظور خداوند آنست کہ در درون سینۂ تست"۔ آپ اسی لئے اپنے لوگون پر بھی اسی کی تاکید فرماتے ہین۔ سہ کہتے ہین کہ :- "اگر توانی نیت و ارادت درست کن کہ عمل مومن جز کے نتواند بود چنانکہ اگر مردے بحج برود و رضائے مادر نگاہ نتواند داشت نرود بسبب رضائے مادر حج نتواند کرد و ہمچنین عمل دیگر۔ اما نیتش بہمہ خیرات و طاعات برسد۔ پس ثواب عمل مومن محدود بود کہ عملش محدود است۔ و ثواب نیت مومن بیحد بود کہ نیت طاعات و خیرات را حدے نبود نِیَّةُ الْمُؤْمِنِ خَیْرٌ مِّنْ عَمَلِہٖ این بود تا اگر کسے را نیتے و ارادتے درست بود و لیکن بعذرے بدان کار نرسد۔ چنانکہ بیماری از حج باز دارد و ضعیفی از جہاد باز دارد و مفلسی از صدقہ باز دارد ضرورت در اجر و ثواب برابر بود با آنکس کہ این ہمہ بکند...

...... اے برادر علم نیت بغایت دقیق و لطیف ہست۔ ہر کسے بدان راہ نتواند برد ہر چہ صاحب دل کند بر اندازہ نیت خود کند کہ نیت ہر کسے بر اندازہ او بود۔ مقلد را بر اندازہ

ایمان تقلیدی و ستدل را براندازۂ ایمان استدلالی و عارف را براندازۂ ایمان شاہدتی"

اپنے مریدون اور مسترشدون پر مخدوم کی برابر یہہ تاکید تھی کہ جب تمنے سلوک کی راہ اختیار کی ہے تو اوسی مین لگے رہو جشویات سے کام مت رکھو مولانا **مظفر شمس بلخی** جو آپکے خلیفہ تھے اپنے مکتوبات کے مکتوب یکصدو ہشتم مین لکھتے ہین کہ "خدمت شیخ ہمہ مریدان را منع میکردند کہ شمارا بدین (یعنی ایام نحس وغیر ذالک) چہ کار۔ شما دران راہے کہ آمدہ اید ہمدران باشید وانچہ شمارا درسلوک راہ خود براندازۂ شما مشکل ماند ہمان را ازکس استفسار کنید"۔

تصوف کے یہہ مختلف خاندان:

مشایخون کے مختلف خاندان ہین۔ ان مین سے کچھہ تو **خواجہ عبدالواحد زید**۔ اور کچھہ **خواجہ حبیب عجمی** تک پہونچتے ہین پانچ خاندان۔ زیدیان۔ عیاضیان۔ آدہمیان۔ ہبیریان چشتیان خواجہ **عبدالواحد زید** سے ملتے ہین۔

اور نو خاندان۔ حبیبیان۔ طیفوریان۔ کرخیان۔ سقطیان جنیدیان گاذرونیان۔ طوسیان۔ سہروردیان۔ فردوسیان۔ کو خواجہ **حبیب عجمی** سے انتساب ہے۔

زیدیان

زیدیان یہہ اوائل مین پانچ آدمی تھے۔ اور ان مین سے ہرایک حافظ کلام اللہ تھا۔ اور نہایت جامع و متبحر۔ یہہ نہایت سلیم القلب

ہوتے تھے۔ انکی روش یہ تھی۔ قرآن یاد کرنا۔ علم حاصل کرنا۔ ریاضت و مجاہدہ و خلوت اختیار کرنا۔ جنگلون مین صائم الدہر رہنا۔ تیسرے یا چوتھے یا پانچوین دن جنگلی پتیون اور گھانس سے افطار کرنا۔ اکثر دم تک کو آواز نہ پہونچانا حق کے ساتھ مشغول رہنا۔ ژند و پلاس کی پوشاک بنانا۔ یہ اپنے کو خواجہ عبدالواحد زید کیطرف منسوب کرتے تھے۔

عبدالمنیان

عیاضیان:۔ یہ اپنے کو شیخ **فضیل عیاض** کیطرف منسوب کرتے تھے۔ انکی روش یہ تھی۔ تنہا و مجرد رہنا۔ علے الدوام سفر کرنا۔ اگر بغیر طلب کچھ ملجاسے کھا لینا ورنہ فاقہ کرنا۔ شب بیداری کرنی۔ صبح کو مسافرت کرنا۔ خلق سے نہ ملنا۔ ماسوے اللہ کو ترک کرنا حق کے ساتھ مشغول رہنا۔

ادھمیان

ادہمیان:۔ انکو سلطان **ابراہیم ادہم** سے انتساب ہے۔ انکی روش یہ تھی۔ مجرد رہنا۔ ژند کا ملبوس بنانا۔ سفر و حضر مین ذکر جلی کرنا۔ کسی سے طمع نکرنا۔ جو کچھ بغیر طلب کے ملجاے اوسکو فقرا پر تقسیم کردینا اور اونکی طفیل مین دو تین لقمے خود کھا لینا۔ ہرگز اہل دنیا کیطرف مائل نہونا

ھبیریان

ہبیریان:۔ یہ شیخ **ہبیرہ بصری** کیطرف منسوب ہین۔ انکی روش یہ تھی۔ بستی اور آبادی مین مسکن نہ بنانا۔ جنگلون مین مجرد رہنا جنگلی پھل اور گھانس کھانا۔ شب و روز باوضو رہنا۔ حضور دل کے ساتھ نماز

پڑھنا۔ دنیا اور اہل دنیا کے گرد نہ پھٹکنا۔ کسی سے فتوح نہ لینا۔
تین چار دن کے بعد پھل یا سبزی سے بے نمک افطار کرنا۔

چشتیان:۔ یہ شیخ علی دینوری سے منسوب ہین۔
انکے سلسلہ کے سردار شیخ ابو اسحاق چشتی ہین۔ یہ بغداد مین شیخ
علی دینوری کے مرید ہوئے۔ پیر نے انسے انکا نام پوچھا انھون
نے کہا کہ ابو اسحاق چشتی۔ شیخ نے فرمایا کہ تم خواجہ چشت ہو
چشت کا اسلام تمھاری وجہ سے ہے۔ خلافت دی اور خرقہ پہنا کر کہا
کہ چشت جاؤ۔ تم خواجہ چشت ہو۔ اوس روز سے یہ سلسلہ چشتی کہلانے لگا
پانچ اشخاص ہین جو خواجگان چشت اہل بہشت کہلاتے ہین۔ خواجہ
ابو اسحاق چشتی۔ خواجہ ابو احمد چشتی۔ خواجہ ابو محمد چشتی۔ ناصر الدین چشتی
خواجہ قطب الدین مودود چشتی۔ انکی روش یہ تھی۔ شہر و دہات مین
مسکن بنانا۔ خلق اللہ کو حق کی طرف دعوت کرنا۔ جو کچھ کہ غیر حق ہے اوسکو
خالصاً للہ چھوڑ دینا۔ دنیا اور اہل دنیا کے گرد نہ پھٹکنا۔ ہمیشہ ریاضت و
مجاہدہ مین رہنا۔ فقر و فاقہ اختیار کرنا۔ غربا اور مساکین کے ساتھ صحبت
رکھنی۔ فقیرون کے ساتھ کھانا۔ اہل سماع کو دوست رکھنا۔ پیرون کا عرس
کرنا۔ فقیرونکی تعظیم کرنی۔ اغنیا کو فقرا پر مرجح نہ رکھنا۔ فقرا کا ہاتھ خود
دھولانا۔ خود اونکو کھانا کھلانا۔ باعلم و باورع ہونا۔ تزکیہ و تصفیہ باطن اور

ریاضت کر لینا تب مرید ہونا۔

حبیبیان

حبیبیان:۔ اس سلسلہ کے پیر حلقہ **حبیب عجمی** ہین۔ دو بھائی تھے دونون عالم و متقی و اصلح الناس۔ انھون نے حبیب عجمی سے خلافت پائی اور ان ہی کے اسم سے مسمّے ہوئے۔ پیر کے حکم سے کوہ حل مین مشغول بخدا ہوئے۔ بارہ برس وہان عبادت کی۔ خلق سے نہ ملتے تھے۔ تنہا تھے۔ سات روز کے بعد ایک یا دو خرمون پر افطار کرتے تھے۔ روش انکی یہہ ہے۔ مجلسون مین نہ جانا۔ فتوح نہ لینا۔ برابر ذکر حق مین مشغول رہنا۔ مرقع پہننا۔ نیا کپڑا اگر ملجاے فقرا کو دیدینا۔

طیفوریان

طیفوریان:۔ انکو سلطان العارفین **بایزید بسطامی** سے نسبت ہے۔ **بایزید** کا نام **طیفور** تھا۔ یہہ حبیب عجمی کے خلیفہ ہین حسن بصری۔ اور امام جعفر صادق علیہما السلام کی صحبت یافتہ تھے لیکن انکی تربیت حبیب عجمی سے ہوئی تھی۔

کرخیان

کرخیان:۔ انکو شیخ **معروف کرخی** سے انتساب ہے۔ انکی روشش یہہ تھی۔ خان ومان کو ترک کرنا۔ عزلت اختیار کرنی۔ روزے رکھنا۔ تائب وذاکر رہنا۔ خوف خدا سے خوب رونا۔ غربا وفقرا کو دوست رکھنا۔ اپنے کو بد اور دوسرون کو اپنے سے بہتر سمجھنا۔ ریاضت ومجاہدہ کرنا۔

سقطیان

سقطیان:۔ یہہ **سری سقطی** سے منسوب ہین۔ سری سقطی

معروف کرخی کے خلیفہ تھے۔ تین شخص بلوک سے سری سقطی کے مرید ہوے اور اپنے کو ان کے نام سے منسوب کیا۔ انکی روش یہ تھی۔ ژندہ پوشی اختیار کرنی۔ صائم الدہر رہنا کسیکا فتوح قبول نہ کرنا۔ تیسرے یا چوتھے روز شام کے وقت اپنے خلوت سے نکلکر دریوزہ گری سے افطار کرنا۔

جنیدیان

جنیدیان:۔ انکو شیخ **جنید بغدادی** رحہ سے انتساب ہے دو اعرابی۔ عثمان علی دقاق۔ اور شیخ محی الدین منصور نامی بڑے متقی و عالم اور امام ابو حنیفہ رحہ کے شاگرد تھے۔ یہہ نہایت معمر و شیخ فانی تھے۔ ساتوین روز افطار کرتے تھے۔ سات برس ریاضت و مجاہدہ کر کے حضرت جنید کے حلقہ ارادت مین آئے۔ اور اونکے خلیفہ ہوئے۔ اور اپنے کو اون سے منسوب کیا۔ انکی روش یہہ تھی۔ چالیس روز کے بعد افطار کرنا۔

گاذرونیان

گاذرونیان:۔ انکے سر حلقہ سلطان **ابو اسحٰق** گاذرونی تھے۔ یہ گاذرونیون کے بادشاہ تھے۔ بادشاہی ترک کر کے خواجہ **عبداللہ خفیف** کے مرید ہوئے۔ پیر سے نے فرمایا کہ یا ابا اسحٰق اگر تجھکو بالکل دین ہی دین ہے تو مین نے خدا سے التجا کی ہے کہ تیرے پیوستگان صاحب طبل و علم ہون۔ انکی روش یہہ تھی۔ ہمیشہ خلوت و عزلت مین مشغول رہنا۔ اسماء اعظم .... اور دس نام اور دس حروف کو پڑھنا۔

طوسیان

طوسیان:۔ انکو بھی جنید بغدادی سے نسبت ہے۔ سیوم واسطے سے

فردوسیان وطوسیان ایک شمار میں ہین - انکی روش یہ تھی سماع اورکل مزامیر سُننا - رقص کرنا - ذکر جلی کرنا - جو کچھ خیر وشر پہونچے اوسکو نعمت جاننا - چون وچرا نکرنا - مَا مَنَعَ اللّٰہُ فَھُوَ حَسَنٌ - حسن ظن سے مومن کافر دونونکو برابر جاننا -

سہروردیان

سہروردیان:- یہ بھی **جنید بغدادی**ؒ کیطرف منسوب ہین - انکے سر حلقہ شیخ **ضیاءالدین ابو نجیب سہروردی** ہین - جو دوسری پیڑھی مین شیخ ممشاد دینوری تک پہونچتے ہین - شیخ ممشاد دینوری خواجہ جنید کے خلیفہ تھے - روشس انکی یہ ہے - نفس کشی کرنا - خدا مین مشغول رہنا - کم سونا - ہمیشہ قبلہ رو متوجہ رہنا -

فردوسیان

فردوسیان:- انکو بھی جنید بغدادیؒ سے انتساب ہے انکی ابتدا سہروردیون سے ہے - شیخ **نجم الدین کبرلے فردوسی** - اور شیخ **علاءالدین طوسی** کے درمیان رشتۂ اخوت تھا - بڑے مجاہد و مرتاض تھے - دونون حضرات **ضیاءالدین**ؒ کی خدمت مین آئے اور یہ بات عرض کی کہ عمر بسر ہونے کو آئی لیکن ہمارا مقصد حاصل نہوا - مجاہدے کئے لیکن مقصود ہاتھ نہ آیا - اب آپ ہی فرمائیے کہ ہملوگ کیا کرین - شیخ ضیاءالدین نے نہایت الطاف سے فرمایا کہ مین بھی اسی مین مبتلا ہون - تدبیر یہ ہے کہ کہین مرید ہوجائین - تاکہ اوسکی برکت سے اپنے مراد کو پہونچین - دونون نے یہ کہا کہ جہان

آپ فرمائیں وہاں ہملوگ مرید ہوں۔ شیخ ضیاء الدین نے شیخ وجہ الدین ابو حفص عموٗیہ کو بتایا۔ تینوں حضرات شیخ وجہ الدین کے مرید ہوئے۔ شیخ نے بیعت کے بعد شیخ ضیاء الدین سہروردی اور شیخ علاء الدین طوسی کو خلافت وشجرہ دیکر فرمایا کہ تم دونوں اپنے شہروں میں جاؤ اور بندگان خدا کی رہبری کرو۔ اور شیخ نجم الدین کبریٰ کا ہاتھ پکڑ کر ضیاء الدینؒ کے حوالہ فرمایا کہ انکو اپنے ساتھ رکھو تمھارا نام اس سے روشن ہوگا۔ شیخ ضیاء الدین نے بیعت کے ساتوین مہینے شیخ نجم الدین کبریٰ کو خلافت دیکر فرمایا کہ تم مشائخان فردوس سے ہو۔ اوسی دن سے وہ فردوسی کہلانے لگے۔

اصل یہ چودہ خاندان ہین۔ انکے سوا جتنے دوسرے خاندان ہین وہ ان ہی سکے فروع ہین۔ اور وہ یہہ ہین:۔

قادریہ۔ کبرویہ۔ نقشبندیہ۔ لیسویہ۔ نوریہ۔ خضریہ۔ انصاریہ۔ شطاریہ۔ اشرفیہ۔ ہمدانیہ۔ مداریہ۔ نظامیہ۔ صابریہ۔ مجددیہ۔ ابوالعلائیہ وغیرہم

قادریہ:۔ اس سلسلہ کے سرحلقہ حضرت سید محی الدین عبد القادر جیلانی محبوب سبحانی غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ ہین۔

کبرویہ:۔ انکو حضرت نجم الدین کبریٰؒ سے انتساب ہے۔

نقشبندیہ:۔ انکے پیران حلقہ حضرت عبد الخالق غجدوانیؒ اور حضرت بہاء الدین نقشبندؒ ہین۔

قادریہ

کبرویہ

نقشبندیہ

کیسویہ

کیسویہ :- اسکے منشاء ومبداء حضرت خواجہ **احمد کیسوی** ہین جو مشائخان ترک مین سے تھے۔

نوریہ

نوریہ :- اسکے سرحلقہ شیخ **ابو الحسن نوری** ہین۔

خضریہ

خضریہ :- اسکو حضرت **سلطان احمد خضرویہ بلخی** سے انتساب ہے۔ اور حضرت **خدا قلی ماوراء النہری** نے اسکو اشاعت وشہرت دی۔

انصاریہ

انصاریہ :- اسکے مبداء حضرت **عبد اللہ انصاری** ہین انکا لقب **شیخ الاسلام** ہے۔ حضرت ابو ایوب جو صحابہ کبار مین سے تھے انکے اجداد مین ہین سیہم مرید اور خلیفہ **شیخ ابو الحسن خرقانی** کے ہین

شطاریہ

شطاریہ :- اس طریقہ کے مبداء حضرت **عبد اللہ شطار** ہین

اشرفیہ

اشرفیہ :- اسکے سرحلقہ مخدوم **اشرف جہانگیر** ہین۔ یہہ شاہزادگان سمنان مین سے تھے۔ شیخ علاء الدولہ سمنانی آپ کے باپ کے وزیر اور آپ کے قرابتمندون مین سے تھے۔

ہمدانیہ

ہمدانیہ :- یہہ سلسلہ حضرت سیدنا **علی ہمدانی** سے منسوب ہے۔

مداریہ

مداریہ :- اسکو حضرت شیخ **بدیع الدین** الملقب بہ **شاہ مدار** سے انتساب ہے۔

نظامیہ

نظامیہ :- اسکے سرحلقہ حضرت سلطان الاولیاء سید **نظام الدین** بدایونی ہین

صابریہ :- یہہ سلسلہ حضرت علی احمد صابر سے جو خلیفہ حضرت بابا فرید شکر گنج رح کے تھے منسوب ہے۔

مجددیہ :- اسکے سر حلقہ شیخ احمد رح سرہندی مجدد الف ثانی ہین۔ یہ خلیفہ حضرت سیدنا خواجہ ذکی الدین باقی باللہ رح کابلی ثم الدہلوی کے تھے۔

ابوالعلائیہ :- اسکو حضرت سیدنا ابو العلا اکبر آبادی سے انتساب ہے۔

جتنے خاندان صوفیون کے ہین سب کی علت غائی ایک ہی ہے۔ لیکن حصول مقصود کے طریقے علٰحدہ علٰحدہ ہین۔ ان ہی طریقون کے اعتبار سے الگ الگ خاندان قائم ہو گئے۔ جسنے جو طریقہ نکالا وہ طریقہ اوسکے نام سے مشہور ہو گیا۔ اور پھر اوسکے تلامذہ اوسی نام سے پکارے جانے لگے۔ ایسی حالت مین ایک کو دوسرے پر من حیث تقرب الی اللہ ترجیح دینی سراسر بیجا و خطا ہے۔ اور کسی پر زبان طعن و تشنیع کھولنی محض ہرزہ درائی و بیہودہ سرائی ہے۔

مخدوم رح کی معاشرت نہایت سیدھی سادی تھی۔ لیکن یہ خیال رکھنا چاہیے کہ طریقۂ زندگی جتنا سادہ ہوگا اوتنا ہی اوسکا برتنا زیادہ مشکل ہوگا۔ اور پھر اوس حالت مین کہ ہزارون امرا و اہل اقتدار سر اور آنکھون پر بٹھانے کو موجود ہون۔ بادشاہ پرگنہ کا پرگنہ جاگیر مین دینے کو تیار بلکہ دے بھی چکا ہو۔ اور ہر طرف سے فارغ البالی ہی فارغ البالی نظر آتی ہو۔ مخدوم کے سجادۂ ارشاد و تلقین پر بیٹھتے ہی مولنا نظام مولی

نے سب سامان راحت کے مہیا کر دیئے اور اوسکے چند ہی برسون کے بعد سلطان

محمد شاہ تغلق نے پرگنہ راجگیر خرچ کے لئے زبردستی واگزاشت کر دیا۔

مگر بجا ہے کہ مخدوم نے ان موقعون سے خود تمتع اوٹھایا ہو۔ ہرگز نہین۔

آپ پیر کے نصائح کے پورے پابند تھے۔ آپ کے یہان دن کو کچھ پکتا نہ تھا

ایک وقت کھاتے اور وہ بھی نان خشک و آب۔ کیونکہ آپ غذا کو مثل دوا

کے سمجھتے تھے۔ اور یہی اولیاء اللہ کی شان ہے۔ مولنا **مظفر شمس بلخی**

اپنے مکتوبات کے مکتوب ہفتم مین لکھتے ہین کہ "از حضرت شیخ سوال کردم کہ اولیا طعام در ند۔

گفت خورند چنانچہ دارو خورند"۔

صاحب **مونس القلوب** روایت کرتے ہین کہ ایک دن مخدوم نے

زنانہ مکان سے دھوان اوٹھتے دیکھا۔ فوراً شیخ **چولھائی** سے دریافت فرمایا۔ کہ

اسکی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔ ایا مامون کا معینہ تمنے پہونچایا یا نہین۔ مخدوم اپنی والدہ

ماجدہ کو مامون بضم میم و واو مجہول کہا کرتے تھے۔ شیخ **چولھائی** نے نہایت

کہا کہ ہرگز ایسا نہین ہو سکتا کہ خلاف حکم مخدوم ہو۔ اونکا معینہ بیشک پہونچا دیا

گیا ہے۔ باقی رہا دھوان۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ مخدوم کے کوئی رشتہ دار آئے

تھے۔ مخدوم کی والدہ اونکے لئے روٹی و مرغ پکاتی تھین۔ مخدوم ماں کی خدمت مین

حاضر ہوئے اور عرض کی کہ مین نے اپنا منہ کالا کر کے آپ سے شرط کی تھی اور آپ

پھر ایسا کرنے لگین۔ ماں بھی عابدہ و زاہدہ تھین بیٹے کی غرض کو سمجھ گئین مرغ اور

روٹیان بچی بچی ویسے ہی اوس قرابتمند کے حوالہ کردین کہ بھیا لیجاؤ اور کہین بکوا لینا۔
مخدوم کی والدہ نہایت ضعیفہ تھین۔ انکے لئے بازار سے کچھ مقرر تھا۔
شیخ چولھائی روز لے آیا کرتے تھے۔ یہی آپ کی والدہ کا معینہ تھا۔
نفس کی خواہش کو مخدوم ہرگز جائز نہین رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کے یہان ایک شخص فالودہ لیکر آیا۔ آپ نے صرف سونگھ کر چھوڑ دیا۔ اور فرمانے لگے کہ خیریت گزری، ورنہ اس فالودہ سے نے میرا کام ہی تمام کیا تھا۔
مخدوم دنیا سے اوتنا ہی متمتع ہونا جائز رکھتے تھے جتنا شارع علیہ السلام نے جائز رکھا اور جسکے لئے خود فطرت نے ہمکو مجبور کر رکھا ہے۔ دنیا کیا ہے۔ اور ضروریات دنیاوی کیا ہین۔ انکو وہ فلسفیانہ اور عملی دونون پہلوون سے خوب جانتے تھے۔ انکے اقسام اور پھران قسمون مین سے کون قسم بقاے زندگانی کے لحاظ سے ضروری اور لابدی ہے اس سے وہ خوب واقف تھے۔ تحفۂ غیبی مین فرماتے ہین۔ "دنیا سہ قسم ہست۔ مقدار ضرورت۔ و مقدار حاجت۔ و مقدار فضول۔

دنیا اور اوسکی قسمین

مقدار ضرورت ہمان مقدار ہست کہ قیام نفس بدان شود۔ واین خوردنی ہست و پوشیدنی۔ ہمان مقدار باید کہ در سرما و گرما ہلاک نشود۔ و جائگاہ بودنی ہمان مقدار باید کہ در سرما وگرما شب تواند گزرانید۔ این مقدار آدمی را ضروری ہست و درین حساب نیست۔ حق تعالے مقدار ضرورت بخشیدہ ہست ...... و مقدار حاجت آن ہا گویند کہ یک پیراہن دارد۔ فرض کردم کہ بدان یک پیراہن سرما و گرما تواند کشید ہلاک نگردد۔ درین میان براے دفع سرما

حاجت نی افتد بہرا ثنے دیگر دوتائی یا بہرا بنے میکند - این را حاجت گیرند - و در مقدار حاجت حسابست است - اما فضول آنچہ زیادت ازین دو قسمت است - چنانکہ خانہ دارد و بعدہ خانۂ دیگر بنا می کند - و چیزے از دنیا دارد و چیزہاے دیگر می طلبد - این فضول ست و این زینت زشت ست و این بے نہایت است - و ہر کہ در فضول افتاد گویند در ہاویہ افتاد

. . . . اما درحق شخصے معینے کہ مقدار حاجت مقدار ضرورت شدہ ست پس در حق او مقدار ضرورت ہمان شدہ ست کہ بے آن بسر نمی شود و نمی تواند بے آن بودن . . . . . .

و اقسام دنیا برین طریق ہم آوردہ اند کہ یکے دنیا ست صورتاً و معناً - این معلوم ست و این زشت است و دوم قسم صورتاً دنیا ست اما معناً دنیا نیست چنانکہ زن خواستن بنا بر اتباع سنت و محافظت نفس از زنا . . . . بزرگان یک حد در دنیا کلی نہادہ اند و آن این ست کہ ہر چہ فردا کار نیاید و کار آخرت بر بستہ آن نیست آن دنیا ست اگر چہ روزہ و نماز بود“

مخدوم کا مرید وغیرہ کے ساتھ عام بخشش ۱۲

مرید و غیر مرید ہر قسم کے نفر امخدوم کے دامن دولت سے وابستہ تھے انمین سے کچھ لوگ خدمتون پر بھی مامور ہوا کرتے تھے چنانچہ مولنا مظفر کے ساتھ بہت دنون تک فقر اے خانقاہ کی خدمت مخصوص رہی بالجملہ کل وابستگان کے ساتھ - چاہے وہ مرید ہون یا نہون مخدوم کا حسن سلوک اور جود کرم یکسان تھا - لوگون کو عام طور سے صلات عطا ہوتے تھے - چنانچہ مولانا مظفر شمس بلخی کی مکتوبات کے مکتوب صد و سی و نہم و مکتوب صد و چہلم سے جو مخدوم کے نام سے ہین اسکا پورا پتا چلتا ہے - مکتوب صد و سی و نہم مین مولانا لکھتے ہین کہ بندہ قاضی زین الدین بسیار - مخدوم این صلہ خوار قدیم را سی تنگہ نقرہ رسانیدہ

این صلات مخدوم خود بر ہمہ عام ست - اما گدا اے قدیم را بوجہے تخصیص باید - آن تخصیص آنست کہ این نقیر را بدعا ء ایمان یاد آرند و اگر میسر شود یک دو سطرے بقلم نیز مشرف گردانند والا ان خیر الدعاء دعاء الایمان بندہ بود"۔

پھر مکتوب صدو چہلم مین تحریر فرماتے ہین کہ "مخدوم را از انجاکہ خدا تعالے دلے و دستے فراخ دادہ ست بہمہ عاء گویان و دوستان میرسد و برین فقیر از زمین عرب تا درین زمین ہموارہ عطایا ارزانی فرمودہ - الا آنکہ این بیچارہ را گمان خود بدان خدمت دعاگوئی و محبت باخلاص ست و درین با اخلاص نمی ماند التماس آنکہ بعد ازین دعاگو را بگذارند تا باخلاص دعاے ذات مخدوم بصلاح دینی و دنیاوی بے آلایش کند - بفرستادن چیزے آلودہ را آلودہ تر نگردانند - یک دعاگوے بگزارند تا ہمچنین باشد کہ مخدوم بیچارہ را بسلامی و در غیبت بدعاء ایمان یاد آرند - از جملہ مواہب و عطایا آن فاضلتر و بہتر ست - پس ہمان کافی"۔

مراسم دنیاوی کی مخدوم پابند نہ تھے

مراسم دنیاوی کے مخدوم ہرگز پابند نہ تھے - آپ کے نزدیک وہی افعال جو رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اصحاب کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین کے تھے قابل تتبع و پیروی تھے - ایکبار **زکریا** غریب نے مخدوم سے کہا کہ مخدوم کی جو روش اور طریقے ہین دوسرے بزرگون کے کم ایسے ہین اور جو بزرگ اسوقت موجود ہین جب وہ خلق کے ساتھ ارتباط کرتے ہین تو رسوم کی رعایت بھی کرتے ہین - مخدوم خود بزرگون کے شہر مین رہ چکے ہین اور دیکھے ہوئے ہین

مخدوم نے اسکا جواب یہہ دیا کہ اوس شہر کے لوگون کو اس طائفہ کے ساتھ اعتقاد ہے۔
اسلئے اونکی آمد و شد سے اونکو خلق سے اختلاط ہوتا ہے اور ایسی صورت
مین بزرگون نے کہا ہے کہ جب خلق کسی کے یہان آنے لگتی ہے تو وہ کچھہ تلبیس
کرنے لگتا ہے۔ اگرچہ لوگون کو ظاہر او وہ مخالف شرع معلوم ہوتا ہے مگر بنفسہٖ وہ
موافق شرع ہے۔ اور یہہ اسلئے ہے کہ خلق کی نظر سے وہ گر جاوے اور بفراغ
تمام سلوک کے کامون مین مشغول ہو۔ اَلزُّھْدُ فِی الزُّھْدِ اسیکو
کہتے ہین یعنی جسنے دنیا کو ترک کیا اوسکو مقام زہد حاصل ہوا وہ ظاہر اخلق
سے ملتا ہے۔ اور جب چاہتا ہے کہ اس زہد سے باہر آجاوے تو کوئی فعل تلبیسانہ
کرنے لگتا ہے تاکہ خلق کی نظر سے گر جاوے۔ جب خلق سے چھوٹا پہلے زہد سے
چھوٹا۔ یہہ مقام بہت دشوار ہے۔ کیونکہ اس مین ترک جاہ کرنا ہوتا ہے۔ اور
ترک جاہ ترک دنیا سے دشوار زیادہ ہے۔ آپ کا قول ہے کہ جسنے مشائخون کا
طاقیہ پہنا اوسکو چاہیے کہ رسوم کے بت کو توڑ ڈالے اور زنارِ عادت کو کاٹ ڈالے

ترک دنیا کے معنے

ترک کے کیا معنی ہین اسکو مخدومؒ تحفۂ غیبی مین یون فرماتے ہین
گر ترک بدل باید کہ بود یعنی در دل ہیچ چیزے میل و محبت و طلب نماند۔ اگر ہست و اگر
نیست نیست۔ باید کہ ہست و نیست ہر دو برابر بود کہ حقیقت زہد بریدن دل ست نہ خالی کردن دست۔ امام زہد
انبیا اند و ملک ہمہ دنیا سلیمان پیغامبر را بود علیہ السلام۔ و لامحالہ کہ سلیمان پیغامبر بود۔ بیت
سہل شیرے دان کہ صفہا بشکند ؛ شیر او باشد کہ خود را بشکند ؛

قبول تحفہ

مخدوم کو اگر کوئی شخص تحفہ بھیجتا تو آپ لے لیتے۔ واپس کر کے اوسکی دلشکنی نفرماتے۔ اور تَقَبَّلَ اللّٰہُ مِنْکَ۔ و۔ جَزَاکَ اللّٰہُ خَیْرًا کہکر رکھ لیتے۔ ملک مفرح وغیرہ کا تحفہ بھیجنا اور مخدوم کا قبول کرلینا ملفوظات وغیرہ مین موجود ہے۔ قبول تحفہ کے بارہ مین آپ کا قول ہے کہ "درویشان وعزیزان اگر چیزے بفرستند ہر آئینہ قبول باید کردن دران عیبے نیست کہ بزرگان چنین کردہ اند۔ مگر دآفتے بود اگر بنا بران آفت قبول نکند باکے نیست"۔

پابندی اوقات

مخدوم کو احتساب وحفاظت اوقات کا بڑا خیال تھا۔ آپ کے اوقات بالکل منضبط تھے۔ عبادت وریاضت کے بعد جو وقت بچتا وہ تلامذہ کی تعلیم۔ خلق اللہ کی مقصد براری۔ اطعمہ وشرب۔ خواب وآرام دہی تن مین جو بنی نوع انسان کے لئے ضروری ہے صرف کرتے۔

مجلس سماع

کبھی کبھی سماع کی مجلسین بھی ہوا کرتین۔ اور مخدوم کو تواجد بھی ہوتا۔ مگر تواجد کے وقت مخدوم خلوت مین ہو جاتے اور دروازہ بند کرلیتے۔ وہان کسیکو بار نہوتا۔ اس ضبط کے ساتھ شاید ہی کسی نے سمع سنا ہو۔ ہان اس جگہ اس بات کو بھی جان لینا چاہئے کہ تواجد سے کیا مراد ہے۔ یہ ایک قسم کا ذوق ہے جو صاحب دل کو حاصل ہوتا ہے۔ تحفۂ غیبی مین مخدوم سے منقول ہے کہ "وجد ظاہر گرداند حال بود یکے بر سر خود چیزے آرمیدہ دارد چون بر وفق ان حال باطن خود چیزے بشنود در وے حرکتے پدید آید۔ پس انچہ در ظاہر پدید آید آن را وجد گویند وانچہ در باطن پدید آید آن را حال گویند"۔

ابیات

"اہل دل را ذوق و فہمے دیگر است	کان ز فہم ہر دو عالم برتر است
ہر کرا آن فہم در کار افگند	خویش در دریاے اسرار افگند
تا بدان فہمے کہ چون وحی خدا است	در کلام او سخن گوینده را ست"

لیکن آپکی یہان سماع کی ایسی مجلسون مین جنمین جوان اور بوڑھے - مبتدی اور رسیدہ بلا امتیاز موجود ہوتے ایسے کلام کے گانے کی جو عورتون کی زبان سے بیان کئے جاتے ہین اور جنمین "سخنہاے فراخ" ہون اجازت نہ تھی - اسکی وجہ یہ بھی کہ یہ امراض روحانی و اخلاقی کے طبیب تھے وہ اسکو خوب جانتے تھے کہ کون چیز کس مریض روحانی و اخلاقی کے لئے مضر ہے - چنانچہ تحفۂ غیبی مین مؤلف سے منقول ہے کہ "امیر سکندر خادم خاص پرسید کہ در مجلس شریف وقتے گویندگان جکری یعنی ہندوی آغاز کردند - از بندگی مخدوم منع صادر شد - حکمت در منع چہ بود - فرمود کہ جکری از زبان عورت است و در وے سخن باز کردہ - و در مجلس جوانان نیز بودہ اند - ہر کسے را آن قوت کجا کہ حمل بر حقیقت تواند کرد - بیش در فتنہ افتد الغناء رقیقۃ الزنا ازان جہت منع افتاد - مگر آنکہ در محلے اگر خلوتے باشد و ہمہ اہل مجاہدہ و ریاضت و معانی باشند و تاویلات بر وجہ مشروع تواند کرد باکے نیست "

آپ زیادہ تر سماع کو ایسے شخص کے لئے جائز رکھتے تھے کہ جسکے کان مین ہر لغات حلال سے مبدل ہو گئے ہون - اور اس بات کو آپ اپنے تلامذہ پر بزرگان سلف

کی موافقت آرا سے زور دیکر ہمیشہ ختم کرنا چاہتے تھے۔ صاحب تحفۂ غیبی لکھتے ہین کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ "یکے از شرائط سماع این ست نزدیک بعضے درحق این طائفہ کہ آنگاہ بشنود و سماع کند کہ ہزلیات در سمع ایشان بحل بدل شدہ باشد از ہر ہزلے جلتے فہم کنند"۔ اور یہہ بات کہ ہزل حلال سے مبدل ہوجاے ہرگز اوسوقت تک نہین ہوتی جب تک بقول مخدوم تبدیل صفات حاصل نہولے۔ تحفۂ غیبی مین مخدوم فرماتے ہین۔ "چون کسے را تبدیل صفات شد۔ جملہ مذمومات بمحمودات بدل گشت۔ گردش یافت۔ ہرچہ بدو رسد بگردد۔"

مخدوم اور علما کی تذکیر

مخدوم اکثر علما کی تذکیرون مین بھی تشریف لیجاتے تھے۔ آپ مین ہرگز انانیت نہ تھی۔ آپ عمدہ اجناس کے خریدار تھے۔ جہان کہین اسکا ٹوہ ملا موجود۔ آپ طالبِ صادق تھے۔ شئ مطلوب جس سے ملجاے۔ اس مین چھوٹے بڑے کی قید نہ تھی۔ آپ حضرت علی علیہ السلام کے اس مقولہ کے پورے پابند تھے کہ "اُنْظُرْ اِلٰی مَا قَالَ وَلَا تَنْظُرْ اِلٰی مَنْ قَالَ"

صاحبِ مونس القلوب لکھتے ہین کہ ایک دن مولنا نظام الدین منبر پر تذکیر بیان کر رہے تھے اتفاقاً یہہ دو بیتین پڑھین

"اے قوم بحج رفتہ کجا ئید کجا ئید	معشوق ہمین جاست بیا ئید بیا ئید
آنانکہ طلبگار خدا ئید خدا ئید	حاجت بطلب نیست شما ئید شما ئید"

مخدوم کو وقت خوش ہوا۔ سر مبارک کو اتنا ستون پر پٹکا کہ مجروح ہوگیا۔

جب دوسرے دن مولٰنا **نظام الدین** حسب معمول قدمبوسی کو آئے تو آپ نے فرمایا۔ "مولٰنا! آپ نے اپنی جانب سے تو قصور نہ کیا تھا۔ مگر ادبار جو مجھے ہے وہ کب چھوڑتا ہے"۔ دیکھئے مولٰنا **نظام الدین** مخدوم کے مسترشدون مین سے تھے۔ اور روزانہ مخدوم کی خدمت مین بنظر استفادہ حاضر رہتے۔ مخدوم اونکی تذکیرون مین بھی جانا ناروا نہین رکھتے۔ اور اونسے بھی فائدہ اوٹھاتے تھے۔ بلکہ اس پر ایک قسم کی احسانمندی ظاہر فرماتے تھے۔

مخدوم کے جسم پر ریاضت کا اثر

مخدوم نے آخر عمر تک ریاضت وعبادت کو نچھوڑا۔ غایت ریاضت کی وجہ سے گویا رطوبت بشری آپ مین باقی نرہی تھی۔ **مونس القلوب** مین ہے کہ ایک بار آپ حجامت بنوا رہے تھے۔ حجام سر مونڈ رہا تھا۔ سر مبارک استرہ سے مجروح ہوگیا۔ خون کے عوض مین بس تھوڑا سا آب رقیق نکلا۔ کسی نے سچ کہا ہے۔ **ابیات**

"زندہ بحق وجلوۂ حق ہست غذایش | روح است سراپا تن زار شرف الدین
از قیمت کونین فزون یافت شہ عشق | چون زد بمحک نقد عیار شرف الدین

مخدوم کا اپنے مسترشدون و تلامذہ کے ساتھ برتاؤ

مخدوم کا اپنے مسترشدون اور تلامذہ کے ساتھ وہی برتاؤ تھا۔ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اپنے اصحاب رضوان اللہ علیہم کے ساتھ۔ اس زمانہ کے مریدون کیطرح سے وہ لونڈی بچے یا خانہ زاد نہین سمجھے جاتے تھے۔ مخدوم کے مکتوبات اوٹھا کر دیکھو۔ کہین "برادر شمس الدین اکرمہ اللہ بمعرفتہ"

توکہین "برادر اعز شمس الدین"۔ کہین۔ "برادر عزیز شیخ عمر"۔ توکہین "شیخ عمر بدعا از شرف منیری مخصوص ست"۔ کوئی "برادر عزیز الوجود" ہے توکوئی "عزیز الوجود"۔ کوئی "آن عزیز" ہے توکوئی "فرزند اعز"۔ کبھی "امام مظفر" ہین توکبھی "مولانا مظفر"۔ اور "برادر اعز امام مظفر"۔ کسیکو "یار قدیم امام نظام الدین" کرکے مخاطب کرتے ہین توکسیکو "صدر العلما مولٰنا حمید الدین از فقیر حقیر شرف منیری سلام وتحیت مطالع کنند"۔

الغرض مخدوم کا برتاؤ اپنے مسترشدون کے ساتھ جس نظر و پہلو سے دیکھا جاے نہایت احسن ومسنون تھا۔ مولانا مظفر اور مولانا نصیر الدین جونپوری کے ساتھ جو برتاؤ تھا وہ سب سے بڑھا ہوا تھا۔ صاحب **مونس القلوب** کا بیان ہے کہ جب مولانا **مظفر** مخدوم کے یہان آتے تو مخدوم کبھی دروازہ کے آگے تک اور کبھی کم وبیش استقبال کرتے۔ اور جب مولانا **نصیر الدین** جونپوری آتے تو مخدوم دوزانو ہو بیٹھتے۔

مخدوم کے مریدون کی فہرست نہایت طویل ہے۔ **نوشتہ** حمیدیہ انکی تعداد لاکھ سے بالا بتاتے ہین۔ یہہ تعداد مبالغہ سے خالی نہین معلوم ہوتی۔ باینہمہ اتنا ضرور کہا جائیگا کہ کثیر تھی اور اسمین مسترشدین وتلامذہ بھی شریک ہین۔

مخدوم کے ممیز مستفیدون مین یہہ ستھے :۔ مولانا مظفر بلخی۔

مخدوم کے مرید

مخدوم کے ممیز مستفیدینا

ملک زادہ فضل اللہ۔ مولانا نصیر الدین جونپوری۔ مولانا نظام الدین درونحصاری
شیخ عمر۔ قطب الدین۔ فخر الدین۔ شیخ سلیمان۔ خواجگی۔ خواجہ احمد۔
امام تاج الدین۔ حسین معز بلخی الملقب بہ نوشہ توحید۔ مولانا قمر الدین۔
مولانا ابو القاسم۔ مولانا ابو الحسن۔ قاضی اشرف الدین۔ قاضی
منہاج الدین درونحصاری۔ مولانا تقی الدین اودھی۔ مولانا شہاب الدین
ناگوری۔ شیخ خلیل الدین۔ مولانا رفیع الدین۔ مولانا آدم حافظ۔ زین بدر عربی
قاضی صدر الدین۔ شمس الدین خوارزمی[1]۔ شیخ معز الدین۔ مولانا کریم الدین۔
خواجہ حافظ جلال الدین۔ خواجہ حمید الدین سوداگر۔ شیخ مبارک۔ زکریا غریب۔
قاضی خان۔ نجم الدین شاعر۔ قاضی بدر الدین ظفر آبادی۔ مولانا لطف الدین
احمد سفید باف۔ شیخ ذکی الدین۔ مولانا نظام الدین خالہ زادہ مخدوم۔
مولانا احمد آمون۔ مولانا زین الدین۔ شیخ شعیب۔ سید شہاب الدین
عماد حالفی۔ حاجی رکن الدین۔ مولانا اوحد الدین خواہر زادہ شیخ نجیب الدین
فردوسی۔ سید جلال الدین خواہر زادہ شیخ نجیب الدین فردوسی۔ شیخ رستم
و شیخ وجیہ الدین و شیخ وحید الدین (ہر سہ یاران شیخ نظام الدین اولیا)۔
مولانا حسام الدین امام ہیبت خانی۔ وغیرہم۔

---

[1] یہ ایک فاضل متبحر سرآمد علماء وقت تھے۔ غیاث الدین بلبن نے انکو خطاب شمس الملک سے مخاطب کرکے منصب وزارت پر مامور کیا تھا۔

حسین نوشۂ توحید اگرچہ مولسنا **مظہر** کے خلیفہ ہوے - اور شیخ **شعیب** کو اگرچہ خرقۂ خلافت **حسن بن حسین** نوشۂ توحید سے ملا تاہم یہہ دونون مخدوم کے مریدون مین داخل ہین - کیونکہ دونون حضرات کو مخدوم ہی سے شرف بیعت حاصل ہے - ان مین سے **نوشۂ توحید** تو وہ ہین کہ انکی تعلیم بھی مخدوم ہی سے ہوئی - چنانچہ یہہ خود اپنی مثنوی مین اسکا اعتراف کرتے ہین **مثنوی**

بود مارا اوستادے دلپذیر — خضر وقت خود بشیر وہم نذیر

روے او تابندہ چون شمس الضحےٰ — عاشق ذات محمد مصطفےٰ ام

نور چون از جبہ اشس برتافتے — ذرہ را خورشید تابان ساختے

بود چون موسےٰ ہمہ افعال او — کے توان گفتن تمامی حال او

کے توان گفتن ز حال او نشان — ہر نفس می داد مارا نور جان

از فناے خویش گشتہ چون ہلال — بود چون روح مجسم در خیال

نور مطلق بود گویا در نمود — از نفس ہر عقدۂ دل می کشود

دست را افشاند از دنیا و دین — نقش بستے سجدہ اش روی زمین

ہر نفس می آمدش بانگ الست — ہر دم از **قالوا بلےٰ** می گشت مست

جان او پیوستہ دائم با صمد — وصف او را **قل ہو اللہ احد**

ہستی خود ساختہ تاراج او — با محمد مصطفےٰ معراج او

واجب آمد چونکہ آمد نام او — شرح رمزے کردن از اکرام او

سالہا بودم چو موئے با خضر ۔۔۔ نور شمس افتاد بر قرص قمر
شمس چہ بود شمس را آن رو کجا ۔۔۔ آیت واللیل آن گیسو کجا
شمس را کو ہست آن شیرین کلام ۔۔۔ تا بود تشبیہ روئے او تمام
گر بگویم روئے او بدر الدجیٰ ۔۔۔ ظلمتے دارد چو روئے او کجا
روئے او چون مصحف بے سہو بود ۔۔۔ والضحیٰ واللیل در روئے می نمود
بود شرف الدین یحییٰ جان من ۔۔۔ جان چہ باشد جان جان جانان من"

تحصیل خوشنودی خدا کی ترغیب

مریدوں اور مسترشدوں سبھوں کو برابر و پیوستہ خوشنودی خدا کی تحصیل کی تحریص کرنی اہم کام تھا۔ **مخ‍‍فۂ غیبی** میں آپ فرماتے ہیں کہ:۔" اگر خواہی کہ بدانی خداوند جل و علا از تو خوشنود ہست و یا ناخوشنود۔ در کار خود نگہ کن کہ ہمہ طاعت ہست یا ہمہ معصیت یا آمیختہ ہست۔ پس اگر فعل تو ہمہ طاعت ہست او از تو خوشنود ہست کہ نشان خوشنودی طاعت ہست و اگر افعال تو ہمہ معصیت ست او از تو ناخوشنود ہست کہ نشان ناخوشنودی معصیت است و اگر افعال تو آمیختہ ہست اینجا حکم مر غالب را باشد"

طلب علم کی تاکید اور علماء دنیا سے بیزاری

مخدوم برابر اپنے مستفیدوں پر طلب علم کی تاکید فرماتے۔ آپ کا قول ہے کہ:" علم مر معاملت را یعنی مر مجاہدہ را و ریاضت را چون طہارت ست مر نماز را ہیچ معاملت بے علم نہ بود چنانکہ ہیچ نماز بے طہارت"۔ مگر علمائے دنیا سے بہت بیزار رہتے۔ اور انکے ساتھ نہایت سخت تھے۔ حکم تھا کہ:" خود را از علمائے دنیا نگاہ داری چنانکہ از شیطان" اسکی وجہ یہ تھی کہ آپ کو شغف باللہ جو متصوفین کی خصوصیت ہے از حد تھا۔

وہ ہرگز ایسی صحبت کو جو خدا کی طرف سے غفلت کا باعث ہو جائز نہین رکھتے ۔
علماے دنیا علم کو صرف حصول دنیا کا آلہ بنائے ہوئے تھے وہ علم کو خالصاً
للہ نہین سیکھتے تھے بلکہ محض دنیا کمانے کے لئے ۔ حق خداوندی کی حرمت جیسا کہ
چاہیئے وہ نکرتے تھے ۔ اسکے سوا کسی دوسری وجہ کا مخدوم کیطرف منسوب کرنا سراسر
خلاف ہے وہ خود فرماتے ہین کہ ۔ " حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم
ہرگز از بہر نصیب و حظ خود با کسے ناخوش نبود مگر جائیکہ ہتک حرمت حق خداوند بودے " ۔
آپ قدم قدم پر سنت نبوی کے پابند تھے ۔ آپ کا قول تھا کہ " اجماع مشائخ طریقت
و علماے شریعت برین رفتہ ہر کہ بمقامے بلند رسد یا بمرتبہ عالی برآید و یا بعلم و معرفت آراستہ
گردد و ملک و ملکوت بروے کشف شود ۔ اگر بقدم شرع پیغامبر خود نبود و دست از شریعت وے
بدارد یا در بیابان اباحت ہلاک شود و یا در بیابان حلول و الحاد افتد و ہلاک شود و دین برباد دہد "
پھر ایسی صورت مین کوئی دوسرا سبب علماے دنیا سے متنفر ہونیکا نکالنا سراسر انصاف
کا خون کرنا ہے ۔ مخدوم علم سے متنفر نہ تھے ۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ اسکے طلب کی
تاکید کیون کرتے ۔ البتہ اون لوگون سے جو اسکو غارت کر رہے تھے اور اسکو
بیدینی اور الحاد کا آلہ بنائے ہوئے تھے وہ البتہ متنفر تھے ۔

علم سے مخدوم کی کیا مراد تھی

علم سے مخدوم کی کیا مراد تھی وہ اونکے کلام سے مستنبط ہوتا ہے ۔
فرماتے ہین کہ " جو کچھ آدمی کرتا ہے اوسکی دو قسمین ہین ۔ ایک تو وہ جو خدا تک
پہونچاتا ہے جیسا کہ طاعت ۔ دوسری وہ جو خدا سے غافل کرتا ہے جیسا کہ معاصی ۔

ان دونون قسمون کا علم تمام آدمیون پر فرض ہے۔ اور اہم مہمات سے ہے۔
اس علم کے ساتھ عمل اگرچہ قلیل ہو وہ عند اللہ کثیر ہے۔ اور بغیر علم کے اگر کوئی
جان پر بھی کھیل جاوے اور کثیر العمل ہو تاہم وہ عند اللہ قلیل ہے۔ بلکہ وہ
محنت بے مزہ ہوگی۔ بیت " علم نر آمد و عمل مادہ ٭ دین و دولت بدو شد
آمادہ ٭ کار بے علم بار و بر ندہد ٭ تخم بے مغز ہیچ ثمر ندہد " ٭ مثلاً اگر کوئی
بغیر علم کے تمام عمر مجاہدہ و ریاضت کرے۔ تو جیسا وہ ہے ویسا ہی رہیگا۔ اور
یہ ویسا ہی ہوگا کہ جیسے کسی نے بغیر وضو نماز اور بغیر ایمان قرآن پڑھا ہو۔ پھر ان
دونون قسمون کی بالاجماع دو قسمین ہین۔ ایک تو کسبی کہ اوستادون
کی تعلیم یا کتابون کے مطالعہ سے حاصل ہوتا ہے۔ اور دوسرا وہ کہ درون
سینہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس آخر قسم کی پھر تین قسمین ہین۔ ایک
تو وہ کہ درگاہ بے نیازی سے پیغمبرون کے دل مین اوترتا ہے اور اسکو
وحی کہتے ہین۔ دوسری وہ کہ اولیا کے دلون مین اوترتا ہے اور اسکو
الہام کہتے ہین۔ تیسری وہ کہ پیغمبرون کے سینون سے صدیقون کے سینون
مین اور پیرون کے سینون سے مریدون کے سینو نمین پہونچتا ہے۔ چنانچہ
اس حدیث کے کہ " اَلشَّیْخُ فِیْ قَوْمِہٖ کَالنَّبِیِّ فِیْ اُمَّتِہٖ " یہی معنی
ہین۔ یعنی جسطور سے کہ صدیقین اللہ کو پیغمبرون کے سینو نمین پاتے ہین
مریدین اللہ کو پیرون کے سینو نمین پاتے ہین۔ یعنی پہچانتے ہین اور

جانتے ہین"۔ ایک دوسری جگہہ پر مخدوم اسی کے متعلق فرماتے ہین:
"جیسے جہل تمامی شقاوتون کی اصل ہے ویسی ہی علم تمامی سعادتونکی جڑ ہے۔
تمامی نجات علم سے حاصل ہوتی ہے۔ اور تمامی ہلاکتین جہل سے پیدا ہوتی
ہین۔ درجات فردوسی اور کرامات قدسی لوگ علم کے ذریعہ سے پاتے ہین
بیت نیست از بہر آسمان ازل ؛ نردبان پایہ بہ ز علم و عمل ؛ جہل کی وجہ
سے آدمی درکات جحیم و عذاب الیم مین پڑتا ہے۔ اور بارگاہ علم مین سواے
مومن کے کوئی قدم نہین دھرتا ہے۔ اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُھُمْ
مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ (یعنی من الجہل الی العلم) اور بارگاہ
جہل مین سواے کافر کے کوئی قرار نہین پکڑتا کہ۔ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا
اَوْلِیٰٓـئُھُمُ الطَّاغُوْتُ یُخْرِجُوْنَھُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَی الظُّلُمٰتِ
(یعنی مِنَ العلم اِلی الجہل)۔ پس مومن کو جیسا شقاوت کفر سے
بھاگنا چاہیئے۔ ویسا ہی جہل اور جاہل سے بھاگنا چاہیئے۔ شرع کا فتویٰ
یہ ہے کہ اَلْعَالِمُ حَبِیْبِیْ وَالْجَاھِلُ عَدُوِّیْ۔ جیساکہ جہل و جاہل
سے بھاگنا واجب ہے ویسا ہی علم طلب کرنا اور عالمون کی صحبت رکھنا
فرض ہے۔ مگر اس سے علماے آخرت و علم آخرت مراد ہے۔ نہ کہ علماے
دنیا و علم دنیا"

حق العباد

آپ کو حق العباد کا بڑا خیال تھا۔ کبھی حق العباد کے تلف کو

آپ جائز نہین رکھتے تھے۔ اسکو اہم معاصی سمجھتے تھے۔ آپ کا قول ہے کہ
"حق عباد سخت تر از حق خداوند ست۔ کہ حق خداوند بہ توبہ و استغفار بگزرد۔ و حق
مخلوق تا او را خوشنود نکنی نگزارده باشی۔ کہ بدان مرتبہ رسیدہ است کہ خود گزشتہ
وشفاعت دیگران کند۔ اگر ذرۂ حق مخلوق بروے ماندہ بود پایہ از عرصات برندارد
تا او را خوشنود نکند۔ اے برادر حقوق عباد عقبۂ دشوار ست۔ حدیثے در نظر آمدہ است
اگر کسے خانہ کعبہ را کہ قبلۂ مومنان است سنگ سنگ کند و بسوزد چنان نہ بود
کہ مومنے را بے موجب شرعی رنجے برساند"

اور اسمین صرف انسان کی یا صرف مسلمانون کی قید نہین ہے اسمین
انسان و حیوان و مسلمان و کافر سب مخدوم کے خیال مین برابر تھے۔ جسطور سے مسلمان کا
حق مسلمان پر ہو سکتا ہے اوسی طور سے کافر کے حقوق بھی مسلمان پر ہو سکتے
ہین۔ اور جسطور سے انسان کا حق انسان پر ہو سکتا ہے حیوان کا حق بھی
انسان پر ہو سکتا ہے۔ اسمین اللہ کی ساری مخلوقات شامل ہے۔ پھر
جسطور سے مسلمان کے حق کی جوابدہی مسلمان کے ذمہ ہے اوسی طور سے
کافر کے حق کا حساب بھی مسلمان کو دینا ہوگا۔ اور جسطرح سے انسان کے حق
کی ذمہ داری اوسکے ساتھ ہے اوسیطرح سے حیوان کے حق کے لئے
بھی وہ جوابدہ ہے۔ تحفۂ غیبی مین مخدوم فرماتے ہین۔ "حقوق
عباد سخت مشکلے است کہ عباد ہمہ محتاج اند۔ خاصۃً در چنان وقت کہ فردای قیامت

پیش خواہد آمد۔ اما در حقوق خداوند عز وجل این مقدار ہست کہ حق تعالیٰ کریم ست و رحیم ہست و مستغنی ہست و احتیاج بکسے و بچیزے ندارد امید بخشائش سخت بسیار است۔ اما حقوق عباد مشکل ہست کہ ہمہ وقت محتاج اند۔ چہ اینجا و چہ آنجا . . . .

حقوق عباد گفتہ اند بر سہ نوع ہست۔ یکے این ہست کہ دادن آن ممکن ہست۔ اینجا ہم و آنجا ہم۔ آن حق بندگان مومن ہست کہ در دنیا می توان کہ حق وے بدہند و یا از وے بحل خواہند بخشند۔ و در آخرت اگر طاعت و عبادت بودہ باشد بدان طاعت و عبادت حق وے بدرند۔ و اگر طاعت و عبادت ندارد گفتہ اند آن مقدار معصیت بر وے نہند۔ و دیگر حق کافر ہست۔ اینجا می توان داد اما فردا مشکل ہست۔ این را طریقہ نیست کہ آن بکند تا بدان دوختہ شود۔ و دیگر حق جانوران ہست کہ بد و تعدی کردہ باشند کہ بارے زیادہ از قدر معتاد برو نہادہ باشند یا علف و آب بوقت معتاد ندادہ باشند یا تازیانہ بغیر حاجت معتاد زدہ باشند۔ این حق نہ اینجا دادن توان و نہ آنجا۔ این مشکل ہست۔ و حکم این ہست کہ فردائے قیامت پائے از عرصات بر ندارد تا حق بندگان ندہد اگرچہ شہید باشد . . . .

ابیات

گر مسلمانی تو بیدادی چرا ست ۔۔۔ چونکہ بیدادی مسلمانی کجا ست

خلق آزاری تو با دست و زبان ۔۔۔ سود خود خواہی زیانِ دیگران

. . . . . . در شرح می فرماید اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ یَدِہٖ وَ لِسَانِہٖ مسلمان اوست کہ مسلمانان از دست و زبان او سلامت

باشند و بیزار اند۔ کہ دل مومن مخلص محبت خانۂ خداست و در حدیث آمدہ است کہ ہر کہ دل مومنے را خراب کند خانۂ خدا را خراب کردہ باشد۔ پس ہر کہ خلق آزار بود حق آزار بود این ہست کہ گفتہ اند۔ **ابیات**

ہر کہ خلق آزار حق بیزار ازو ۔ نام او مومن مخوان مومن مگو

نامبارک باشد آزار کسان ۔ خود زیان را از مسلمانان ہمان

وہ مسئلہ جو آج کے ہیومنٹیرین (بہی خواہ خلائق) فرقہ کا سرمایۂ ناز ہے۔ اور جو نہایت فخر کے ساتھ اینمل پروٹکشن سوسائٹی (جماعت حفاظت حیوانات) کے لباس مین شایستگی حال کیطرف سے پیش کیا جاتا ہے وہ آج سے آٹھ سو برس ہوئے کہ مخدوم کے شاگردونکو بتایا جاتا تھا۔ اور اوسپر عمل ہونے کی تحریص و ترغیب دیجاتی تھی۔

علی العموم مسلمانوں کے ساتھ برتاؤ

مخدوم کا برتاؤ علے العموم تمامی مسلمانون کے ساتھ نہایت خلوص کا تھا۔ اون کے رنج و راحت مین حتے المقدور شریک ہوتے اور انکی دستگیری و دلجوئی فرماتے۔ آپکا قول تھا کہ "فراہم آوردن کارہائے مسلمانان۔ و سعی نمودن در امور خلق بزرگ سود و منفعت است۔ این کار پیغمبران ست کہ کارہائے خلق کردہ اند و بلاہائے ایشان کشیدہ اند" دوسرون سے بھی مخدوم کا یہی استدعا تھی کہ ایک دوسرے کے کام آؤ۔ اسمین امیر غریب کیسیکی قید نہ تھی۔ مخدوم کی ساری تحریرین اس سے بھری پڑی ہین۔ مین یہاپر

ایک مکتوب ہے جو ملک خضر کے نام ہے کچھ التقاط کر کے درج کرتا ہون۔ مخدوم لکھتے ہین کہ:۔
"درمیان این ظلمات۔ از قلم و زبان خود و از مال و جاہ خود چنانکہ توانی راحتے بمحتاج برسان۔ در مقام آن برادر صوم و صلوٰۃ و نوافل ہر چند کہ ہست نیک ہست۔ اما ہیچ کارے سودمند تر از راحتے رسانیدن بدلہا نیست"۔

سادات و فرزندان مشائخ کے شرف نسب کی خاص عزت۔ بلا کسی دوسری وجہ کی آپ بڑی عزت کرتے تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ "ہر جا کہ شرف نسب ہست چنانکہ فرزندان رسول صلے اللہ علیہ وسلم و فرزندان مشائخ اینجا براے تعظیم علم شرط نیست۔ کہ اگر در وعلم باشد اینکہ تعظیم کنند۔ اگر خود علم باشد شرف مزید گردد"۔

شاہزادگان و حکام زمانہ کے ساتھ مرابطت۔ اظہار کرامت سے تنفر۔ مشائخین ہمعصر کے ساتھ برتاؤ۔ نیچرل سینری کا مخدوم پر اثر۔ مخدوم کی عمر۔ مخدوم کی حیات مین سلطنت کے انقلابات اور مخدوم پر اونکا اثر

شاہزادگان و حکام زمانہ کے ساتھ مخدوم کی مرابطت

مخدوم کی صحبت مین شاہزادے اور حکام زمانہ اکثر آمد و رفت رکھتے تھے مجد الملک مقطع بہار۔ قاضی زاہد۔ قاضی شمس الدین۔ رضی الملک۔ سلطان محمد۔ داد ملک داماد سلطان محمد۔ ملک الامرا ملک مفرح۔ شاہزادہ مبارک۔ قاضی معین الدین حاکم بہار۔ مولانا صدر الدین نائب قاضی ستارگاؤن کے نام

بار بار آپ کے مکتوبات و ملفوظات مین پائے جاتے ہین۔ مگر ان سے ارتیاط کی غرض صرف خلق اللہ کی نفع رسانی تھی اپنے نفع و نمود کی ہرگز غرض مضمر نہ تھی دیکھو خوان پُر نعمت مین فرماتے ہین کہ" درانچہ من حجرہ قدیم می بودم۔ دران وقت ایجا ملکے بود۔ باخلق چندان معاشرت خوب نداشت و خلق بیشتر بر من آمدے کہ در کار برو ے شفاعت کنید۔ و من در باب ہر یکے شفاعت می کردم و کاغذے در باب شفاعت بروے می نبشتم"۔

بزرگون کا قول ہے کہ بادشاہون کے یہان مشایخ کو بلا طلب نہ جانا چاہئے مگر ایک حالت مین۔ یعنی اگر کسی مسلمان بھائی کا کام اوسکے جانے پر اٹکا ہوا ہو۔ صاحب احیاء العلوم بھی ایک پیغمبر کی نقل لکھتے ہین کہ وہ بادشاہ کے گھوڑے کا رکاب پکڑے رہتے۔ لوگ تعجب کرتے کہ پیغمبر کا بادشاہ کے گھوڑے کا رکاب پکڑنا یعنی چہ۔ پیغمبر نے جواب دیا کہ مین اوسکے گھوڑے کا رکاب اسلئے پکڑتا ہون کہ مجھ سے اوسکو الفت ہو۔ اگر اوسکو مجھ سے محبت والفت ہو جائیگی تو وقت پر خلق اللہ کا کام نکال سکونگا۔

مخدوم بھی صرف اسی غرض سے اونسے ملتے سب جلتے تھے۔ ورنہ دنیاوی غرض انکو اون سے کچھ نہ تھی۔ اگر اس تقرب سے دنیا کمانا منظور ہوتا تو ہرگز جاگیر شاہی کو ترک نکرتے۔ اور اپنی اوقات ایسی مسکینیت و فقیری سے بسر نکرتے۔ تحصیل دنیا کا خیال اونکے بارے مین نری حماقت و سراسر

بدیہیات سے چشم پوشی کرنی ہے۔

مخدوم کا بنگالہ سے تعلق

مخدوم نے چونکہ سنارگاؤن مین تعلیم علوم ظاہری کی حاصل کی تھی اسلئے سلطنت بنگالہ سے اونکو خاص دلچسپی تھی۔ چنانچہ حضرت مولینا مظفر بلخی رحمہ اللہ اپنے مکتوب یکصد و شصت و سوم مین جو بنام سلطان غیاث الدین شاہ بنگالہ کے ہے تحریر فرماتے ہین کہ۔

"شیخ شرف الحق والدین را قدس سرہ العزیز بندہ ہمہ وقت میدید کہ درباب این ملک عین عنایت داشت و خدایتعالےٰ را عین عنایت برین زمین و برین ملک بود وہست کہ شیخ شرف الدین را کہ لشکر آلہی بود بر سر این زمین داشت۔ ہر چند سلطان فیروز شاہ وجوانب او تا چہ کردند کہ شیخ وقتے بر پا چیزے نویسد و یادگارے فرید اصلاً چیزے وقتے ننوشت و چیزے نفرستاد و بر سلطان شہید بارہا بطیب قلب مکتوبات نوشتے و بغایت خرسند بود۔ بر شما آثار آن برکات ہست۔"

ترک جاگیر کی غرض سے دوبارہ سفر دہلی

ترک جاگیر کی حکایت صاحب مونس القلوب نے یون لکھی ہے کہ فیروز شاہ کے تخت نشین ہوتے ہی وہ تغلق شاہی باقی نرہی۔ مشائخون کے ساتھ قبول خدمت و جاگیر کے لئے جبر کرنے والا کوئی نرہا۔ مخدوم موقع غنیمت پاکر ترک جاگیر کی نیت سے دلی روانہ ہوئے۔ اثنائے راہ مین قاضی اشرف الدین سے جنکو لوگ جبرئیل علم کہتے تھے ملاقات ہوئی۔ اونھون نے پوچھا کہان جاتے ہو۔ مخدوم نے فرمایا کہ ایک غرض سے جا رہا ہون۔ قاضی صاحب مصر ہوئے کہ اسکو

ظاہر کیجئے۔ مخدوم نے فرمایا کہ دل مین یہ بات آئی ہے کہ راجگیر کی جاگیر ترک کرون۔ اسلئے بادشاہ کے یہان جارہا ہون کہ اسناد کو اوسکے حوالہ کردون۔ قاضی صاحب نے کہا کہ اگر آپ کا یہی خیال ہے تو تھوڑے دنون اور ٹھہر جائے۔ آپ نے فرمایا کہ جب ترک کرنا ہے تو پھر ٹھہرنا چہ معنی دارد۔ غرض قاضی صاحب کی ایک نہ سُنی اور دہلی پہونچے۔ اوسوقت اکثر ندماء شاہی مین سرگوشیان ہونے لگین۔ لوگ آپس مین کہنے لگے کہ مخدوم کی دہلی آنے سے اصل غرض استدعاء ازدیاد جاگیر ہے۔ رفتہ رفتہ یہ خبر فیروزشاہ تک پہونچی۔ بادشاہ نے کہا کہ اگر مخدوم تمام اقطاع بہار مانگینگے تو مین دونگا ندما کو بادشاہ کا یہ کلام سُنکر ازبس خجالت ہوئی۔

مخدوم جب بارگاہ جہان پناہی مین حاضر ہوئے۔ بادشاہ نے بہت تعظیم و توقیر کی اور کہا کہ زہے بخت جو مخدوم نے میرے سر پر قدم سعادت توام نزول فرمایا۔ مخدوم نے فرمایا کہ ایک غرض لیکر آیا ہون۔ اگر قبول فرمانے کا وعدہ ہو تو کہون۔ بادشاہ نے بسر و چشم منظور کیا۔ مخدوم نے اسناد آستین سے نکالکر بادشاہ کے ہاتھ مین دیئے۔ اور فرمایا کہ از براے خدا انکو پھیر لیجئے یہ میرے کام کے نہین ہین۔ بادشاہ اور تمام حضار دربار ششدر رہ گئے چونکہ بادشاہ پہلے ہی عہد واثق کرچکا تھا سیواے قبول کرنے کے اوس سے کچھ نہ بنی آخرش بادشاہ نے یہ التماس کی کہ کچھ نقد اخراجات کے لئے قبول ہون۔

مخدوم نے قبول فرمایا۔ لیکن دربار شاہی سے باہر نکلتے ہی سب فقرا و مساکین
کو تقسیم فرما دیا۔ بعد ترک جاگیر کے مخدوم بہار لوٹے اور پھر آیندہ دلی جانیکا اتفاق نہوا۔
اگرچہ دنیاوی خیال سے مخدوم کا جاگیر سے دست بردار ہونا قابل
ستایش نہین معلوم ہوتا۔ لیکن غامض نظر سے دیکھا جاے تو مخدوم جیسے آدمی
کو یہی مناسب تھا جو مخدوم نے کیا۔ جس دھن مین مخدوم تھے اوسکے لئے یہی نہایت
ضروری تھا۔ اور جو مشن (خدمت) مخدوم اپنے ذمہ لئے ہوئے تھے اوسکی
تکمیل ایسے بکھیڑون مین پھنسکر کیونکر ممکن تھی۔ اگر ایک طبیب کے حوالہ تم انتظام جایداد کردو
اور وہ طبیب مرجع خلائق اور ملک طبیب بھی ہو تو تم کہہ سکتے ہو کہ یہ انتظام جایداد
اوسکے پیشہ طبابت مین کیسا کچھ حارج ہوگا۔ یہی حال مخدوم کا سمجھو۔ یہ امراض
اخلاقی کے طبیب تھے۔ اس مرض کے بیمارون کا آپ کے یہان ہجوم تھا۔ اگر آپ
جاگیر وغیرہ کے بکھیڑون مین پھنستے تو مشن کے فرایض مین ضرور قصور عاید ہوتا۔
یہان پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ ضرور نہین کہ مخدوم جاگیر کی نگرانی بذات خاص کرتے
دوسرے لوگ اسکے متعلق کے کام انجام دے سکتے تھے۔ اسکا جواب یہہ ہے کہ
بس یہی مخدوم نے کیا۔ جاگیر بادشاہ کے حوالہ کردی اور وہ دوسرون کے ساتھہ
بندوبست ہوئی۔ جسکے ساتھہ بندوبست ہوئی وہ اوسکی نگرانی اور اوسکا انتظام کرنے لگا
اب رہا اوس سے مستفید ہونا۔ اسکی ایسے شخص کے لئے زنہار و ہرگز ضرورت نہ تھی جو
نبی صلی اللہ علیہ وسلم و خلفاے راشدین کا والہ و شیدا ہو اور اونکی پیروی کو اپنا

جزو دین ایمان سمجھے۔ اور جو اللہ کے اس وعدہ پر کہ اِنَّ اللّٰہَ ھُوَالرَّزَّاقُ ذُوالْقُوَّۃِ الْمَتِیْنُ ایمان لائے ہوئے ہو۔ اور اللہ کی اس ضمانت کو کہ وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا سچی اور مستحکم ضمانت باور کرتا اور دنیا کی کل ضمانتوں کو اوسکے سامنے ہیچ و پوچ سمجھتا ہو۔ اور پھر اللہ کی اس قسم کو کہ فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّہٗ لَحَقٌّ ہماری قسم جیسی نہ جانتا ہو۔ بلکہ اٹل مانتا ہو۔ اور اوسکے اس حکم پر کہ وَتَوَکَّلْ عَلَی الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ کامل اطمینان رکھتا ہو۔ وہ دنیا و آخرت کو اللہ کی بادشاہی جانتے تھے اور سب روزیوں کو اللہ کے قبضہ مین دیکھتے تھے۔ اور تمامی زمین پر اوسکا حکم نافذ پاتے تھے۔ وہ دنیا سے اوسیقدر برخوردار ہونا جائز رکھتے تھے جسقدر اونکے اور ہمارے تمھارے اور تمام مسلمانون کے پیغمبر اور اوسکے خلفای راشدین نے جائز رکھا ہے۔ اونکے دل مین اوس رحمۃ للعالمین کی (بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ) فاقہ کشی اور گلیم سیاہ گھر کئے ہوئے تھے۔ اور ایک لمحہ بھی چشم پوشی کرنے نہ دیتے تھے۔ وہ اپنی دھن کے پکے تھے۔ ہمارے جیسے نہین کہ شہوت کے وقت چوپایہ۔ غصہ کی حالت مین درندہ گناہ کی حالت مین لڑکا۔ بھوک مین دیوانہ۔ اور پیٹ بھرے پرستانہ بن جائین۔ گدھے جیسا حال کہ دانا پایا۔ تو لوگون کو ستانے اور بھوکا رہے تو غل مچائے مخدوم کو اظہار کرامت سے تنفر تھا۔ اور اسکو شاذ و نادر جائز رکھتے تھے۔

اظہار کرامت سے تنفر

شیخ حمید الدین اور مخدوم کی نقل

صاحب گنج لا یخفی لکھتے ہین کہ شیخ **حمید الدین** مخدوم کے دوست تھے۔ خلوتون مین آپ کے ساتھ رہتے تھے۔ ایک بار آدھی رات گزرے مخدوم کی خدمت مین حاضر ہوئے۔ شب بارہ تھی۔ مخدوم باہر نکل آئے۔ اور صحن مین دیوار کے قریب بیٹھ گئے۔ شیخ **حمید الدین** بھی ایک ساعت بیٹھے رہے۔ تھوڑی دیر بعد بولے کہ اگر یہ چبوترہ کچھ بڑھجائے تو صحن مصفا نظر آئے۔ مخدوم اوٹھ کھڑے ہوئے اور فرمانے لگے کہ مین نے جانا تھا کہ اس نیم شب مین امور دینی مین کچھ مشکل پیش آئی ہوگی اوسکے حل کے لئے آپ تشریف لائے ہین۔ لیکن اب مین دیکھتا ہون کہ مین بر سر غلط تھا۔ آپ فرماتے ہین کہ چبوترہ بڑھاؤ۔ یہہ نہین کہتے کہ اس بتخانہ کو چنکر ویران کردو۔ اللہ رے اظہار کرامت سے تبری۔ ذرا سی لغزش پر بپھر پڑے۔

شیخ منہاج الدین ومولانا مظفر کی نقل

اسی مضمون کے متعلق **مونس القلوب** مین ایک نقل لکھی ہے کہ شیخ **منہاج الدین** بارہا مخدوم پر بطور طعن کے الزام دیا کرتے تھے کہ مخدوم نے حج نہین کیا۔ مخدوم عذر شرعی پیش کرتے تھے۔ یہ شیخ **منہاج الدین** وہ تھے جنھون نے سات حج کئے تھے۔ ایک بار یہی قصہ پیش تھا اور مولانا **مظفر** بلخی بھی موجود تھے۔ مولانا کو حرارت آگئی۔ آپ نے شیخ **منہاج الدین** سے کہا کہ "حرم کعبہ را در آستین غلامان شرف بنگر"۔ شیخ نے جو نظر کی تو تمامی حرم کو دیکھ لیا۔ شرمندہ ہوئے۔ مخدوم کو مولانا کی یہ بات پسند نہوئی

نہایت ناخوش ہوئے اور تین دن تک مولانا سے نہ بولے اور پھر بولے
تو یہ بولے کہ اگر مین نہوتا تو تم منصور ثانی ہوتے۔ آپ کو اظہار کرامات سے
قطعاً بیزاری تھی۔ اگر کوئی شخص کسی کام مین آپ سے استمداد کرتا یا اپنی کوئی حاجت
پیش کرتا تو آپ اپنی شکستگی اور بینوائی ظاہر کرتے۔ اور اوسکو میران جلال
دیوانہ کی طرف رجوع لانے کو کہتے۔

صاحب مونس القلوب لکھتے ہین کہ ایک مرتبہ ایک شخص
کئی مکھیان مری ہوئی آپ کے پاس لے آیا۔ اور کہنے لگا کہ سُنا ہے
کہ الشیخ یحیی و یُمیت یعنی شیخ جلاتا ہے اور مارتا ہے۔ آپ ان مکھیون کو
زندہ کردین۔ مخدوم نے فرمایا کہ یہ تو وہی قصہ ہے کہ" خود درماندہ شفاعت دیگران"
مین تو خود درماندہ ہون دوسرون کو کیا زندہ کرون۔ مین شیخ نہین ہون اور اس کام
کے شایان نہین۔ تم برادرم شیخ احمد کے یہان جاؤ اور یہ مشکل ان سے پیش کرو۔
وہ شخص شیخ احمد چرمپوش کے پاس گیا۔ یہ بزرگ مخدوم کے خالاتی بھائی
تھے۔ عمر مین مخدوم سے بڑے تھے۔ بہار ہی مین رہتے تھے۔ بڑے کامل تھے
انکا مزار بہار مین اسوقت تک زیارتگاہ خلق اللہ ہے۔ شیخ نے فرمایا کہ تو کس خیال
مین پڑا ہے جا اس سودے کو سر سے دور کر۔ مگر سائل نے نہ مانا اور اصرار کیا تب آپ نے
فرمایا کہ مکھیون کو مار کر لے آ۔ وہ مکھیون کو مار کر لے آیا اور آپ کے ہاتھ مین دیدیا آپ نے
مکھیونکی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اڑ جا۔ مکھیان زندہ ہو کر اڑ گئین۔ اوس شخص

نے کہا کہ البتہ یحیی تو معائنہ کیا۔ اب یمیت بھی معائنہ کرائے۔ شیخ نے فرمایا جاؤ راہ میں دیکھ لینا۔ جب وہ دروازہ سے باہر نکلا تو اوس نے دیکھا کہ ایک گھوڑا بگڑا ہوا بگ ٹٹ چلا آتا ہے۔ ناگاہ آتے ہی اوسنے اسکے ایک لات ایسی ماری کہ غریب جان بحق تسلیم کر گیا۔ مخدوم کو خبر ہوئی اوسکے جنازہ پر تشریف لائے۔ جب شیخ نے سنا کہ مخدوم جنازہ پر موجود ہیں خود بھی آئے۔ دونوں بزرگ نماز جنازہ میں شریک ہوئے۔ اور ان ہی بزرگوں کی حاضری میں وہ مردہ دفن ہوا۔

الشیخ یحیی و یمیت

اس مسئلہ الشیخ یحیی و یمیت کے متعلق مخدوم ملتوبات دو صدی کے مکتوب یکصد و ہفتاد و ہشتم میں تحریر فرماتے ہیں۔ "این سخن سہ معنی دارد۔ یکے آنکہ ازین یحیی و یمیت این مراد باشد کہ زندہ میگرداند مرید را بطاعت و مردہ میگرداند از معصیت۔ زیرا کہ طاعت حیات ہست و معصیت ممات۔ و دوم یحیی بحیات قلبہ و یمیت عن حیات نفسہ۔ و سوم کہ اگر خدائے عزوجل فضل کند مستجاب الدعوات گردد۔ زندہ ہم گرداند بفرمان خدائے عزوجل و مردہ ہم گرداند بفرمان خدائے عزوجل بنا بر لائیتکہ دارد بحکم فرمان حق تعالےٰ۔"

مشائخین ہمعصر کے ساتھ برتاؤ

اپنے ہمعصر مشائخ کے ساتھ مخدوم کا برتاؤ برادرانہ اور خلوص کا تھا۔ **احمد بہاری** ایک دیوانہ شکل آدمی تھا۔ اکثر مخدوم کی خدمت میں آمد و شد رکھتا۔ توحید خواہی میں کچھ استفسار کرتا اور کبھی خود کچھ کہتا۔ مخدوم کے ساتھ اوسکو ایک تم کا انبساط تھا۔ دیوانگی کے عالم میں سخنہا سے فراخ کہتا جنکو خلق سمجھ نسکتی۔

شیخ عز کاکوی بھی صاحب شغل و کامل الحال تھے۔ اگر توحید خواص اور مسائل عشق و محبت مین کوئی مشکل ہوتی تو مکتوبات کے ذریعہ سے انکو مخدوم سے حل کراتے۔ عز کاکوی کے نام سے مخدوم کے جتنے مکتوبات ہین وہ اجوبۂ کاکوی کہلاتے ہین۔

سید جلال بخاری سے بھی ارتباط برادرانہ تھا۔ اور باہم مراسلات ہوا کرتے تھے۔ انکو مخدوم سے ازبس ربط قلبی تھا۔ اور مخدوم کے مدارج کے وہ نہایت قدردان تھے۔

احمد بہاری اور عز کاکوی جب دلی مین جاکر اپنے کلمات شطحہ کی وجہ سے بفتواے علماے دہلی قتل ہوئے تو مخدوم کو نہایت افسوس ہوا آپ فرماتے تھے کہ "اتنے مشائخ طریقت دلی مین موجود تھے۔ کسی سے اتنا نہ ہوا کہ دیوانہ پن وغیرہ کے حیلہ سے بھی خلاص کراتے۔ افسوس! جس شہر مین ایسے بزرگون کا خون ہو تعجب ہو کہ وہ شہر آباد رہے" یہ زمانہ فیروز شاہ کا تھا اونے علماے دلی کو دھمکایا کہ مین نے تمھارے محضر کے رو سے قتل کیا تھا اور اب شیخ شرف الدین ایسا کہتے ہین تمھارے پاس اسکا کیا جواب ہو سکتا ہے۔ ان لوگون نے کہا کہ انکو یہان طلب فرمائیے تب ہم رو در رو ان سے باتین کرین۔ بادشاہ نے فرمان طلب جاری کر دیا۔ اسی اثنا مین سید جلال بخاری کا جن سے بادشاہ کو ازبس اعتقاد تھا خادم مع نامہ بادشاہ کے حضور مین آیا عند الاستفسار بادشاہ

احمد بہاری اور عز کاکوی کا دلی مین قتل ہونا

کو یہ بات معلوم ہوئی کہ اتنے دنون تک سید نے جو کوئی نامہ بادشاہ کو نہ لکھا تھا اوسکی وجہ یہ تھی کہ خلوت کرکے مکتوبات شیخ **شرف الدین احمد بہاری** کے مطالعہ مین مشغول تھے۔ بادشاہ کو اس بات سے تنبیہ ہوا۔ اوسنے فوراً ہی دوسرا فرمان جاری کیا کہ ہرگز ہرگز مخدوم کو تکلیف سفر نہ یجاے۔ الغرض اسطور سے یہ بلا ٹلی سید کے ارتباط نے اپنا پھل دکھایا۔

شیخ مغربی کے ساتھ بھی جو مخدوم کے زمانہ مین مقام **پٹالہ** مین رہتے تھے مخدوم کو خلوص تھا۔ **ملتقطات صدی** کے مکتوب نود و چہارم کو دیکھو۔ دوستون کے ساتھ مخدوم کسقدر تواضع اور انکسار برتتے تھے۔ فرماتے ہین کہ "مان کی پابندی ہے اور حکم شرع کی تعمیل ورنہ جہان آپ ہین اوس مسجد کے دروازہ پر آکر مین بھی گرتا اور مجاوری کرتا۔ اگرچہ مین یہہ چاہتا تھا کہ ہندوستان سے باہر جاؤن اور مسلمانون اور درویشون کی خدمت کرون اور مسلمان ہون مگر دار ہنین چھوڑتا۔ دیکھئے عاقبت حال میرا کیا ہوتا ہے۔ زنار نفس نہین کٹا اور جمال توحید نظر نہین آیا۔ بت پرستی مین اہل کفر و شرک کے درمیان عمر کٹی۔ جہانتک اپنے چارونطرف دیکھتا ہون بت۔ زنار۔ کفر۔ شرک نفس کے سوا کچھ نہین پاتا۔ **بیت** کجا روم چہ کنم کرا شفیع آرم ؛ دلے کہ رفت ز دستم چہ گونہ باز آرم ؛ کوئی شیخ کہتا ہے۔ کوئی ملک المشائخ لکھتا ہے۔ کوئی قطب الاولیا بناتا ہے۔ اور خواجہ نے اب تک مسلمانی کا مُنہ بھی نہین دیکھا۔ زنار گبری نفس بھی اپنی گردن سے نہ کٹا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

بیت صوفی و سبز پوش و شیخ چلہ دار ✤ این جملہ شدی و لے مسلمان نشدی

میرا حال تحریر و تقریر سے باہر ہے - اس بیت پر اعتبار کر لو بیت

نمی دانم کرامانم بدین سیرت گرفتارم ✤ نہ من ہندو نہ من مسلم نہ من مرتد نہ بدکارم

اب سوائے ایک دو دوستون سے پناہ ڈھونڈھون کیا تدبیر ہے - مصرعہ

رفتستم از دست گر نگیری دستم ✤ دوست ہی دوست کے آڑے آتے ہین -

مصرعہ یار کار افتادہ را یاری ہم از یاران رسد ✤

فطرت کا مخدوم پر اثر

نیچرل سینری کی موانست نے جو خلق سے عزلت گزینی کے زمانہ مین مخدوم کو حاصل تھی مخدوم پر گہرا اثر کیا تھا - جنگل کی ایک ایک بوٹی - پہاڑ کی ایک ایک چٹان - ریگستان کا ایک ایک سنگریزہ - بیابان کا ایک ایک چپہ - دریا و سمندر کا ایک ایک قطرہ - حیوانون کا ایک ایک خاندان - افلاکیون کا ایک ایک طبقہ وحدانیت خدا کا کھلا راز تھا جو مخدوم کے سیر الی اللہ سے سیر فی اللہ مین اسم اعظم کا کام کر گیا اور آپ کے واسطے خزاین علم الیقین و حق الیقین کے کھلنے کے لئے سمسم بن گیا فناء فی اللہ اور بقا باللہ اسی کلید راز سے سربستہ تھے - جون ہی مخدوم پر یہ راز منکشف ہوا - بس ان دونون کی ماہیت در حقیقت بھی روز روشن کی طرح کھل گئی - اور پھر "اَنَا مَنْ اَھْویٰ" و "مَنْ اَھْویٰ اَنَا" کے صیغے گردانے جانے لگے - فطرت کی ضخیم کتاب مخدوم کی نظرون مین ملحقات کتاب اللہ دکھائی دی - آپ اسکے مطالعہ سے پکے مسلمان اور سچے عبد اللہ بن گئے - اگرچہ

اسمین آپ کو جنگل جنگل کی پتیاں چننی پڑین - بن بن کی خاک اوڑانی پڑی - دریا و سمند کا پانی ناپنا پڑا - پہاڑی چٹان کی ٹھوکرین کھانا ہوئین - دنکو صحرا گردی اور رات کو اختر شماری کی نوبت آئی - لیکن اسی کے ساتھ جمال یار کی ضو آنے لگی - اور یہی ہونا تھا کیونکہ - بیت - ہم آدم را فرستادیم بیرون ٭ جمال خویش در صحرا نہادیم ٭ خود بینی و خود دانی کو خیرباد کہنا پڑا - تن من کی خبر نرہی - وصال کی تمنانے پاے طلب مین پر پرواز لگادئے - ایک یک ڈنڈی پر ہو لئے - اور جی توڑکر لمبے لمبے قدم اوٹھانے لگے - سیکڑون گھاٹیون کو طے کرتا ہوا وہ اپنی دھن کا پکا اپنے شاہد مقصود تک جا پہونچا اور عروس مراد سے ہمکنار ہوا - پھر کیا تھا - بیت - تو من شدی من تو شدم تو جان شدی من تن شدم ٭ تا کس نگوید بعد ازین من دیگرم تو دیگری ٭ حق بھی یہی ہے کہ جب تک یہ باتین نہین ہوتین کچھ بھی نہین ہوتا - حضرت مخدوم احمد چرمپوش بہاری رحمہ اللہ نے کیا خوب کہا ہے - ابیات

"توانگہ دوست حق گردی کہ از خود جملہ برگردی ٭ توانگہ روے حق بینی چو از خود روے بیچانی

چو خود را جملہ در بازی بقا اندر بقا یابی ٭ شوی زندہ باو دائم چو از خود رو بگردانی

توانگہ رو بگردانی کہ از خود روے برتابی ٭ توانگہ جان جان یابی کہ از خود داد بستانی

بکوشش جان و دل بازی پس انگہ در رسی آنجا ٭ وگرنہ تو کجا دانی کمال عشق سبحانی

مرو سرگشتہ بر جاے - فدا کن جان و دل بر و ٭ بہ خوش باشی درین گلشن چو مرغان گلستانی

ہماے ہمت مرزم ترا بر خود بجان گیرد ٭ بمیدان نے رسی کانجا دو دست از جملہ افشانی

برائے کعبۂ وحدت بسر پیمائی منزلہا — که قطع راه بس مشکل بدین رفتار نتوانی

مشو در بند خود بینی که خود بینی ست گمراهی — مشو در راه انبازی که انبازیست نقصانی

علم بالائے گردون زن چو مرغ روح هر ساعت — اگر چون ازدام تن رستی شدی تو مرغ روحانی

بمیدانے رسی کانجا سران را گوئے بر گردد — نه پایانے درو بینی نه اندروی خم چوگانی

تجلی رخش انجا جمال از پرده بنماید — شود ذات تو مستغرق بنور ذات نورانی

محیط قاف جان گردی درین دریائے بے پایان — شوی از چشم ناپیدا چو سیمرغ بیابانی

فضائے کبریائی در کنی پرواز هر ساعت — جمال حق عیان بینی دران روضات روحانی

سلام اندر سلام آید کلام اندر کلام آید — عیان اندر عیان بینی همه اسرار پنهانی

نه آنجا درد و سنے درمان نه انجا ملک و نی فرمان — نه آنجا گفت و نی وجدان نه آنجا رنج و آسانی

نشانت بے نشان گردد فنا اندر فنا گردد — نماند ذرۂ ز تو رسی در وجے آسانی

بملک لم یزل بینی جمال بادشاهی — که باشد کمترین ملکش همه ملک سلیمانی

بجاوشی نمی شاید ملائک اندران ساعت — بدربانی نمی زیبد ترا طاؤس ربانی

همه هستی عدم بینی همه نور قدم بینی — نه تن آنجا نه دم بینی رهی از صورت فانی"

مخدوم کا حلیہ۔ لباس تشرع واتباع سنت۔ اخلاق اوصاف۔ خصوصیات۔

صاحب مونس القلوب کا بیان ہے کہ مخدوم شیخ بدر رنگ

مخدوم کا حلیہ

درمیانہ قد تھے۔ اس اتنی بات کے سوا اور کچھ پتہ آپ کے حلیہ کی نسبت نہین چلتا۔ ہوسکتا ہے کہ آپ کے جانشینون اور اہل خاندان کے پاس مخدوم کا پورا حلیہ موجود ہو۔ مگر مین نہایت افسوس کے ساتھ بیان کرتا ہون کہ بار بار استفسار کرنے پر بھی کسی صاحب نے مجکو اوسکا پورا پتا نہ دیا کہ مین اوسکے اندراج کو باعث تزئین رسالہ ہذا بناتا۔

لباس

مخدوم کے **لباس و پوشش** کی نسبت بھی مین نے کوئی کوشش دریافت کی اوٹھا نہ رکھی مگر اسمین بھی ہمان آش در کاسہ کا مضمون پیش آیا صرف اون تبرکات سے جو آپ کی درگاہ مین رکھے ہوئے ہین یہ بات منکشف ہوتی ہے کہ آپ تہ بند۔ مرزائی۔ کرتہ۔ چادر۔ اور عمامہ استعمال کرتے تھے۔ کپڑون کا رنگ صندلی ہے۔ اسلئے مین کہہ سکتا ہون کہ آپ کا لباس غالباً صندلی رنگ کا ہوتا تھا۔

تشرع و اتباع سنت

مخدوم **اول درجہ کے متشرع تھے** کسی حالت مین آپ کا قدم جادۂ شریعت سے نہ ڈگا۔ اور اسمین آپ کو نہایت غلو تھا۔ مرض موت تک مین اسکا خیال نہ چھوٹا۔ وصال کے دن عصر کے وقت مخدوم وضو کرنے لگے اتفاقاً منہ کا دھونا بھول گئے۔ آپ کے بھائی شیخ **خلیل الدین** نے ٹوکا آپ نے سر نو سے پھر وضو کیا۔ آپ فرماتے ہین کہ "باشرع ہوشیار باش و باخدا دیوانہ۔ با عشق آشنا باش و با عقل بیگانہ"۔ پھر دوسری جگہ فرماتے ہین کہ "بہر مقامے کہ رسی و بہر مرتبہ کہ برآئی باید کہ مقید شرع باشی"۔ **معدن المعانی** کے باب یازدہم مین فرماتے ہین:۔

"پس معلوم شد کہ سلامتی دران ست کہ مومن ہرچند علم شرع بالیستد نہ سر و پیشیں شود نہ پس آید

اون ریاضات و مجاہدات کو جو نامشروع طریقہ سے کئے جاتے ہین باوجود اسکے
کہ آپ ہضم نفس کی برابر تاکید فرماتے تھے۔ جائز نہین رکھتے تھے۔ چنانچہ مکتوبات
صدی کے مکتوب پنجاہ و ہشتم مین فرماتے ہین :" اگر کسے سر سوزنے بعضوے
از اعضاے خویش فرو برد و بگوید کہ من نفس را قہر می کنم در درگاہ خداے عز و جل عاصی باشد
بیشتر جہال را این غلط افتادہ است و بحمق خویش این را کارے پندارند۔ زینہار از حد شرع
و علم تجاوز مکن"۔

آپ کا قول تھا کہ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰہُ حقیقت ہو اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ
شریعت۔ جیسا کہ بے محمد رسول اللہ کہے صرف لا الہ الا اللہ کہنے سے
کوئی شخص مسلمان نہین ہو سکتا اوسیطرح بے شریعت کے ہرگز دین اسلام حاصل
نہین ہوتا۔ آپ کا قول ہے کہ جب تک علم و عمل باقی ہین تکلیفات شرعی باقی ہین
جو کوئی اسکا منکر ہو اوہ باجماع مشائخ و باتفاق علماے دین اسلام سے باہر ہے"
سچ ہے ہر شخص کا کلام اونکے حال و خیال کے مطابق ہوتا ہے۔ کُلُّ اِنَاءٍ
یَتَرَشَّحُ بِمَا فِیْہِ۔ افسوس! اب ایسے لوگ کہان ؎ حریفان بادہ ہا خوردند
و رفتند ؛ تہی خمخانہ ہا کردند و رفتند ؛

اتباع سنت

اتباع سنت کے آپ از بس والہ و شیدا تھے۔ خوان نعمت
کی مجلس سوم مین فرماتے ہین ۔" اما مشائخ کہ میگزارند (یعنی نماز معکوس) براے آن میگزارند
تا متابعت بکمال آید قولاً و فعلاً۔ تا وعدہ کہ در متابعت ہست دران وعدہ در آیند۔ بر امید آن وعدہ

بدانچہ رسول علیہ السلام آتی شدہ اند قولاً و فعلاً بقدر امکان آتی می شوند۔ حاضرے پرسید آن وعدہ چیست۔ فرمود قال اللہ تعالیٰ۔ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔ مقصود و مطلوب ایشان محبت حق ہست و آن بر متابعت وے آمدہ ہست"۔ پھر تحفۂ غیبی میں آپ سے مروی ہے کہ:۔

"متابعتِ اقوال حضرت رسالت پناہ شریعت ہست و متابعت افعال وے طریقت ہست و متابعت احوال وے حقیقت ہست۔ پس ہر کرا این ہر سہ متابعت بکمال شد او در تحت این وعدہ بکمال در آمد کہ حق سبحانہ تعالیٰ در کلام مجید یاد کردہ ست۔ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پس ہر کہ متابعتِ اقوال او کرد شریعت درست کرد۔ و ہر کہ متابعتِ افعال او کرد طریقت درست کرد۔ و ہر کہ متابعتِ احوالِ او کرد حقیقت درست کرد"

حق یہ ہے کہ سنت نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی آپ کی عادت ہو گئی تھی۔ مزاولت کی وجہ سے بے تکلف و بے تصنع امور مشروع و مسنون آپ سے صادر ہوتے تھے اور آپ اخلاق نبوی صلعم کی مجسم تصویر تھے۔

بدعت سے مخدوم کلیتاً نفور تھے۔ خوانِ پر نعمت کی مجلس سوم میں آپ سے مروی ہے کہ:۔ "این داریم کہ جائیکہ سنت و بدعت پیش می آید ترک سنت اولے ہست از اتیان بدعت۔ کہ باتیان سنت اتیان بدعت ہست"۔

مخدوم پرلے درجہ کے رحیم۔ حلیم۔ پردہ پوش۔ فیاض۔ باذل

بدعت سے تنفر

اخلاق و اوصاف

راست گو۔ مرتاض۔ متقی۔ عابد۔ زاہد۔ متواضع۔ منکسر۔ ہمدرد خلق اللہ تھے۔
آپ کو ہرگز انانیت چھو نہ گئی تھی۔ اپنے کو سبھوں سے چھوٹا سمجھنا۔ اپنے
قصور طاعت پر رونا۔ آپکی عادت مین داخل ہوگیا تھا۔ صاحب مونس القلوب
راوی ہین کہ ایک بار آپ نے **سید جلال بخاری** کی خدمت مین ایک
کفش بھیجی۔ اس سے آپ کا مطلب یہ تھا کہ مین آپ کا کفش پا ہون۔ انتہا درجہ
انکساری ہے مگر بڑون کی بڑی بات۔ وہان ان بزرگون مین نفسانیت تو تھی نہین۔
سید نے اسکے عوض مین اپنی دستار بھیجدی۔ اس سے یہ مطلب تھا کہ آپ نے
جو خیال فرمایا ہے وہ صرف آپکا انکسار ہے۔ حق یہ ہے کہ آپ میرے سر تاج ہین۔
صدقے اس صفائی قلب و نیک باطنی کے۔ سچ ہے جب ایسے تھے تب دیتے تھے۔

عزیز و اقربا کا برتاؤ — اپنے **اعزہ** اور **اقربا** کے ساتھ بھی فیاضانہ برتاؤ تھا۔ صلۂ رحم کا رشتہ
کبھی ہاتھ سے نہ چھوٹا۔ ماں بھائی۔ اور دوسرے اعزہ و اقربا کے جو جو حقوق تھے
تا حد بشری برابر ادا کئے۔ دیکھو **شیخ مغربی** کو جو مکتوب آپنے لکھا ہے اسمین
فرماتے ہین کہ وہان کے حقوق مجبور کئے ہوئے ہین ورنہ مین نے ہند کبکا چھوڑا
ہوتا۔ آپ کے بھائی اور اونکے عیال برابر آپ ہی کے یہان پلے۔ بھتیجی اور پوتی
کو بیٹیونکی طرح پالا۔ جنکے جتنے حقوق تھے اونکے ایفا مین ہرگز تساہل نہ فرمایا۔

پردہ پوشی — آپ کی **پردہ پوشی** کی ایک نقل **مناقب الاصفیا** مین ہے
کہ ایک روز ایک شخص امامت کے لئے آگے بڑھا۔ لوگون نے مخدوم سے کہا

کہ یہ شراب خوار ہے اسکی اقتدا نفرمائیے۔ آپ نے فرمایا کہ ہر وقت نہین پیتا ہے لوگون نے کہا کہ ہر وقت پیتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ماہ رمضان مین نہین پیتا ہو گا اور اوسکی اقتدا کرلی۔ واہ ری پردہ پوشی اور حسن ظن!۔

دوسرونکی بابت حسن ظن

آپ دوسرون کے بارہ مین ہرگز **گمان** بد نہ رکھتے تھے۔ اور حسن ظن سے کام لیتے تھے۔ ایک بار شیخ **نظام الدین** نے مخدوم سے عرض کیا کہ حضرت **نظام الدین اولیا**ؒ کے ملفوظ مین ہے کہ رسالتمآب صلے اللہ علیہ وسلم اپنی انگوٹھی گھما رہے تھے تو البتہ اوس مشغولی مین خدا سے غفلت ہوگئی تھی اسپر فرمان حق پہونچا کہ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا الخ مخدوم نے فرمایا کہ ایسے بزرگ سے اسطور پر نہوگا۔ کاتب کی غلطی ہوگی۔ پیمبرون سے غفلت جائز نہین۔ یہہ لوگ پلک جھپکنے بھر بھی خدا سے غافل نہین ہوتے۔ لوگ ملفوظ مخدوم کی خدمت مین لے آئے۔ مخدوم نے فرمایا سہو کاتب ہے۔ اسکو درست کرلو۔ اور اپنے ہاتھ سے اوسکو حک فرمایا اور درست کردیا۔

طمع و خودغرضی چھو نہ گئی تھی

آپ کو **طمع** اور **خودغرضی** چھو نہ گئی تھی۔ ایک ملفوظ مین آپ لکھتے ہین۔ **ابیات** من پاکباز عشقم تخم غرض نہ کارم ٭ پشت و پناہ فقرم پشت طمع نخارم ٭ نہ بندِ خلق باشم نہ از کسے ہراسم ٭ مرغ کشادہ بالم برگ قفس ندارم ٭

حق یہہ ہے کہ یہہ بستین مخدوم ہی کے منہ پر زیبا تھین۔ جس پہلو سے دیکھو۔ دنیاوی ہو یا دینی۔ پوری آپ ہی پر پھبتی ہین۔

آپکا بذل وسخا

آپ کے **بذل وسخا** کا حال نہ پوچھو۔ روز روشن کے مانند نمایان تھا۔ آپ کا سارا مال و متاع فقرا و مساکین کا حصہ تھا۔ یہانتک کہ جسوقت آپ نے جاگیر شاہی کو ترک کیا اور **فیروز شاہ** نے نقد آپ کے اخراجات کو دئے تو آپ نے دربار سے نکلتے ہی سب مساکین کو تقسیم کر دیا۔ دوسرون کو نفع پہونچانے مین آپ کبھی پہلو تہی نفرماتے۔ جسکی جو ضرورت ہوتی حتےٰ الامکان آپ اوسکے رفع کرنے مین ہرگز دریغ نفرماتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے کہ "کار برادر مسلمان برآوردن بزرگ کاریست"۔

آپ حاضر و غائب کا یکسان خیال رکھتے تھے۔ مدح و ذم خلائق کی پروا نکرتے

آپ کی نظرون مین **حاضر و غائب سب یکسان تھے**۔ آپ کو **مدح و ذم خلائق** کا کوئی خیال نہوتا تھا۔ **بیت**۔ صاحب نظر نباشد دربند نیکنامی ؛ خاصان چہ باک دارند از گفت وگوے عامی **بیت** گرفتار کمند خوبرویان ؛ نہ از مدحت خبر دارد نہ از ذم ؛ **مکتوبات بست و ہشت** کے مکتوب بست و کیم مین آپ لکھتے ہین۔ "اہل معرفت را از مدح و ذم و قدح خلق چہ زیان کہ نزدیک ایشان مدح و قدح خلق ہر دو یکیست۔ نہ ممدوح خلق ممدوح ہست۔ و نہ مذموم خلق مذموم ہست۔ ممدوح حق ممدوح ہست۔ و مذموم حق مذموم ہست"۔

التعظیم لامر اللہ و الشفقۃ علی خلق اللہ پر آپکا عمل ۱۲

آپ اَلتَّعْظِیْمُ لِاَمْرِ اللہِ اور اَلشَّفَقَۃُ عَلیٰ خَلْقِ اللہِ کے جامع تھے۔ آپ کی پوری زندگی اس جامعیت کی شاہد ہے۔ اور گویا ان دونون باتون کی عملی تفسیر

دنیا کو آپ مزرعِ آخرت سمجھتے تھے۔ مکتوبات صدی کے
مکتوب ہفتاد و دو میں فرماتے ہیں: "الدُّنیا مزرعۃ الآخرۃ۔ بقدر امکان در کار
باید بود۔ واز دست و زبانِ خود و از قلم و کاغذ خود و از نقد و جنس خود راحتے بدلے میرسان۔
این کار را کارے بزرگ میدان"۔ پھر فوائد رکنی میں تحریر فرماتے ہیں:
"این جہان فریبندہ سراسر ہمہ عیب است۔ اما ہنرش آن است کہ مزرع آخرت است۔
اگر در وی تخم توان افگند کہ ریع آن در آخرت مہیا می باشد"۔ سچ ہے۔ بیت

برادر بو تنگل بہر آن دادند این مہلت ÷ کہ سیم ناقص خود را کنی کامل عیار اینجا

مخدوم ہرگز کسی کی دلشکنی جائز نہ رکھتے تھے۔ اسکا یہانتک
خیال تھا کہ اگر نفل کا روزہ رکھے ہوتے اور کوئی شخص بطوع خاطر آپ کی
دعوت کرتا تو آپ فوراً افطار کر دیتے۔ آپ کا قول تھا کہ روزۂ نفل کی قضا ہے
لیکن شکستگی دل کی قضا نہیں۔

آپ نہایت بلند ہمت تھے اپنے نقد و حاصل پر کبھی غترہ نہ کیا۔ مخدوم
کی تمام تحریروں کو دیکھ جاؤ کہیں نہ پاؤ گے کہ آپ نے یہ کہا ہو کہ مجھے یہ بات حاصل
ہے یا وہ۔ اسمیں آپ کی روش میرے خیال میں سارے بزرگوں سے الگ تھی
یہانتک کہ اگر اپنے کسی معاملہ کے اعادہ کی ضرورت بھی پڑ جاتی تھی تو یہ کہکر کہ۔ درویشے
را چنین معاملہ شد۔ یا درویشے چنین دید۔ برا مقصد کر لیتے ہیں۔ اور اگر کسی نے
آپ کی یافت سے سوال بھی کیا تو "شرف الدین ہیچ نشد" کہکر ٹالجاتے تھے۔

دنیا کو آپ مزرع آخرت سمجھتے تھے

کسی کی دلشکنی آپ روا نہ سمجھتے تھے

آپ کی بلند ہمتی

مکتوبات وصدی کے مکتوبات سی و ہشتم مین فرماتے ہین "ہر کہ خود را چیزے دید یا چیزے دانست خود بین بود نہ خدا بین"۔ سچ ہے۔ بیت

از یک قدم ز ہر دو جہان پاک بگزرند ٭ مردان براہ رند بہمت چو گام عشق ٭

آپ کی آنکھ ہمیشہ نایافتہ پر لگی رہتی تھی۔ کیونکہ یافتہ آپ کو ادنےٰ شے دکھائی دیتی تھی۔ اور وسعتِ حوصلہ و بلندی ہمت کی وجہ سے ہر دم و ہر آن اعلےٰ ترین پیش نظر رہتا تھا۔ دوسرون پر بھی اسی وسعتِ حوصلہ و بلندی ہمت کی فرمایش تھی۔ دیکھو مولٰنا مظفر بلخی کو لکھتے ہین :۔ "فی المثل اگر ہر دو عالم را بر در تو آرند و گویند تراست ہر تصرف کہ خواہی کن۔ ہوشیار باش از انچہ فوق الدنیا والآخرۃ ہست محجوب نگردد۔ قطع طریق نشود۔ ہمان گو کہ عارفان گفتہ اند۔ بیت

دنیاست بلا خانہ و عقبےٰ ہوس آباد ٭ ما حاصل این ہر دو بیکے جو نستانیم"٭ ٭

پھر دوسری جگہ فرماتے ہین :۔ "ہر آئینہ چون حوصلہ وسیع بود در وہمہ گنجد و اگر تنگ بود نہ گنجد بیرون افتد۔ این نکتہ درین باب (اے طلب) اصلی قویست"

کشف و کرامت کو مخدوم راہ سلوک کے امتحانات مین سے تصور کرتے اور انسے نہایت احترار کرتے ہین۔ دوسرون پر بھی اسیکی تاکید رہتی تھی۔ چنانچہ مولٰنا مظفر بلخی کو لکھتے ہین :۔ "اما روندۂ این راہ را انواع امتحانات بود آنرا کشف و کرامت گویند۔ زنہار۔ آن ہمہ بت و زنار ہمت خود شمر۔ و ما زاغ البصر و ما طغیٰ۔ فراموش نکند"۔ بیشک سچ تو یہ ہے کہ۔ اشعار

کشف و کرامت کو راہ سلوک کے امتحانات تصور کرنے

جذبۂ عشق بدانگونہ گرفتش دامن | کہ دلش خاص پئے یاد حق آمد مسکن
ما سوے اللہ کہ از خاطر او محو شدہ | چاشنی گیر ہم از سکر ہم از صحو شدہ
بہشت او آخرت و جملہ نعیمش معدوم | حال دنیا و نعیمہاش ازین کن معلوم
خواہش خلد برین را بدلش راہ نبود | ہیچ مقصود دل و جانش جز اللہ نبود
بود بیزار ہم از منزلت دنیاوی | فارغ از وسوسہ و مصلحت دنیاوی
گرچہ میداشت بخود جملہ خوارق حاصل | داشت از کشف و کرامات تبرّے در دل
اہل تسکینش در احوال طریقت خوانند | مرجع اہل دل و اہل یقینش دانند

مخدوم اپنی حال پر ہر وقت روتے رہتے

مخدوم کو ہر وقت **اپنی حالت کا رونا تھا**۔ آپ کی کوئی تحریر شاید مشکل سے نکل سکتی ہے جسمین اپنا نوحہ نہ ہو۔ باوجود اوس ریاضت و نفس کشی کے جسمین ہر وقت و ہر آن اوسی **واحد لاشریک لہ** سے لو لگی تھی۔ اور اوسکے حبیب (روحی فداہ) کی آتش عشق مین بھُن رہے تھے۔ مخدوم کا یہ کلام کہ "ہمہ در تلبیس شیطان ماندہ ام۔ نہ از خود خبرے۔ نہ از اسلام اثرے۔" کس پایہ کی خبر دیتا ہے۔ یہہ ظرف تھا تب سمندر کے سمندر کی سمائی ہوتی تھی۔

مخدوم کا تواضع

تواضع کا آپ کے یہہ حال تھا کہ آپ کو ہرگز کسی سے عذر تقصیر کرنے مین باک نہ تھا۔ صاحب **مونس القلوب** لکھتے ہین کہ ایک دن مخدوم پر کیفیت طاری تھی اور آپ حجرہ مین تھے۔ اور آپ کا معمول تھا کہ جب کبھی ایسی حالت ہوتی تو آپ حجرہ مین چلے جایا کرتے اور دروازے بند کر لیتے تھے۔ کسیکو اوسوقت

بار نہوتا۔ اوس روز اتفاقاً قاضی شمس الدین دمشقی آئے اور حجرہ کھولکر
اندر چلے گئے۔ اگرچہ میاں چوٹھائی دروازہ پر موجود تھے مگر وقت کی بات
کہ وہ منع نکرسکے۔ مخدوم اپنی حالت سے گزرے ہوئے تھے۔ قاضی صاحب
کی تعظیم جیسی کہ کرتے تھے شاید نہ کی۔ قاضی صاحب نے پوچھا کہ شیخی کیا ہے؟ مخدوم
نے جواب دیا کہ صوفی وہ ہے کہ نودونہہ ۹۹ صفات باری تعالےٰ سے متصف ہو۔
اور شیخی اس سے بھی بالاتر ہے۔ قاضی صاحب یہہ سنکر فوراً لوٹ گئے۔ جب
مخدوم اپنی حالت مین آئے تو آپ نے میاں چوٹھائی سے پوچھا کہ "میرے
حجرہ مین کوئی آیا تو نہ تھا اور میری زبان سے کوئی بات نکلی تو نہ تھی؟" میاں چوٹھائی
نے جو باتین سنی تھین اونکا اعادہ کیا۔ مخدوم سنکر فوراً قاضی صاحب کے پاس پہونچے۔
اور کہا کہ اس سن مین بوجہ غلبہ پیری مجھکو کبھی بیخبری سی ہوجایا کرتی ہے۔ اور مجھکو
شعور نہین ہوتا کہ کیا کہہ رہا ہون۔ اگر مین آپ کی حضور مین کچھ باتین گستاخانہ بول گیا ہون
تو معاف فرمائیے مین اون سے استغفار کرتا ہون اور سر نو سے ایمان لاتا ہون
اور یہہ پڑھتا ہون کہ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ
وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ باالجملہ بہت دیر تک معذرت کرتے
رہے اور جب معافی لے لی تب پلٹے۔

آپکا رحم

آپ مرحلیہ بھی بڑے درجہ کے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا آپ
رحم کے لئے بنے تھے اور رحم آپ کیلئے۔ کیکو ذرا ٹھیس لگی اور یہان دل بھر آیا۔

کوئی درماندہ ہوا اور یہاں طبیعت بیچین ہوگئی۔ادھر کسیکا جام عمر لبریز ہوا اور یہاں دعائے مغفرت کیلئے ہاتھ اوٹھا۔غرض سرتاپا رحم ہی رحم تھے۔

حق کہنے یا لکھنے مین آپ ہرگز نہ ڈرتے تھے۔

حق کہنے یا لکھنے مین مخدوم ہرگز نہ ڈرتے تھے۔مگر اس خوبی سے کہجاتے اور لکھ جاتے تھے کہ ہرگز وہ آئینہ گران نہین گذرتا تھا۔ابنائے سلف کی حکایتون کا وہ چٹخارا ہوتا تھا کہ آپ کی نصیحتین جلوائے بے دود کے مانند مخاطب کے حلق مین فرو ہوجاتین اور ہرگز ناگوار نہین معلوم ہوتی تھین۔ **مکتوبات دوصدی** کے مکتوب نود و پنجم ۹۵ کو دیکھو۔یہ مکتوب **سلطان الشرق فیروزشاہ** کو **خواجہ عابد ظفرآبادی** کے تکفل پر لکھا گیا ہے۔اسمین پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین کی چند حکایتون اور احادیث کو جو ظالمون اور مظلومون کے متعلق ہین بیان فرماکر لکھتے ہین:۔"بحمد اللہ کہ امروز آن ذات معظم و مکرم ہست کہ پناہ مظلومان و درماندگان ہست و عدل و انصاف ازان درگاہ در عالم پیدا آمدہ ہست۔وبدین سعادت رسیدہ کہ پیغامبر علیہ السلام فرمودہ ہست عدل یک ساعت بہتر از شصت سال عبادت۔" ساری تحریرین اسی قسم کے طرزادا سے بھری پڑی ہین۔ **مکتوبات صدی** کے مکتوب پنجاہ و ہشتم مین لکھتے ہین: "اے برادر حیات پشیمان بدین بود حیات با لعب ولہو ہست۔فردائے قیامت ہر موئے ازان صدیقان بہزار عالم برآید و صد ہزار چون ما بیک برگ کاہی برنیاید۔ہمہ بیداران ماتم زین امیدوارند۔ومارا این ہمہ گرفتہ کہ چہ خوریم و چہ پوشیم" اس طرز مین آپ

قدم بقدم سعدی کے تھے - سعدیؒ نے جو قصاید بادشاہون کے نام لکھے ہین وہ گویا نصائح وپند کے علناے ہین - جن مین مثالون اور استعارون نے بلا کی شیرینی کوٹ کوٹ کر بھر دی ہے - یہی حالت مخدوم کے کلام کی بھی ہے - ابناے سلف - بزرگان دین پیشوایان مذہب کی حکایتون اور اقوال کو بیان کر کے عبرت دلانا اور نصیحت کی تلخی اور ناگواری کو شیرینی اور خوشگواری سے بدل دینا آپ ہی کا حق ہے -

آپ رسم وعادت کے پابند نہ تھے

آپ ہرگز رسم وعادت کے پابند نہ تھے - کیونکہ عادت پرستی بت پرستی ہے - بت رسم کو توڑنا اور زنار عادت کو کاٹنا تو آپ کی زندگی کا ادنے غرض تھی -

اسرار توحید خواص وعلم حقیقت نے ہندمین آپسے ظہور پایا

اسرار توحید خواص وعلم حقیقت نے ہندوستان مین آپ کی ذات سے ظہور پایا - موحدون اور اہل حقیقت مثلاً امام احمد غزالی - امام محمد غزالی - عین القضاۃ ہمدانی - ابن عربی - خواجہ فریدالدین عطار - شیخ عراقی - مولاناے روم وغیرہم کے کلمات آپ ہی نے ہند مین پھیلائے - مخدوم کے قبل اول تو لوگون کے کلام کو کوئی پڑھتا ہی نہ تھا اور اگر پڑھتا بھی تھا تو انکے مقصد کو نہین سمجھتا تھا - سابق مشائخان ہند کے ملفوظات مین انکے کلمات بہت کم ہین بلکہ بعضون نے توان پر بطور طعن کچھ کہا بھی ہے - چنانچہ صاحب مناقب الاصفیا لکھتے ہین کہ سراج العارفین ملفوظات حضرت نظام الدین اولیا مین عین القضاۃ ہمدانی

کی نسبت منقول ہے کہ:۔ "عین القضاۃ قاضی بچہ ہمدان بود - در وفور علم او ہیچ توان گفت علم
ہنوزش بود فاما در نسبت سالکی درویشی از کجا آید - در مکتوبات او کہ از سر حال نوشتہ است -
لطائف بسیار است - و عین القضاۃ عارف بود - فاما چون کودک بود وقت ہستی او ہنوز بمحل فنا
نرسیدہ بود - در کتب خود خود را ستودہ ست و جابجا سخن از حد شرع بیرون نشاندہ است"

مخدوم **عین القضاۃ کی نسبت معدن المعانی** میں یوں فرماتے ہیں:۔ "او را
(یعنی عین القضاۃ را) ہم در صغر حال حق تعالے چندان معانی بخشیدہ و ہر چہ در مکتوبات خود نبشتہ است
آن جملہ از حال مشاہدہ خود نبشتہ است و از ذوق یافت خویش خبر دادہ .... اگرچہ
ہر کسے در علم معرفت چیزے چیزے نبشتہ اند - اما چنانکہ عین القضاۃ نبشتہ است بر قانون و بر
مقتضائے تمہیدات اصول دین کم کسے نبشتہ است - و مشکلات بسیار از ان حل می شود - اما دریافت و
ادراک مفہومات کلمات او را اطلاع بر اصول و قانون این طائفہ باید کہ بود - و اگر نہ بر قواعد
دین بعضے کلمات او را تقریر نتوان کرد"

رعایت حقوق کا خیال

رعایت حقوق کا مخدوم کو از بس خیال تھا - اور آپ نے اپنے سلوک کی
زندگی کے ہر طبقہ میں اسکا عملی ثبوت دیا ہے - دوسروں سے بھی اسکی استدعا کی۔ **مکتوبات
بست و ہشت** کے مکتوب پانزدہم میں لکھتے ہیں:۔ " رعایت حقوق بر قدر امکان
شرط است تا سلامت بگزری - تا در طور عقل ست راست رفتن ست و راست گفتن - و در
راست رفتن بے شبہہ مزید بود نہ نقصان - نہ بینی کہ ہر کہ راست می رود منزل می رسد - از اینجاست
کہ گفت **قطعہ** ہر کہ در راہ محمد رہ نیافت :: تا ابد گردی ازین درگہ نیافت :: دولت اینجا

جو دین اینجا طلب :: مرجع اہل یقین اینجا طلب :: اے برادر انچہ از بعضے منقول ہست کہ از سکر و غلبہ چیزے افتادہ است۔ ایشان دران معذور اند :: اما پسندیدہ روش این طائفہ آنست کہ میگوید اَلْاِسْتِقَامَۃُ عَلَی الشَّرِیْعَۃِ مَعَ کِتْمَانِ سِرِّ التَّوْحِیْدِ وَمَا لَا یَحْتَمِلُ کَشْفُہٗ :: اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ۔ موید این حروف ہست۔ درین معنی عزیزے میگوید مصنوبات

او دلیل تو بس توراہ مجو :: او زبان تو بس تو یا وہ مگوے :: ہرچہ او گفت راز مطلق دان ہرچہ او کرد کردہ حق دان :: خاک او باش و بادشاہی کن :: آن او باش و ہرچہ خواہی کن ہر کہ چون خاک نیست بر در او :: گر فرشتہ ہست خاک بر سر او :: اینجا معلوم می شود کہ بعضے نااہل و فضول نگمان فاسد و بہوا و جہل خود در راہ محمد نمیروند۔ لاجرم از حدیث بوئے نصیب ایشان نیست۔ رفتن بے راہبر محالست۔ ازینجا گفتہ اند۔ **ابیات**۔ کور ہرگز کے تواند رفت راست بے عصا کش کور را رفتن خطاست :: راہ دور ست و پرآفت اے پسر :: راہ روا بی بایدا اے پسر

خلق اللہ کے ساتھ آپکی ہمدردی

مخدوم کو مختلف قسم کے لوگون سے سابقہ پڑتا تھا۔ **ہمدردی و رحم و شفقت** جو وہ اونکے ساتھ برتتے تھے اظہر من الشمس ہے۔ مخدوم کی زندگی کے تمامی حصے ہندوستان ہی مین بسر ہوئے۔ اور اسلئے اونکو یہانکی مختلف قومون اور جداگانہ معاشرت کے مختلف طبقون سے جو اونکے یہان آیا جایا کرتے تھے ملنا ہوتا تھا۔ کیونکہ فقرا کی حالت اور وہ بھی ایسونکی جو رہنمائی و ہدایت کی مسند پر بیٹھے ہون اُمرا جیسی نہین ہوتی۔ انکے مسکن سب کے ملجا و ماوے ہوتے ہین۔ امرا و غربا۔

صحیح و مریض - مرد و عورت - جوان و مسن - لڑکا اور لڑکی - طالب دنیا و طالب عقبےٰ - جاہل و عالم - راجا اور پرجا - یہود و نصاریٰ - ہندو اور مسلمان - غرض سبھو کا مجمع رہتا ہے - مخدوم کی ہمدردی سب پر عام تھی - آجکل کے اونیے کمال والے بھی جہان پر حقارت و نفرت کی نگاہ ڈالتے ہین وہان بھی وہ رحم و ہمدردی ہی سے کام لیتے تھے - وہ انسان کو پہچانتے تھے کیونکہ اونکی شفقت سب پر عام تھی - اور شفقت ہی ایک کنجی ہے جو انسان کے خزانۂ دل کو ہر جگہ کھول دیتی ہے -

مخدوم کا شجرۂ بیعت و خاندان طریقت

مخدوم کا شجرۂ بیعت و خاندانِ طریقت

مخدوم کو چونکہ حضرت **نجیب الدین فردوسی** سے بیعت تھی اسلئے آپ کا خاندانِ طریقت **فردوسیہ** ہے - مگر تعلیم راہ سلوک و معرفت کی چونکہ بلا وساطتِ پیر خاص حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے ہوئی اسلئے آپ **اُوَیسی** ہین - اور اس لئے یہ کہنا کہ آپ **اُوَیسی فردوسی** ہین بیجا نہو گا -

مخدوم کا شجرۂ بیعت یہ ہے :-

۱ شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری بہاری -

۲ خواجہ نجیب الدین فردوسی -

۳ خواجہ رکن الدین فردوسی -

۴ خواجہ نجم الدین کبرےؒ

۵ خواجہ ضیاء الدین ابو نجیب سہروردی

۶ خواجہ وجیہ الدین ابو حفص

۷ خواجہ محمد بن عبداللہ المعروف بعمویہ۔

۸ خواجہ احمد سیاہ دینوری۔

۹ خواجہ ممشاد علو دینوری۔

۱۰ خواجہ ابوالقاسم جنید بغدادی

۱۱ خواجہ سری سقطی

۱۲ خواجہ معروف کرخی۔

۱۳ سیدنا امام علی رضا ع

۱۴ سیدنا امام موسیٰ کاظم ع

۱۵ سیدنا امام جعفر صادق ع

۱۶ سیدنا امام محمد باقر ع

۱۷ سیدنا امام زین العابدین ع

۱۸ سیدنا امام حسین ع

۱۹ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ

۲۰ حضرت سرورِ کائنات سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

مخدوم کے بعد آپ کے سجادہ پر حضرت مولٰنا مظفر بلخی بیٹھے۔ اور ان کے بعد حضرت حسین بلخی نوشۂ توحید جلوہ فرما ہوئے۔ اور ان ہی کے خاندان مین سلسلۂ خلافت ایک زمانہ تک قائم رہا۔

مخدوم کا مذہب و ملت

مخدوم کا مذہب و ملت

یہ کہنا کہ مخدوم حنفی۔ شافعی۔ مالکی۔ یا حنبلی تھے بہت مشکل ہے جو شخص کہ علوم ظاہرہ و باطنیہ دونون کا عالم ہو۔ اوسکی نسبت ان امور مین کوئی راے قائم کرنی آسان نہین۔ اجتہاد ایک امر ظنی ہے۔ اور ارباب معرفت و مشائخ طریقت ظن و اجتہاد سے گزرے ہوئے ہوتے ہین اور ہر چیز کی معرفت کماھو اونکو حاصل ہوتی ہو پھر امور اجتہادی مین اونکی کیا روش ہوگی وہ ظاہر ہے۔ دیکھو کہین آپ آمین بالجہر کہنے کو فرماتے ہین اور کہین قرأت فاتحہ خلف الامام کو ترجیح دیتے ہین۔ حق یہ ہے کہ مخدوم کا مذہب فقہاے اہل حدیث کا مذہب تھا جو تمام صوفیہ کرام مین اوسوقت شائع تھا اور جسکو خود مخدوم اپنی شرح آداب المریدین مین یون بیان فرماتے ہین:۔ "مذہب این طائفہ آن ہست کہ چون فقہا اندر چیزے اختلاف کنند آن قول کہ استوار تر ست ایشان گیرند چنانکہ اگر میان فقہا اندر جواز و فساد اختلاف بود ایشان جنبۂ فساد گیرند تا از عہدہ بیقین بیرون آیند و اگر اندر حلالے و حرامے چیزے اختلاف افتد جنبۂ حرام گیرند از بہر آنکہ اگر آن چیز حلال بود

اجتناب از حلال زیان ندارد واگر آن حرام بود ارتکاب حرام زیان دارد۔ پس احتیاط اندر ترک باشد۔ واحتیاط اندر باب دین گرفتن واجبست۔ آنجا کہ مراحتیاط را وجہ ہست۔ زیرا کہ محتاط ہموارہ با حق بماند ومتوسع گاہ بحق افتد وگاہ بباطل۔ ودیگر معنی آنست ہر چیزے کہ فقہا را اندر وے اختلاف باشد چون بدان گیری کہ احتیاط تر باشد وباجماع نزدیک تر باشد۔ برتن دشوار تر وگران تر باشد وہر طاعتے کہ برتن دشوار تر آن فاضلتر۔ از بہر آنکہ سر ہمہ طاعتہا مخالفت نفس ہست ...... صوفیان متفق شدہ اند باصحاب حدیث وبا فقہا در چیزیکہ ممکن بود۔ در معانی ایشان ورسمہاے ایشان چون آن معانی وآن رسوم ایشان از اتباع ہوا دور بود وباقتدا کردن صحابہ رضوان اللہ علیہم بر بستہ بود ...... پس ہر کہ در نگیرد از صوفیان علمے را یعنی ازان چیزہا کہ درگرفتہ اند اصحاب حدیث وفقہا بدان علم باز گردند سوے اصحاب حدیث وفقہا در حکمہاے شرع وحدہاے دین۔ پس اگر اجماع کردہ باشند اصحاب حدیث وفقہا پس صوفیان بر اجماع ایشان باشند۔ وچون اختلاف کردہ باشند اصحاب حدیث وفقہا پس بگیرند صوفیان احسن واولے را۔ چنانکہ در مسئلہ مختلف فیہ متوقع فساد وعمل کردن بر آن کہ دران نفس را نصیبے ہست ...... بنیت مذہب صوفیان طلب کردن تاویلات وارتکاب شہوات در معاملات خود۔ یعنی بر ظاہر نصوص روند وطلب تاویل نکنند کہ دران حظ نفس ہست وشہوات در خصت"۔

اگر اہل سنت وجماعت کے چار مذہبون مین سے کسی خاص ایک کے ساتھ مخدوم مختص کئے جاسکتے ہین تو وہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے

غالباً مخدوم حنفی المذہب تھے

کیونکہ خود مخدوم فرماتے ہیں کہ:" در مذہب ما استثنار در استقبال در ایمان جائز می دارند" اور یہ مذہب حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

مخدوم کی اولاد

مخدوم کی اولاد

مخدوم کی صلبی اولاد کا سلسلہ اسوقت ایک پوتی سے جاری ہے۔ آپ کے صاحبزادے شاہ ذکی الدین نے آپ کی حیات ہی مین ایک لڑکی بارکہ نام چھوڑ کر قضا کی۔ اس لڑکی کا بیاہ سید وحید الدین رضوی خواہر زادہ شیخ نجیب الدین فردوسی سے ہوا۔ اس کہ خدائی سے ایک لڑکی طہرا نام پیدا ہوئی جو شہاب الدین علوی طوسی سے بیاہی گئی۔ انکے دو بیٹے شیخ علیم الدین و شیخ امام الدین ہوئے۔ ایک زمانہ کے بعد جب فرزندان حسین بلخی نوشۂ توحید نے خلع خلافت کیا تو مجاوران درگاہ نے حضرت بارکہ کی اولاد کو لاکر سجادۂ خلافت خانقاہ پر متمکن کیا۔ ان مین سے پہلے بزرگ جو سجادہ پر بیٹھے وہ شاہ بیکھہ تھے۔ اسوقت تک خلافت خانقاہ اسی خاندان مین چلی آتی ہے۔ اور جناب شاہ امین احمد صاحب جو آجکل زیب دہ سجادہ ہین وہ مخدوم کی انتیسوین پشت مین اور سید وحید الدین رضوی کی سترھوین پشت مین ہین۔

شاہ صاحب ممدوح کو بیعت و خلافت جناب قدوۃ السالکین زبدۃ الواصلین حضرت شاہ جمال علی بلخی قدس اللہ سرہ العزیز سجادہ نشین

آستانۂ حضرت مخدوم **شاہ شعیب فردوسی** علیہ الرحمۃ ویکے از فرزندان حضرت **حسین نوشۂ توحید بلخی** برادر زادہ وسجادہ نشین حضرت مولانا **مظفر بلخی** سے ہے۔

مخدوم کی صلبی اولاد کا سلسلہ تو بس اسی ایک پوتی سے جاری ہے لیکن آپ کی اولاد معنوی اسوقت بھی ہندوستان کے مختلف حصوں مین پائی جاتی ہے۔ اور انشاء اللہ تاقیام جہان قائم رہیگی۔

مخدوم کے معاصرین

مخدوم کے معاصرین

جسوقت مخدوم زیب دہ سجادۂ ارشاد وتلقین تھے اسوقت دنیا کو مختلف حصوں مین بڑے بڑے بزرگان دین موجود اور ارشاد و تلقین مین مصروف تھے۔ **نصیر الدین محمود چراغ دہلی** دہلی مین۔ **اخی سراج** پنڈوہ زوانقع بنگالہ مین۔ **سید جلال بخاری** سیوستان مین۔ **سید علی ہمدانی** کشمیر مین۔ **شاہ راجو قتال** اوچھ مین۔ **سلمان ساوجی** ساوہ مین۔ **شیخ صفی الموسوی** جد شاہان صفویہ ایران اردبیل مین۔ **علاؤالدولہ سمنانی** خانقاہ سکاکیہ سمنان مین۔ **اوحدالدین اصفہانی** اصفہان مین۔ **امام یافعی** مکہ مین۔ حضرت **سید امیر کلال** ممالک شام مین۔ حضرت **خواجہ بہاؤالدین نقشبند** بخارا مین۔ **سید احمد چرمپوش** بہار مین

ازین قبیل ساری دنیا ایسے ایسے بزرگون سے بھری پڑی تھی۔ تصوف کے ہر خاندان مین ایک نہ ایک اہل کمال ضرور تھا۔ اور فیضان روحانی کے خم کے خم لنڈھائے جارہے تھے۔ مے عرفان کا بہوار تھا۔ شہر شہر مین خمخانۂ وحدت کے پیر مغان بخورید و بنوشید کی صدا لگا رہے تھے۔ پینے اور پلانے کا دور دورہ تھا۔ نہ پیر مغان کو بخل اور نہ خراباتیون کو حجاب۔ پھر کیا تھا۔ **بیت** خراباتیان مے پرستی کنید ؞ محمد بگوئید و مستی کنید ؞ دن دھاڑے جام چھلکتے تھے اور رنگ اوچھلتے تھے۔ جدھر دیکھو لوگ بادۂ عرفان سے چور اور مے وحدت سے مخمور۔ لیکن اس مستی پر بھی محتسب کی ہوشیاری اور شاہد شریعت کی دلداری تھی۔ لیکن افسوس! ع۔ خواب تھا جوکچھ کہ دیکھا۔ جو سنا افسانہ تھا۔ اب وہ زمانہ کہان گیا اور وہ لوگ کیا ہوئے!۔ خدا جانے کسکی نظر اپنا کام کرگئی اور سارے جہان کو ویرانہ بنا گئی۔ **شعر**

صحبت نیکان زجہان دور گشت || خوان عسل خانۂ زنبور گشت !!

دوسرے بزرگون کی نسبت مخدوم کی رائین

دوسرے بزرگون کی نسبت جو کچھ مخدوم نے فرمایا ہی اوسکو بطور انتخاب مین جستہ جستہ اونکی تحریرون سے اخذ کرکے یہان پر بلفظہٖ نقل کرتا ہون تاکہ ناظرین کو معلوم ہوجائے کہ بزرگان سلف مین سے مخدوم کسکو کیسا سمجھتے تھے۔

عین القضاۃ ہمدانی ؞۔ آن مست الست یزدانی عین القضاۃ ہمدانی

بزرگون کی مخدوم سا

عین القضاۃ ہمدانی

اورا هم در صغر حال حق تعالےٰ چندان معانی بخشید و هر چه در مکتوب خود نبشته است آن همه
از حال مشاهده خود نبشته است و از ذوق یافت خویش خبر داده . . . .
وقتے عین القضاۃ را حالے پیش آمده است - در غلبات الحال مناجات کرده است که الٰهی
درخواست من آنست که مرا بسوزند و تو ببینی - آخر همچنان شد که بسوختند - در عین سوختن
بود که آہے بر آورد - و آن محل او را طعن کردند که تو از حق خواسته بودی که مرا بسوزند بعد از آنکه
می سوزند - این آه چیست - گفت من نه از آن آه میکنم که المے میرسد بلکه از آن آه میکنم که تعجیل
می سوزند . . . . . . اگر چه هر کسے در علم معرفت چیزے چیزے نبشته اند اما چنانکه
عین القضاۃ نبشته است بر قانون و بر مقتضائے تمهیدات اصول دین کم کسے نبشته است
و مشکلات بسیار از آن حل می شود - اما دریافت و ادراک مفهومات و کلمات او را اطلاع بر اصول
و قانون این طائفه باید که بود - و اگر نه بر قواعد دین بعض کلمات او را تقریر نتوان کرد"

شیخ الشیوخ :- "عوارف اگر چه کتابے معتبر است در باب تصوف
و احکام طریقت و مذهب این طائفه بدان تحقیق می شود - هر چند مصنف آن برتر از آن بوده است
که بهتر ازین و بیشتر ازین در قلم آوردے - اما این نزول بوده از ایشان در مقام مریدان
و مبتدیان - و مع هذا وفور علم و کثرت معانی ایشان معروف و مشهور است - تا خدمت شیخ
نظام الدین در ملفوظ خویش آورده اند که هر نعمے و دولتیکه ممکن است که در بشر تواند بود
حق سبحانه و تعالےٰ به شیخ الشیوخ داده بود - مگر ذوق سماع که این چیز نه بود"

شیخ الشیوخ صاحب عوارف رح

خواجه بایزید بسطامی رح :- "شبے در ایام زمستان خواجه بایزید علیه الرحمة

خواجه بایزید بسطامی رح

سبب احتلام حاجتِ غسل شد۔ خواست کہ غسل کند۔ نفس کاہلی آورد۔ گفت ہنوز نیم شب است زمانے دیگر گزرد، آنگاہ غسل کنی وایام سرما بود۔ خواجہ بایزیدؒ چون چنین کاہلی از نفس دید درحال برخاست درمیان سرما با برقع خود را در آب انداخت تا می آرند کہ برقع ہمہ تنہ ہم در اندام خشک شدہ است ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ این قوت از قوتِ ولایت بود الاحد بشر منیت۔"

حضرت خواجہ جنیدؒ بغدادی

خواجہ جنید:- "کلماتیکہ موجب قتل بود از ایشان صادر نشدہ است وایشان مقتدای طریقت اند و اتفاق ہمہ مشائخ برین ست۔ و مقبول ہمہ طائفہ اند و از اہلِ صحو بودہ اند۔ اگرچہ ہزار در ہزار معانی در ایشان پدید آمدے ہم مثل آن کلمات بیرون ندادے۔"

خواجہ منصور حلاجؒ

خواجہ منصور حلاج:- "خواجہ منصور حلاج را کشتہ اند۔ ۔ ۔ ۔ کسے کہ کامل حال ست او را تغیرے نیست یعنی چیزے پدید نیاید در ایشان کہ بدان در آنچہ ایشان اند نقصانے آید۔ اگرچہ نفس تغیر باشد از جہت بشریت۔ آن صفت لازمہ بشریت است یمکین آن برنگیرد۔ و ارباب تمکین را آن زیان ندارد۔ و از ضعفِ حالتیکہ کلماتے میگویند کہ ظاہر آن مردمان را خلاف شرع می نماید آن چیست ایشان را چون معانی پدید می آید بعضے تحمل کردن نمی توانند۔ ضرورت قذف می افتد۔ و طبع بشر ست ہر چیز کہ حوصلہ آن را فرو د نتواند خود د بیرون اندازد۔"

شیخ نظام الدینؒ اولیا

شیخ نظام الدینؒ اولیاء:- "در بزرگی شیخ نظام الدین شبہہ نیست بزرگ بودہ اند۔" ۔ ۔ ۔ ۔ شیخ نظام الدین ارحمہ اللہ مقامے برتر بود

کہ ہر چہ در بیداری مشکل شدے در خواب برسید۔ خواب و بیداری یکے شدہ بود و این مقام برتر است و این از لطف حق است"۔۔۔۔۔ وہم در ملفوظ ایشان دیدہ ام کہ روزے امیر حسن عرضداشت کہ مراد در دعا ہا مطول چنان رغبت نمی باشد۔۔ شیخ نظام الدین فرمود سبحان اللہ از دعا ہا ہمین قدر بسندہ است کہ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ اَنْ لَّا اَسْأَلُکَ سِوَاکَ ہ۔ و این از ایشان از بزرگی ہمت ایشان است اگر ایشان را جز این ہمتے دیگر بودے درین معرض بر زبان ایشان آن رفتے۔ چنانکہ گفتہ اند چون حضرت رسالت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ در شب قرب و کرامت بمقام قاب قوسین رسید گفت اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْکَ۔ اگر در سر پاک وے جز حق چیزے دیگر بودے گفتے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ کَذَا۔ چون گفت منک معلوم شد کہ در سر پاک وے و در ہمت بلند وے جز حق دیگر نماندہ بود"۔

مالک دینار رحمۃ اللہ علیہ۔ "آن سالک است فنا ر مالک دینار"

شیخ شرف الدین پانی پتی: ملفوظات مین مذکور ہے کہ قاضی زاہد نے مخدوم سے استفسار کیا کہ مرد خدا ہند مین کون ہے۔ ارشاد ہوا کہ "آن دیوانہ پانی پتی"۔

مخدوم کی نسبت دوسرون کی رائین

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی آپ کی نسبت لکھتے ہین کہ:-

مالک دینار

شیخ شرف الدین پانی پتی رح

مخدوم کی نسبت دوسرون کی رائین

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی رائے

"شیخ شرف الدین احمد بن یحییٰ المنیری۔ وے از مشاہیر مشائخ ہندوستان ہست چہ احتیاج کہ کسے ذکر مناقب او کند۔ او را تصانیف عالی ہست۔۔۔۔۔۔ بسیار از آداب طریقت و اسرار حقیقت در انجا اندراج یافتہ۔"

حضرت **مولانا برہان الدین مظفر بلخی** آپکی تعریف مین لکھتے ہین کہ:-

آپ کی شان مین مولانا مظفر بلخی کا قصیدہ

"آن قدسئے کہ نور جمال و جلال داشت — در کل تمام بود در اکمل کمال داشت
شرف الحق آنکہ قطب زمین بود در زمان — در آسمان بجمع ملائک جمال داشت
آن شہسوار گوئے زمیدان صدق بُرد — چوگان ہمتش بفرس گاہ حال داشت
جولانِ رخشِ ہمت او در رہِ صفا — سرہائے سروران جہان پائمال داشت
سین بود از سعادت خدا جبین او — وز دولت او بکفِ قدم نقش دال داشت
از نار عشق سوختہ شد پر و بال او — از نورِ صرف وحدت او پر و بال داشت
او در فنا بحد و نہایت رسیدہ بود — ملک بقائے ایزد باقی نوال داشت
او بود بے عیال اگرچہ از علوئے قدر — جملہ جہان ز مشرق و مغرب عیال داشت
بے میل مال بود و لے دست پاک او — از فتح غیب گرچہ کہ صد گنج مال داشت
بے زلت و زلال قدم بر صراط بود — عصمت بذات پاکِ تن لایزال داشت"

نوشتہ توحید آپ کی شان مین فرماتے ہین:-

آپکی تعریف مین نوشتہ توحید کے اشعار

بود چون موشگاف ہمہ افعال او — کے توان گفتن تمامی حال او
از فنائے خویش گشتہ چون ہلال — بود چون روح مجسم در خیال

دست را افشاند از دنیا و دین
نفس بستے سجدہ اش روی زمین
ہر نفس می آمدش بانگِ الست
ہر دم از قالوا بلی میگشت مست
جان او پیوستہ دایم با صمد
وصف او را قُل ھُوَ اللّٰہُ اَحَد
ہستی خود ساختہ تاراج او
با محمد مصطفےٰ معراج او

محمد بن محمد عیسیٰ البلخی المدعو بہ اشرف بن رکن

جنکی وجہ سے آداب المریدین کی شرح کی گئی اونھون نے جو اشعار آپ کی تعریف مین لکھے ہین اگر مین اونکو یہان پر نقل کرون تو ہرگز بیجا نہو گا۔ وہ لکھتے ہین

آپکی تعریف مین محمد بن محمد عیسےٰ البلخی کے اشعار

اشعار

شکرہا میکنم بدرگہ حق
گرچہ شکر شن کارے آسان است
درمیان مشائخ و علما
ذات پاکش چو مہر تابان است
اندرین عصر بدز کفر و زجہل
گفت او محض راہ ایمان است
ہرچہ در راہ دین شود مشکل
صد عبارت زبانش گویان است
وصف او در زبان نمی گنجد
ہرچہ گویم ہزار چندان است
خواستم تا ز صد یکے گویم
گفتنِ صدق کار مردان است
ہاتفِ غیب در سخن آمد
کار تو نیست کار حسان است
با وجودے ملوثی بگناہ
یاد پاکان کمن کہ تاوان است

صفت اولیا خدا کردہ
ذکر شان در قرآن فراوان است

وصف خود گر کند ز جہل بود
گر یکے کو بچاہ زندان است

مادحان را ز خجلت وصفش
لب گزیدہ بزیر دندان است

با فنون علوم کاندر عصر
پیش فضلش نہادہ دندان است

دوستانش مدام در خندہ
زان حسودش ہمشیہ گریان است

اشرفی ترک کن مدح او کند
وصف آن ذات کار پاکان است

اے خداوند خاک پایش کن
بر سرم کان نہ لائق آن است

عذر تقصیر بندگی ہر دم
می بخواہم چو زان پشیمان است

گر قبول افتدش عجب نبود
صفت لازمیش احسان است

بر امید قبول حضرت او
روز و شب زیر پاے دربان است

گشت آزاد ہر کہ شد بندہ
بر درش گرچہ شاہ خاقان است

وسعتے رفت اندرین گفتن
زین سبب جان چو بید لرزان است

دہ تو توفیق بر نبشتہ خویش
اے خداوند ہر کہ شایان است

حاجی نظام غریب یمنی جامع لطائف اشرفی آپ کی تعریف میں لکھتے ہیں :—

(حاشیہ: صاحب لطائف اشرفی آپکی تعریف میں فرماتے ہیں)

صفات ذات آن عالی مناقب
برون از حد و برتر از بیان است

محبے آن قدوۂ اصحاب وجدان
نجیبے آن عمدۂ از عارفان است

شہ ملک و لاو والی پاک	کہ در ملک معارف کامران است
جہان شد تازہ از باد بہارش	بہار خرم از سرو روان است
دماغ آسودہ از باغ فردوس	چراغ دودہ فردوسیان ست
بساتین تازہ دارد از ریاحین	زگلزار معارف بوستان است"

احمد لنگر دریا آپکی نسبت لکھتے ہین

حضرت **احمد لنگر دریا** آپ کی نسبت فرماتے ہین :۔ "سبحان اللہ زہے حوصلہ مخدوم جہان قدس اللہ سرہ العزیز کہ حالے و مقامے کہ حضرت ایشان را بود معلوم است ۔ اما ہیچ وقتے سر سوزنے بیرون نداد ند۔ زہے قوت و زہے مقام تمکین کہ حضرت ایشان را حاصل شدہ بود۔ و آنکہ یکبار در گرمی وقت سخن فرمودہ اند برائے آن چہ نوع عذر کردہ اند" (مونس القلوب)

آپکے بارہ مین حضرت عبداللہ شطاری کا قول

حضرت **عبداللہ شطار** جو شطاریہ طریقہ کے پیشوا ہین اونکا کلام ہے کہ :۔ "بندہ معتقد کسے نیست ۔ ہمہ بزرگان یکے اند ۔ اما بندہ معتقد سلطان المحققین حضرت **شیخ شرف الحق والدین منیری** ۔ و بندگی حضرت **خواجہ فرید عطار** ہستم ۔ و حالیکہ این ہر دو بزرگان رسیدند کسے کمتر رسیدہ است و آنچہ این دو بزرگان حقائق و دقائق راہ دین بیان کردہ اند ۔ کسے بیان نکردہ است"۔ (معدن الاسرار)

ابوالفضل آپکی شان مین لکھتا ہے

ابوالفضل اپنی تحریر مین مخدوم کو ان لفظون سے یاد کرتا ہے :۔
"آن تشنہ نشان یافتہ آب کہ ہستیش تشنہ گرداند و نوشیدنش تشنہ تر شرف الدین منیری"۔

مخدوم کی عمر

مخدوم کی عمر

مخدوم نے بڑی عمر پائی - اوا خر عمر مین اگرچہ بصارت کمزور ہوگئی تھی مگر بالکل زائل نہوئی تھی - طاقت بدنی بھی گو لازمی طور سے گھٹ گئی تھی - مگر تا دم واپسین بلا استعانت غیرے اپنے سارے کام آپ کر لیتے تھے -

مخدوم کی عمر چار حصون مین منقسم کیجا سکتی ہے - ایک تو زمانہ رضاعت و طفلی - دوسرا اس رشد سے اختتام تعلیم ظاہری تک - تیسرا زمانہ بیعت سے اوس زمانہ تک کہ آپ سجادہ ارشاد و تلقین پر بیٹھے - چوتھا سجادہ نشینی کے زمانہ سے وفات کے وقت تک - ان چارون مین آخری حصہ سب سے بڑا ہے اور اول حصہ سب سے چھوٹا -

درازی عمر کی وجہ سے مخدوم کی زندگی نے چند بادشاہون بلکہ چند خاندانون کو سریر دہلی پر دیکھا - مخدوم کی پیدایش ۶۶۱ سنہ ہجری مین ہوئی اور وفات ۷۸۲ھ ہجری مین - اس حساب سے مخدوم نے ایک سو اکیس برس کی عمر پائی - اس اثنا مین دلی کی سلطنت نے جتنے پلٹے کھاے اونکا حال تاریخ سے ظاہر ہے -

سلطنت کو انقلابات اور مخدوم پر اونکا اثر

جسوقت مخدوم پیدا ہوئے خاندانِ التمش دلی کی تخت پر تھا - اور جسوقت آپکا وصال ہوا خاندان **تغلق** کا **فیروز شاہ** ابن سالار رجب دلی کا فرمانروا تھا - آپ ہی کے زمانہ مین غلامونکا خاندان - خلجیونکا خاندان تغلق کا خاندان یکے بعد دیگرے سریر آراے دہلی ہوتا گیا - **سلطان ناصر الدین محمود** سے

لیکر فیروز شاہ ابن سالار رجب تک گیارہ بادشاہ۔ ناصر الدین محمود۔
غیاث الدین بلبن۔ معز الدین کیقباد۔ جلال الدین خلجی۔ علاء الدین خلجی۔
شہاب الدین عمر۔ قطب الدین مبارک شاہ خلجی۔ خسرو خان۔ غیاث الدین
تغلق۔ سلطان محمد شاہ تغلق۔ فیروز شاہ ابن سالار رجب دھلی
کے تخت پر بیٹھتے گئے۔

سلطنت کی انقلابات اور خاندان کی الٹ پلٹ نے مخدوم جیسے شخص کو
جو دنیا کے چھوٹے چھوٹے واقعات سے بھی سبق لیتے تھے۔ بے ثباتی عالم
کا بڑا بھاری سبق دے رکھا تھا۔ جور و ظلم۔ بیوفائی و خود غرضی محسن کشی
و بیرحمی عشرت پسندی و شہوت پرستی جو محرک ان تمامی انقلابات کے تھے۔
انکی برائیاں اور خرابیاں بین طور سے مخدوم پر ظاہر ہو گئی تھیں۔ اگرچہ مخدوم نے
ان میں سے کچھ بھی حصہ نہ لیا کیونکہ وہ اون لوگوں میں نہ تھے جنکو لازمی طور سے سلطنت
کے انقلابات میں حصہ لینا پڑتا تاہم یہ سلطنت کی انقلابات تھے۔ کچھ لڑکوں کا
کھیل تو تھا نہیں کہ ایک نہایت ادنے حد تک محدود رہتا۔ ملک کے ہر شخص کو
ضرور کچھ نہ کچھ اوس سے متاثر ہونا لازمی تھا۔ پھر ملک میں رہ کر مخدوم کیونکر
انسے متاثر نہوتے۔ جسطور سے تھیئٹر کے ناظرین کو تھیئٹر کے ایکٹروں
سے زیادہ موقع تمامی سین کے دیکھنے اور ادن سے نتیجہ نکالنے کا حاصل
ہوتا ہے۔ اوسی طور سے مخدوم کو ملک کے تھیئٹر میں جو پولیٹکل ڈراما

ایکٹ ہورہا تھا۔ اوسکے دیکھنے اور اوس سے متنبہ ہونے کا پورا موقع تھا۔
ان انقلابات نے مخدوم کی زندگی پر گہرا اثر ڈالا تھا۔ جو تمامی عمر قائم رہا۔ باہمہ و
بے ہمہ کی روش جو مخدوم نے اختیار کی تھی آخر عمر تک اوسکو نباہ ہی دیا۔

وفات

مخدوم کی وفات

۷۸۲ھ ہجری مین چھٹین (۶ر) ماہ شوال کی شب کو ایک سو اکیس ۱۲۱
برس کی عمر مین مخدوم نے رحلت فرمائی۔ اس زمانہ مین **خلیفہ الحاکم**
بامر اللہ ابو الفتح ابو بکر بن ابی ربیع سلیمان مصر مین
عباسیون کا خلیفہ تھا۔

زین بدر عربی نے جو آپ کی ملفوظات کے جامع ہین آپ کے
ارتحال کے وقت کو واقعات ایک مستقل رسالہ مین قلمبند کئے ہین اور جتنے واقعات
اونھون نے اوس رسالہ مین لکھے ہین سب اونکے چشم دید ہین۔ مین اوس سے کچھ
حالات اخذ کرکے ناظرین کے معائنہ کے لئے لکھے دیتا ہون۔ ان حالات کے
معائنہ سے آپ کے نفس قدسیہ اور کمالات کا اندازہ پورے طور سے کیا جا سکتا ہے۔
حق یہ ہے کہ یہی فضل و کمال ہین جو ایک جہان کو گرویدہ اور از خود رفتہ بنا دیتے ہین۔
اور عند اللہ منازل و مراتب علیا کا سزاوار کرتے ہین۔ ورنہ اس مشت خاک
مین دھرا ہی کیا ہے۔ اور وہ بھی اوس حالت مین جبکہ نہ تو کسیکو جاہ و مناصب دنیاوی

دینے پر ظاہری طور سے قادر ہو اور نہ اندوختہ دنیاوی کا محافظ ہو۔ کسی نے سچ کہا ہے۔

مصرعہ " یَقُوْدُ اِلَیْہِ طَاعَۃَ النَّاسِ فَضْلُہٗ "۔

زین بدر عربی لکھتے ہین کہ:۔ شوال کی پانچوین تاریخ بدھ کے دن نماز صبح کے بعد حضرت مخدوم جہان قدس اللہ سرہ رواق مین بر سر سجادہ تکیہ فرما ہوئے حضرت شیخ **خلیل الدین** برادر حقیقی، خادم خاص اور بعضے دوسرے اعزہ و یاران و مریدین جو شب و روز خدمت مین حاضر رہتے تھے موجود تھے۔ مخدوم جہان نے لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ پڑھنا شروع کیا۔ اور حاضرین کو بھی اسیکے پڑھنے کی ہدایت فرمائی حسب الحکم سب نے موافقت کی۔ پھر آپ نے تعجب سے مسکرا کر فرمایا کہ سبحان اللہ وہ ملعون اسوقت مسئلہ توحید مین مجھے لغزش دینا چاہتا ہے۔ مگر بفضلہ مین اوسکی طرف کب ملتفت ہوتا ہون۔ اسکے بعد پھر لاحول پڑھنا شروع کیا اور حاضرین کو بھی فرمایا کہ تم بھی پڑھو۔ پھر ادعیہ و وظائف مین مشغول ہوئے یہانتک کہ چاشت سے فراغت فرمائی۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد باواز بلند فرمانے لگے "الحمد للہ! والحمد للہ!۔ خدا نے کرم کیا۔" المنۃ للہ! المنۃ للہ!" خوشی دل اور قوت باطن سے بار بار یہی عادہ فرماتے تھے کہ الحمد للہ۔ المنۃ للہ۔ پھر رواق سے صحن رواق مین آکر تکیہ فرمایا۔ تھوڑی دیر کے بعد دست مبارک بڑھایا اور بطور مصافحہ **قاضی شمس الدین** کا ہاتھ پکڑا اور تھوڑی دیر پکڑے رہے۔ پھر چھوڑ دیا۔ وداع ان ہی سے شروع تھی۔ پھر **قاضی** نے اپنا ہاتھ پکڑ کر سینہ مبارک پر رکھا اور فرمایا بزار

ہم وہی ہین - ہم وہی ہین" - پھر فرمایا "ہم وہی دیوانے ہین - ہم وہی دیوانے ہین" پھر مقام تواضع مین نزول فرمایا اور کہا کہ "بلکہ ہم خاک کفش دیوانگان ہین" - پھر ہر ایک کو بہت بڑی بشارت دیکر ہر ایک کے ہاتھ اور داڑھی کو بوسہ دیا اور رحمت پروردگار عزوجل اور مغفرت کا امیدوار کیا اور یہ آیت باواز بلند پڑھی - لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا - اور یہ بیت زبان شکرفشان پر جاری کیا - بیت خدا یا رحمتت دریاے عام ست بو د وزانجا قطرۂ مارا تمام ست :. پھر حاضرین سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ اگر کل تم سے پوچھین کہ تم کیا لائے ہو تو کہنا کہ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ہم لائے ہین - اگر مجھ سے پوچھا جائیگا تو مین بھی یہی کہونگا - پھر کلمۂ شہادت باواز بلند پڑھنے لگے - اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اور یہ دعا بھی پڑھی - رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ نَبِيًّا وَّبِالْقُرْاٰنِ اِمَامًا وَّبِالْكَعْبَةِ قِبْلَةً وَّبِالْمُؤْمِنِيْنَ اِخْوَانًا وَّبِالْجَنَّةِ ثَوَابًا وَّبِالنَّارِ عِقَابًا - پھر مولانا **تقی الدین اودھی** کیطرف منہ کرکے آپ نے ہاتھ بڑھایا اور آغوش مین لیکر فرمایا کہ عاقبت بخیر ہو اور بہت مہربانی فرمائی - پھر مولانا **آموں** کو پکارا - وہ دروازہ کے پاس وثاق مین تھے - لبیک کہتے ہوئے دوڑے اور قدمبوس ہوئے - آپنے

اونکا ہاتھ پکڑا اور اپنے منہ اور سینہ پر ملا اور فرمایا کہ تم نے میری بڑی خدمت
کی ہے مین تمکو نہ چھوڑونگا - خاطر جمع رکھو - ہم سب ایک ہی جگہ ہونگے اگر
کل تمسے پوچھین کہ تم کیا لائے ہو تو کہنا کہ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ
يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ط مجھسے پوچھینگے تو مین بھی یہی کہونگا - حاضرین
سے کہدو کہ خاطر جمع رکھین - اگر میری آبرو رہیگی تو کسی کو بھی نہ چھوڑونگا - اسیطرح
ہر ایک شخص آتا تھا اور قدمبوس ہوتا تھا اور تجدید بیعت کی درخواست کرتا تھا
اور آپ ہاتھ پکڑ کر اسی بات پر اکتفا کرتے تھے اور دعا فرماتے تھے اور رخصت
ہوتے تھے - پھر مولانا شہاب الدین ناگوری آئے - آپنے کئی بار او
سر اور منہ اور ریش اور دستار کو بوسہ دیا - اور "آہ! آہ! الحمد للہ! الحمد للہ!
کہتے ہوئے اپنا ہاتھ اونپر اوتارتے تھے اور درود پڑھتے تھے - اور مولنا شہاب الدین
جب جب مخدوم رحمہ کے جمال با کمال پر نظر کرتے تھے درود پڑھتے تھے - پھر مخدوم نے
فرمایا کہ تمنے میری بڑی خدمت کی اور حُسنِ خلق کے ساتھ میری بیحد موافقت و ملازمت
کی ہے - عاقبت بخیر ہو - مولنا شہاب الدین نے مولانا مظفر بلخی اور
مولنا نصیر الدین جونپوری کو یاد دلایا اور عرض کیا کہ ان لوگون کے بارے
مین کیا ارشاد ہوتا ہے - آپ نے نہایت خوش ہو کر اور مسکرا کر پانچون انگلیون
سے سینہ مبارک کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ "مظفر میری جان ہے اور میرا جانان ہے
اور مولنا نصیر الدین بھی ایسے ہی ہین - خلافت اور مقتدائی کے لئے جو کچھ شایان ہے

وہ سب باتیں ان لوگون مین موجود ہین - پھر قاضی شمس الدین آئے -
اور حضرت مخدوم رحمۃ کے پہلو مین بیٹھے - مولانا شہاب الدین اور ہلال
اور عتیق نے عرض کیا کہ قاضی شمس الدین کے باب مین کیا حکم ہوتا ہے -
آپ نے فرمایا کہ قاضی شمس الدین کو کیا کہون - قاضی شمس الدین میرا
فرزند ہے - مکتوبات مین کتنی جگہہ مین نے کبھی اوسکو "فرزند" لکھا ہے اور کبھی برادر"
علم درویشی کے ظاہر ہونیکا باعث وہی ہے - اوسی کے لئے اتنا کہنا اور لکھنا ہوا
ورنہ کون لکھتا - پھر مولانا نظام الدین اودھی قدمبوس ہوئے آپ نے
فرمایا بیچارہ گھر سے قصد کرکے میرے یہان آیا ہے - آپ کے سر مبارک پر جو ٹوپی تھی
تھی اوتار کر اونکو دی اور عاقبت بخیر ہونے کی دعا کی اور فرمایا کہ یارو جاؤ
اور اپنے اپنے دین و ایمان کا غم کھاؤ اور مشغول بحق رہو - پھر شیخ خلیل الدین
برادر حقیقی و خادم خاص نے جو پہلو مین بیٹھے تھے آپ کا ہاتھ پکڑا - آپ نے
اونکی طرف دیکھکر فرمایا کہ خلیل خاطر جمع رکھو اور پھر اونکو کچھ وصیتین
کین - شیخ خلیل الدین درد برادری سے نہایت شکستہ دل ہوکر آبدیدہ
ہوئے - آپ نے نہایت شفقت سے فرمایا کہ خاطر جمع اور دل قوی رکھو - اسکے
بعد بیچارہ مسکین زین بدر عربی نے سر نیاز زمین پر رکھا - ترسان و
لرزان تجدید بیعت اور توبہ کی نیت سے سلطان العارفین قدس سرہ کا دست
مبارک پکڑا اور چوما اور اپنے سر اور آنکھون اور ہتیلیون پر پھرایا - استفسار ہوا کہ

کون ہے۔ مین نے عرض کیا کہ آپ کے آستانہ کا کُتا زین بدر عربی ہے۔ توبہ کرتا ہے اور تجدید بیعت کا ملتجی ہی۔ مخدوم نے فوراً فرمایا کہ جاؤ مین نے تمکو قبول کیا اور تمھارے تمام گھر کو قبول کیا اور تمھارا سارا خیل جنکو میرے تعلق ہی سبکو قبول کیا۔ اور کپڑے پہنانا تمھارے ذمہ تھا تمھارے فرزندون کو بھی اختیار دیا۔ خاطر جمع رکھو۔ اگر میری آبرو رہیگی تو مین تمکو بھی نچھوڑونگا۔ بیچارہ نے عرض کیا کہ مخدوم جہان کے غلامونکو آبرو حاصل ہے۔ آپ نے فرمایا امید تو بہت کچھ ہے۔ اسیطرح لوگ آتے تھے اور آپ فرماتے تھے کہ ایمان کا غم کھاؤ۔ اور رحمت و مغفرت کا امیدوار کرتے تھے۔ اور بار بار آیۃ لاتقنطوا الی آخرہ پڑھتے تھے۔ پھر آپنے فرمایا کہ مین جو کہا کرتا تھا عاقبت عاقبت وہ یہی عاقبت ہی۔ یعنی وہ یہی وقت ہی۔ پھر آپنے ایک لڑکے کو دیکھکر پنج آیت پڑھنے کی فرمایش کی۔ وہ سامنے بیٹھکر ادب سے یہ آیت معظم پڑھنے لگا۔ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ الی آخرہ۔ آپ تکیہ فرماتے تھے اور ٹھنے بیٹھے۔ باادب دوزانو جسب معمول قدیم بیٹھے تمام سننے لگے جب وہ پڑھ چکا تو آپنے فرمایا خوب ادا کرتا ہے۔ اسکے بعد پیراہن جسم مبارک سے اوتار کر وضو کے لئے پانی طلب فرمایا۔ اور آستین چڑھاکر مسواک مانگی اور بسم اللّٰہ بآواز بلند پڑھکر وضو شروع کیا اور ہر محل و ہر فعل مین ادعیہ معمولی پڑھتے جاتے تھے۔ دونون ہاتھ کہینون تک دھوے۔ مگر مُنہ دھونا سہو ہو گیا۔ شیخ خلیل نے یاد دلایا۔ آپنے سرنو سے پھر وضو کیا تسمیہ اور ادعیہ حسبطور پر کہ آئے ہین ہر محل مین باحتیاط تمام پڑھتے تھے اور

حاضرین تعجب کرتے تھے کہ اس حالت مین بھی اسقدر احتیاط ہے۔ قاضی زاہد نے
داہنا پانؤن دھونے مین ہاتھ بڑھاکر چاہا کہ مدد کرین۔ آپ نے روک کر فرمایا کہ ٹھہر
اور اپنے سے وضو کیا۔ پھر شانہ طلب کیا اور ریش مبارک مین شانہ کیا اور جا نماز
مانگی اور دو رکعت نماز پڑھی۔ آخر کار نماز مغرب کے تھوڑی دیر کے بعد آپ نے بِسْمِ اللّٰہ
باواز بلند پڑھنا شروع کیا اور بار بار اسکا اعادہ فرماتے تھے۔ پھر آیۃ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ
اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ؕ پڑھی۔ پھر
بار بار بسم اللہ باواز بلند اور کلمۂ شہادت پڑھا۔ پھر لَاحَوْلَ پڑھی اور کلمۂ طیبہ
باتسمیہ پڑھنے لگے۔ کئی بار کلمۂ طیبہ پڑھا۔ اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہنے کے بعد
بغایت ذوق اور قوت دل اور اشتیاق کے ساتھ بار بار زبان سے نکلتا تھا
مُحَمَّدٌ مُحَمَّدٌ مُحَمَّدٌ۔ پھر آپ نے درود پڑھا۔ پھر آیۃ اَنْزِلْ عَلَیْنَا
مَآئِدَۃً مِّنَ السَّمَآءِ الی آخرہ پڑھی۔ پھر یہ دعا پڑھی اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ
رَبًّا الی آخرہ۔ پھر تین بار کلمۂ طیبہ پڑھا۔ پھر ہاتھ آسمان کیطرف
اوٹھاکر بطور مناجات کے یہ دعا پڑھی۔ اَللّٰھُمَّ اَصْلِحْ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ کئی بار عاصیان امت صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے
دعا کی۔ پھر شروع کیا۔ اَللّٰھُمَّ اَصْلِحْ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ۔ اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ
اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاُمَّۃِ مُحَمَّدٍ اَللّٰھُمَّ تَجَاوَزْ
عَنْ اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ۔ اَللّٰھُمَّ اَغِثْ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ اَللّٰھُمَّ اَعِنْ

اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ ۔ اَللّٰھُمَّ انْصُرْ مَنْ نَصَرَ دِیْنَ مُحَمَّدٍ ۔ اَللّٰھُمَّ فَرِّجْ عَنْ اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ فَرَجًا عَاجِلًا ۔ اَللّٰھُمَّ اخْذُلْ مَنْ خَذَلَ دِیْنَ مُحَمَّدٍ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ۔ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دعا کرنے کے بعد آواز کم ہو گئی۔ صرف یہ آیت سنی جاتی تھی کہ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پھر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پھر بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کہا اور جان بحق تسلیم کیا۔

ابیات

چون سوے آخرت علم برداشت	گفت بسم اللہ و قدم برداشت
دم گرمے کہ برکشید از دل	زد آتش بخرمن حاصل
کردہ ہا را شمرد ناکردہ	زابتدا باز ابتدا کردہ

۷۸۲ھ میں شب ۲۶ شوال کو رحلت فرمائی

۷۸۲ھ ہجری میں شب ششم شوال کو شب پنجشنبہ تھی کہ نماز عشا کے وقت انتقال ہوا۔ اور پنجشنبہ کے دن چاشت کے وقت مدفون ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔

مخدوم اشرف جہانگیر نے نماز جنازہ پڑھائی

آپ کے جنازہ کی نماز حضرت مخدوم اشرف جہانگیر رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی۔ یہ حضرت مخدوم سے حصول بیعت کی نیت سے آئے تھے۔ مگر اس وقت پہونچے جب مخدوم عالم جاودانی کو رحلت کر چکے تھے۔

"پر شرف" ۷۸۲ تاریخ انتقال

مخدوم کی وفات کا سن ان دو لفظوں "پر شرف" سے ۷۸۲

نکلتا ہے۔ آپکا **مزار** موجودہ شہر **بہار** سے دکھن جانب **پنجانی** ندی کے پار اور **بڑی درگاہ** کے نام سے مشہور ہے قبر گچ سے پختہ نہین اور نہ اوپر کوئی گنبد ہے۔ اگرچہ **سوریون** کے عہد سلطنت مین اوسکے حوالی مین مکانات اور چاہ اور حوض فوارہ بنا لیکن بخیال اتباع شریعت قبر اپنی حالت اصلی پر چھوڑ دی گئی۔

حصۂ دوم

باب اوّل

مخدوم اور علوم

مخدوم اور علوم

مخدومؒ کے مکتوبات ملفوظات اور رسالجات کے دیکھنے سے آپ کے تبحر اور وسعت نظر کا پورا پورا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ علوم ظاہری کی شاید کوئی شاخ ایسی ملے جسمین آپ عاری دکھائی دیتے ہون۔ اگر تصوف کے ساتھ آپ کو انتساب نہوتا تو نہایت سُنہرے حروف مین آپ کا نام علماے ظواہر کی فہرست مین درخشان نظر آتا۔ حدیث۔ فقہ۔ اصول۔ تفسیر۔ کلام۔ ادب۔ منطق۔ فلسفہ۔ ریاضی۔ ہیئت۔ ہندسہ کوئی فن ہو سب پر حاوی تھے بلکہ اکثر مین پوری دستگاہ اور کامل تبحر تھا۔

فن حدیث مین مخدوم کا کمال

فن حدیث جو زمانہ دراز تک معرکۃ الآرا علم رہا ہے اور جسمین مختلف فرقے علما کے ہوگئے ہین اور جسکی موشگافیون مین ہمارے سلف نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہین کیا۔ اگرچہ ممالک عرب و شام و مصر و اندلس مین اپنے جلوسے دکھا رہا تھا اور بڑے بڑے ائمۂ فن اون ملکون مین موجود تھے مگر یہان **ہند** مین مخدوم کے بہت بعد تک بھی با وصف اسکے کہ یہان کے

فرمانروا بھی مسلمان ہی تھے۔ اور اس علم کو مذہب اسلام سے خاص تعلق تھا۔
اسکے تعلیم و تعلم کا نام ہی نام کو چرچا اور رواج تھا۔ یہہ کسیطرح نہین کہا جاسکتا
کہ دوسرے ممالک اسلامیہ کیطرح ہند بھی اسکے پرتو سے روشن تھا
اور بڑے بڑے کاملین اس فن شریف کے یہان بھی عام طور پر پائے جاتے
ہون۔ کوئی انتظام سلطنت کی جانب یا اتفاق قومی کی مدد سے اسکے
تعلیم و تعلم کا یہان نہ تھا کہ کوئی شخص اس علم کو کمال کے ساتھ حاصل کرسکتا۔
اور اسکی تحصیل مین اوسکو آسانی ہوتی۔ ایسے وقت مین مخدوم کا تھوڑا کمال
بھی نہایت وقعت کے قابل ہے اور آپ کو اوسی قدر و منزلت کا مستحق
بناتا ہے جو اس فن کے ائمہ کو اونکے ملکون مین حاصل تھی۔ اسلئے مخدوم
کی جو راے اسکے متعلق ہے وہ ضرور اس قابل ہے کہ اوسکا ذکر بھی مخدوم
کی سوانح عمری مین کیا جاے۔ اسیوجہ سے مین آپ کے ملفوظات وغیرہ سے
التقاط کرکے یہانپر کچھ لکھتا ہون :۔ آپ فرماتے ہین کہ فن حدیث نہایت
مشکل فن ہے۔ آج سات سو برس ہوئے کہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم
سے روایت کیجاتی ہے۔ کل کی روایت جو آج کی جاتی ہے اوس مین تو
اتنے اختلافات ہوتے ہین پھر سات سو برس کی روایتون کا کیا پوچھنا۔
علاوہ برین اس مین اتنے مذاہب ہو گئے ہین کہ جنکا حساب نہین ہو۔ ایسا
بہت ہوا ہے کہ لوگون نے اپنے قول کی تقویت و شہرت کے لئے کہدیا کہ

قال رسول اللہ کی نہ عبارت رہی۔ زبان رہی۔ بس قال رسول اللہ بڑھا دیا۔ **قاضی امام ابو یوسف** رحمۃ اللہ علیہ کو بارہ ہزار حدیثین منقریات وموضوعات کی قسم کی یاد تھیں۔ ماسوا اسکے تفسیر مین ہر سورہ کے مرتب پر ثواب مضمون کی حدیثین لوگون نے لکھی ہین کہ فلان سورہ کو کوئی پڑھے تو اوسکے لئے یہ ہوگا اور وہ ہوگا۔ یہ سب بھی منجملہ منقریات کے ہین۔ یہ راے بالکل حضرت **امام اعظم**رح کی راے کے مطابق ہے اور حق یہ ہے کہ قرین عقل ونقل بھی یہی ہے۔

تفہم احادیث کیلئے مخدوم کی شرطیں

تفہم احادیث کے لئے مخدوم نے چند شرطین لگائی ہین۔ اور فرماتے ہین کہ جب یہ شرطین موجود ہون تب البتہ آدمی حدیثون کے پورے تفہم پر قادر ہوسکتا ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ وہ **درایت** کا بھی ایک اصول قائم کرتے ہین۔ **خوان پُرنعمت** کی مجلس ششم مین آپ سے منقول ہے کہ "علم احادیث مشکل علمے ہست۔ جملہ اقسام کتاب دران موجود ہست۔ تا آن جملہ نداند معنی یک حدیث نتواند گفت۔ ومعنی احادیث کسے تواند گفت کہ بر معانی کتاب حاوی باشد۔ اگر حدیثے اورا پیش آید۔ آنرا با کتاب مقابلہ کند۔ اگر بکتاب برابر آید قبول کند واگر مخالف یابد رد کند۔ پس کسے کہ معانی کتاب را نداند چہ مقابلہ کند"۔

مخدوم کے نزدیک مذہب روایت بالمعنی مرجح ہے

روایت احادیث کی نسبت مخدوم مختلف مذاہب کے دلائل بیان فرماکر کہتے ہین کہ "اعتبار معنی راست نہ مجرد لفظ را" اس سے یہ بات مستنبط ہوتی ہے کہ

آپ کے نزدیک روایت بالمعنے مرجح ہے۔ یہان پر مخدوم کا دائرہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے دائرہ سے وسیع تر ہے۔ امام صاحب صرف اون چند حدیثون کو جو اونکے زمانہ سے پہلے بالمعنے روایت ہو چکی اور محدثین مین شائع تھین قبول کرتے ہین اور وہ بھی اس قید کے ساتھ کہ رُواۃ حدیث فقیہ ہون یعنی الفاظ کے اثر اور مطالب کے تغیر سے واقف ہون۔

ذات وصفات باری تعالے کی معرفت مین خبر واحد سے تمسک کر سکتے ہین یا نہین؟

ذات وصفات خداوندی کی معرفت مین خبر واحد سے تمسک کر سکتے ہین یا نہین اس بارہ مین مخدوم کا وہی مذہب ہے جو سارے علمای سنت وجماعت کا ہے۔ وہ جاہل مشائخون کی طرح اجماع امت سے بے پرواہ نہین ہین۔ **معدن المعانی** کے باب ہفتم مین اقسام حدیث سے بحث کر کے فرماتے ہین کہ ذات وصفات خداوندی کی معرفت مین خبر واحد سے تمسک کرنا علماے سنت وجماعت کے نزدیک جائز نہین ہے۔ کیونکہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔ اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا ۚ علاوہ اسکے خبر واحد اس روسے بھی ظنی ہے کہ رُواۃ معصوم نہین ہین۔ مگر ہان فروعات مین خبر واحد سے تمسک کر سکتے ہین۔ کیونکہ وہ فروعات دین ہین۔ اور فروعات مین ظن کافی ہے دلیل قطعی مشروط نہین ہے۔ کیونکہ اونکا مبنا ظاہر پر ہے۔ یہین سے اون لوگون کا جواب بھی نکلتا ہے جو ذات خداوندی کیلئے چشم وصورت وغیرہ کا اثبات خبر احاد سے کرتے ہین۔ مثل اس حدیث کے کہ اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی

صُوَرِیتہٖ

تشریح معانی احادیث

حدیث کے معنی کو سمجھنا اور دوسروں کو سمجھانا مخدوم ہی کا حق تھا۔ مین یہان پر مشتے نمونہ از خروارے چند مثالین لکھتا ہون:۔

خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ مِنْ نُوْرِہٖ:۔ مخدوم اس حدیث کی یون شرح کرتے ہین کہ اس حدیث مین دو دقتین لازم آتی ہین۔ ایک تو یہ کہ نورِ حق قدیم ہے اور قابل تجزیہ ولائق تبعیض نہین۔ اور یہان مِن نُورِہٖ آیا ہے اور مِن تبعیض کے لئے آتا ہے۔ دوسری یہ کہ چونکہ نورِ حق قدیم ہے اسلئے ضرور ہوا کہ نورِ محمد بھی قدیم ہو کیونکہ یہ از ان نور حق ہے۔ ان دقتون کو بیان فرماکر اسطور سے انکی تردید کرتے ہین کہ نورِ رسول کا نورِ حق سے ہونا بطور فیض کے ہے نہ کہ بطریق تجزیہ و تبعیض کے۔ کیونکہ یہ ضرور نہین ہے کہ جو کسی چیز سے پیدا ہو تجزیہ اور تبعیض ہی کی مقتضی ہو۔ اور اسکی مثال ظاہر ہے۔ دیکھو آئینہ کے اندر کی صورت صورت خارجیہ سے پیدا ہوتی ہے اور اسمین کچھ تجزیہ اور تبعض نہین ہے۔ یہ ضرور نہین ہے کہ اگر کوئی چیز کسی چیز سے پیدا ہو تو اسمین تجزیہ اور تبعیض ضرور ہی ہو۔ اسبار یا قدیم ہونے کا جواب۔ وہ یہ ہے کہ آفرینش رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نور حق سے ہے۔ یہ اشارہ ہے حقیقت انسانیت کیطرف۔ اور اسمین دو باتین ہین۔ ایک تو یہ کہ مُحدِث ہے دوسری یہ کہ غیر مخلوق ہے۔ مُحدِث اس وجہ سے کہ لم یکن فکان۔ نہین تھا بعدہ ہوا۔ اور یہ امارات

حدوث سے ہے۔ پس محدث ہوا۔ اور غیر مخلوق اس سبب سے کہ اسمین کیفیت نہین ہے نہ متصل ہے نہ منفصل۔ نہ خارج ہے نہ داخل۔ نہ مکیف ہے نہ محدود۔ پس غیر مخلوق تو اسوجہ سے ہے کہ اسمین کیفیت نہین ہے اور محدث اسوجہ سے کہ لم یکن فکان

الفقر سواد الوجہ فی الدارین۔ اسکی شرح

الفقر سواد الوجہ فی الدارین کی شرح

یہ فرماتے ہین کہ ظاہرا یہ حدیث فقر ذُل و اضطراری پر دلالت کرتی ہے کیونکہ فقر کی دو قسمین ہین فقر عز اور فقر ذُل۔ انکو فقر اختیاری اور فقر اضطراری بھی کہتے ہین۔ فقر ذُل تو وہ کہ صاحب فقر شاکی ہو۔ اور فقر سے خرسند نہو اور آب و نان کی حجتاجگی سے فرائض و واجبات کو ترک کرے۔ اور خلق کے سامنے دست سوال پھیلاوے اور نامشروعات مین عمر کاٹے جیسا کہ مساجد اور بازارون مین آئے دن مشاہدہ ہوتا رہتا ہے۔ نعوذ باللہ منھا۔ دنیا مین اس فقر کا ذُل ظاہر ہے۔ اور ذُل کا سواد کے ساتھ نسبت کرنا استعارتاً ہے۔ اور چونکہ آج اوس سے ارتکاب معصیت اور اتیان محرمات ہوتا ہے۔ اسلئے کل معصیت و افلاس و ترک طاعات سے سواد وجہ ہوگا۔ کَادَ الْفَقْرُ اَنْ یَّکُوْنَ کُفْرًا ظاہرًا بھی اسی پر محمول ہے۔ یعنی چونکہ اوس سے اس فقر اضطراری مین ارتکاب معصیت ہوتا ہے اور ترک طاعت۔ اسلئے یہ امر اوسکے کفر کا بھی سبب ہوسکتا ہے کیونکہ کبیرہ سے کفر مین گرفتار ہوجانا نزدیک تر ہے۔ اور جہان کہین کہ دعا مین آیا ہے کہ اَللّٰھُمَّ قِنَا عَذَابَ الْفَقْرِ وہان ایسے ہی فقر سے پناہ

مانگی گئی ہے۔ اور فقرِ غیر اختیاری وہ ہے کہ صاحب فقر اوس سے خورسند ہوتا ہے اور طاعت و عبادت مین اوس سے خلل نہین پڑتا اور اوسے شکایت نہین ہوتی۔ اور یہہ خود انبیا اور اولیا کا مطلوب ہی۔ خاقانی کہتا ہے **بیت**

پس از سی سال این معنی محقق شد بخاقانی :: کہ سلطانی است درویشی و درویشی است سلطانی

لیکن محققین اور ارباب معانی کے نزدیک فقر کی نسبت سواد کیطرف اسوجہ سے کی گئی ہے کہ سواد ایک ایسا رنگ ہے جو کسی رنگ سے متبدل نہین ہوتا۔ نہ لال ہوتا ہے نہ زرد ہوتا ہے اور نہ سفید ہوتا ہے۔ برخلاف اسکے دوسرے رنگ ہین۔ لال کو سیاہ کرنا چاہین تو سیاہ ہو جائیگا۔ زرد کرنا چاہین زرد ہو جائیگا اور اگر چاہین کہ کوئی دوسرا رنگ ہو جاے وہ بھی ہو جائیگا۔ لیکن سیاہی کوئی رنگ قبول نہین کرتی۔ اسیطرح سے فقر کا اقتضا یگانگی ہے۔ ہرگز دوئی قبول نہین کرتا۔ پس جو شخص کہ فقر مین پہونچا۔ یگانگی مین پہونچا کہ ہرگز دوئی کو اوس مین مدخل نہین ہے۔ **اشعار**

رہ نہ دور است بل دو رنگی تست :: کفر و دین از پے دو رنگی تست

این ہمہ رنگہاے پر نیرنگ :: خُم وحدت کند ہمہ یکرنگ

ہان سیہ باش چونکہ نکنہ پذیرد :: کہ سیہ ہیچ رنگ نپذیرد

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَّمُسْلِمَةٍ :-

اس حدیث کی شرح مین مخدوم فرماتے ہین کہ "این را بسیار تاویل کردہ اند بعضے

سیہ رنگ دیگر نپذیرد

طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم و مسلمۃ کی شرح

ازین علم ہمان علم پنج چیز مراد داشتہ اند یکے کلمۂ شہادت۔ دوم صلوٰۃ۔ سیوم صوم
چہارم حج۔ پنجم زکوٰۃ۔ چنانکہ علحدہ علحدہ در حدیثے مذکور ہست۔ و بعضے تاویل کردہ اند۔
کہ مراد ازین علم ہمان قدر باید کہ ما یحتاج اوست۔ و فرض ہمان مقدار ہست۔
و یک تاویل این کردہ اند کہ اَلْعِلْمُ فَرِیْضَۃٌ فِیْ وَقْتِہٖ۔ براے ہر وقت علم
فریضہ ہست بر حسب آن وقت۔ چون وقتے در آید علم آن وقت طلبد کہ در انوقت مرا چہ بجا باید آورد"
پھر شرح آداب المریدین مین مخدوم فرماتے ہین: "طلب کردن
علم فریضہ ہست بر ہر مردے مسلمان و بر ہر زنے مسلمان۔ امّا باید دانستن کہ طلب کردن کدام
علم فریضہ ہست۔ علما را درین اقوال ہست۔ متکلمان می گویند کہ آن علم علم کلام ہست۔ زیراکہ
بدو دانستہ می شود توحید ذات حق تعالےٰ و صفات او۔ و فقہا می گویند کہ آن علم علم
فقہ ہست۔ زیراکہ عبادت بدان دانستہ می شود۔ و حلال و حرام بدان معلوم میگردد۔
یعنی در دین آن مقدار کہ ہر کسے بدان محتاج ہست فرض ہست۔ نہ واقعات و حادثات
نادرہ مفسران و محدثان مر گویند کہ آن علم علم کتاب و سنت ہست۔ زیراکہ بدین ہر دو ہمہ
علمہا توان رسید۔ امّا تاویل مختار آن ہست کہ ابو طالب مکی رحمہ اللہ در قوت القلوب
آوردہ ہست۔ و آن دانستن پنج رکن ہست کہ بناے اسلام بران پنج رکن ہست۔ چنانچہ
پیغامبر فرمود صلے اللہ علیہ وسلم کہ بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی الْخَمْسِ شَہَادَۃِ
اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اِقَامُ الصَّلٰوۃِ وَ اِیْتَآءُ الزَّکٰوۃِ
وَصَوْمُ شَھْرِ رَمَضَانَ وَ حَجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا۔

بنا کردہ شدہ ہست اسلام بر پنج چیز۔ گواہی دادن کہ نیست معبود در وجود جز خدا۔ و بر پاداشتن نماز و دادن زکوٰۃ و روزہ داشتن ماہ رمضان و حج کردن خانہ کعبہ ہر کرا توانائی آن باشد۔

من عرف اللہ کل لسانہٗ

من عرف اللہ کل لسانہٗ کی شرح

من عرف اللہ کل لسانہٗ :۔ مخدوم فرماتے ہین کہ :۔

"چیز یکہ ارباب مشاہدہ و مکاشفہ را مکشوف می شود و مشاہدہ ایشان میگردد۔ زبان ظاہر از عبارت کردن آن گنگ می شود۔ ازین لسان لسان ظاہر مراد ہست۔ یعنی از انچہ مشاہدہ و مکاشفہ ایشان می شود اگر زبان ظاہر خواہ ازان عبارت کند نتو اند۔ نہ آنکہ مراد از حدیث آن ہست کہ ہر کہ خدا را شناسد گنگ شود و ہیچ سخنے نگوید" بعد اسکے فرماتے ہین کہ :۔ " در حدیث من عرف اللہ طال لسانہٗ این محمول بر لسان باطن ہست۔ طال لسانہٗ۔ یعنے زبان باطن او در گفت معرفت دراز شود۔ و جائز ست کہ این را بر زبان ظاہر ہم برانند و جائز کہ یکے را بر ابتدا رانند و یکے را بر انتہا "

دعا

العبد یدعو و الرب یفعل ما یشاء :۔

مخدوم فرماتے ہین کہ بندہ کا کام دعا کرنا ہے مگر استجابت اسکو لازم نہین ہے۔ جو کچھ کہ پروردگار چاہتا ہے کرتا ہے۔ اگر یہان پر یہہ اعتراض کیا جاے کہ یہہ نص کے مخالف ہے۔ کیونکہ نص یہہ ہے کہ ادعونی استجب لکم جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ دعا کرو قبول ہو گی۔ اجابت کا وعدہ ہے اور وعدہ ربانی ہین خلاف نہین ہے۔ پس چاہیے کہ حکم وعدہ ایفا ہو۔ اسکا جواب

یہ ہے کہ اس آیۃ مین بعضون کے قول سے مشیت مضمر ہے یعنی اَستَجِب لَکُم اِن شِئتُ۔ پس اصل مین یہ آیت یون ہے۔ اور حدیث اسی آیت کے موافق ہے۔ اب رہا یہ قول کہ نہین۔ حکم آیت مذکورہ مین مطلق ہے۔ اور مشیت مضمر نہین ہے۔ اس صورت مین جواب یہ ہے کہ فی الجملہ اجابت ہے۔ جو کچھ کہ اوسکا مطلوب ہو حق تعالے یہین اوسکو پہونچاتا ہے یا اوسکے لئے کل کے واسطے ذخیرہ کرتا ہے۔ چنانچہ منقول ہے کہ قیامت کے دن کوئی بندہ ایسا بھی ہوگا جسکو بلا اعمال کے درجے اور کرامتین ملینگی اور وہ کہیگا کہ "خداوندا منکہ در دنیا عملے نکردہ ام کہ این بدان یابم۔ اوسکو فرمان حق پہونچیگا کہ تو دعا کردہ بودی ما برائے تو ذخیرہ ساختہ بودم"۔ رہی مشیت جو حدیث مین مین مذکور ہے وہ نفس اجابت مین نہین ہوسکتی ہے۔ وہ اسمین ہے کہ آیا وہ چیز جسکی اوس نے دعا کی ہے دنیا ہی مین ملیگی یا کل کے لئے ذخیرہ ہوگی عملاً بقدر الامکان۔

دوا کی نسبت بزرگون کے اقوال

اسکے بعد مخدوم فرماتے ہین کہ ارباب معنی نے دعا کی نسبت یہ کہا کہ عوام کی دعا باقوال ہوتی ہے اور زاہدون کی دعا بافعال۔ اور عباد کی دعا باحوال۔ بعضون کا یہہ بھی قول ہے کہ مبتدیون کی زبان دعا کے لئے کشادہ رہتی ہے مگر محققون کی زبان دعا مین گنگ ہوجاتی ہے۔ کیونکہ محققین اصحاب مشاہدہ ہین اور مشاہدہ مین فنا ہے۔ اور فنا مین زبان کہان رہتی ہے کہ دعا کرکے

اور یہہ بعضے احوال مین ہوتا ہے۔ ایک بزرگ کا قول ہے کہ دعا کا یہہ فائدہ ہے کہ اپنے خدا کے سامنے اپنی حاجتمندی کا اظہار کرے۔ ورنہ خدا وہی کرتا ہے جو اوسکو چاہئے۔ ایک دوسرے بزرگ نے کہا ہے کہ "اذن دعا این هم جزوے از عطا است"۔ جیسا کہ خواجہ کنانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین کہ خدا مومن کی زبان معذرت کو ساتھ اوسی وقت کھلواتا ہے جب اوسکے لئے مغفرت کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ ایک تیسرے کا قول ہے کہ "دعا موجب حضوری ہے اور عطا لوٹ جانیکا موجب"۔ پس دروازہ پر دعا مین کھڑے رہنا بہتر ہے اس سے کہ عطا پا کر دروازہ سے لوٹ جائین۔ دعا کا مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ یعنی دعا کرنا افضل ہے یا خاموش رہنا۔ بعضون نے کہا ہے کہ اپنے لئے دعا کرنا عبادت ہے اسیلئے دعا کرنا افضل ہے اور بعضون کا قول ہے کہ جریان حکم مین خاموش رہنا افضل ہے اور جو کچھ کہ اختیار حق سے سابق و مقدر ہے اوسپر راضی رہنا اولیٰ تر ہے دعا کرنے سے۔ بزرگون کا کلام ہے کہ اوقات مختلف ہین۔ بعضے احوال مین دعا افضل ہے اور بعضے مین خاموشی۔ اور ان دونون حالتون مین فرق ہے۔ اگر اپنے دل مین بسط کی زیادتی دیکھے تو اس حال مین دعا افضل ہے۔ اور اگر اپنے دلمین گدازگی اور قبض پاوے تو ترک دعا افضل ہے اور اگر یہ دونون نہ پائے تو اوسکے لئے دعا اور ترک برابر ہے۔ گویا اوسوقت ٹھنڈھا پڑا ہوا ہے۔ اگر اوسپر علم غالب ہے

تو دعا او نے والے ہے کیونکہ یہ عبادت ہے اور اگر معرفت و حال کا غلبہ ہے تو خاموشی
او لے ہے۔ اب رہی یہ بات کہ جب قضا کا رد ہی نہین ہے تو دعا کا کیا فائدہ۔ اسکا
جواب یہ ہے کہ دعا سے بلا کا رد ہونا یہ بھی قضا ہے۔ علاوہ برین دعا رد بلا
اور نزول رحمت کا سبب ہوتی ہے جیسے کہ سپر رد تیر کا۔ اور تیر کا سپر کی وجہ سے
رد ہونا یہ بھی بوجہ قضا کے ہے۔ بندہ کو بندگی چاہیئے ترک بندگی جائز نہین۔
اور شریعت پر عمل کرنا بندگی ہے۔ اور شرع حکم کی بجا آوری ہے۔ لیکن ہونیوالا
وہی ہے جو تقدیر ہے۔ باقی رہے آداب دعا۔ مخدوم فرماتے ہین کہ دعا
کا ادب یہ ہے کہ جب اپنے اللہ سے کوئی حاجت چاہو اور اجابت مین تاخیر ہو
تو حق کو متہم نکرو اور یہ سمجھ لو کہ خیر اسی مین ہے۔ اور جب سوال کرو تو اوس مین عجلت
نکرو اور استوار رہو کہ مقسوم مین تفاوت نہین ہے۔ اور یہ بھی جان لو کہ خدا کو
اوس سے زیادہ اختیار ہے جتنا کہ بندہ کو اپنے نفس پر اختیار ہے۔

تفسیر مین مخدوم کا پایہ

تفسیر مین بھی آپ کا پایہ نہایت ارفع و اعلےٰ تھا۔ لوگ برابر آتے
اور قرآن کے مختلف مقامات سے سوالات کرتے مخدوم نہایت واضح
اور بیّن طریقے سے مقامات مشکلہ کی تفسیر کرتے۔

تفسیر مین مخدوم کی شرطین

تفسیر بیان کرنے کے لئے مخدوم نے بہت سی شرطین ٹھہرا رکھی
ہین۔ **معدن المعانی** کے باب ششم مین فرماتے ہین کہ "اگر کسے
لغات عرب را بشناسد و نزول را بداند روا باشد کہ قرآن را تفسیر کند۔ اما کسیکہ متکلف

است و وجوہ لغات عرب نداند روا نبود مر او را کہ تفسیر کند الا بمقدار آنچہ شنیدہ باشد پس آن از وے بروجہ حکایت بود نہ بر وجہ تفسیر۔" پھر ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں۔ "در تفسیر ظاہر قرآن مشائخ و علما شریک اند لیکن در فوائد و اشارات و لطائف و رموزات ہمہ شریک نہ اند زیرا کہ قرآن را مفہومات است۔ یک مفہوم است و دو مفہوم است و سہ مفہوم است و چار مفہوم است۔ ہمچنین تا صد و بیش ازان۔ پس ہر کہ تفسیرے نوشتہ است بر اندازہ مفہوم خود نوشتہ است۔ کسے بیک فہم رسید۔ کسے بدو فہم رسید۔ کسے بسہ فہم رسید۔ کسے بچہار فہم رسید۔ ہر کہ بفہم اول رسید او ہم از انجا نوشت، و کسیکہ بفہم دوم رسید او ہم از انجا نوشت۔ ہر کسیکہ بچہارم رسید او ہم از انجا نوشت۔ پس کسیکہ نظر در تفاسیر کند مقصود از ان طلب زیادت فائدہ است۔ اما تفسیر قرآن را از خویش درست نیست۔ چنانکہ حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ مَنْ فَسَّرَ الْقُرْآنَ بِرَأْيِهِ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ۔ و از امام شعبی روایت است کہ روزے بر ابی صالح بگزشت پس او را بگوش گرفت و گفت۔ تو کہ قرآن نخواندہ چگونہ تفسیر کنی۔ و از عمر خطاب رضی نقل است کہ در دست مردے مصحف دید کہ نزد یک ہر آیتے تفسیر آن نوشتہ بود پس مقراض طلبید و تراشید۔"

تفسیر زاہدی و تفسیر کبیر پر مخدوم کی رائے

تفسیر زاہدی کو مخدوم از بس معتبر و جامع ضروریات دین سمجھتے تھے۔ خوان پُر نعمت میں ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ دین میں جن باتوں کی ضرورت ہے وہی اسمیں موجود ہیں۔ ہرگز افراط و تفریط کو راہ نہیں دی گئی ہے کہ جن

بیکار طبیعت کو ملال ہو۔ اسی جگہ تفسیر کبیر کا بھی ذکر کرتے ہین اور کہتے ہین کہ
"ذرہر وار دے دلیلے دارد بر وجوہ۔ وہر وارِ دے راجواب بر وجوہ گفتم چندین وجوہ از
ضبط آدمی چون بابیرون ہست"۔ مخدوم فرماتے ہین کہ امام زاہد جہان کہین کہ
مشکل آیۃ ہوتی ہے یون شروع کرتے ہین کہ تفسیر اسکی مشکل ہے اور سبھون نے
کچھ نہ کچھ لکھا ہے۔ لیکن وہ خطا ہے اور شرع کے اصول وقانون سے گرا ہوا ہے پہلے مین
اوس خطا کو نکال ڈالتا ہون تاکہ آیۃ کی پوری تفسیر معلوم ہو۔ پھر اون خطاؤن کو
ایک ایک کرکے ظاہر کرتے ہین اور لکھتے ہین کہ یہ خطا ہے اور جو صحیح
اور شایان اعتقاد ہے وہ یہ ہے جو مین لکھتا ہون۔ اور اسی کے ضمن مین
یہہ بھی لکھتے ہین کہ اسپر اعتقاد کرو کل قیامت کی ضمانت مین کرتا ہون۔ ایسی
خطاؤن کی تین مثالین بھی مخدوم نے بیان کی ہین۔ ایک تو یہہ کہ حضرت
سلیمان علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے چالیس دن کے لئے
جو سلطنت زائل ہو گئی تھی اوسکی وجہ یہ تھی کہ آپ کی بیوی نے چالیس دن
اپنے محل مین بت پرستی کی تھی۔ دوسری یہہ کہ داؤد پیغمبر علیہ السلام اوریا
کی بی بی پر عاشق ہو گئے تھے۔ اوریا کو باہر بھیجکر مروا ڈالنا چاہا تھا تاکہ اوسکی
بی بی سے نکاح کر سکین۔ تیسری یہ کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم
حضرت زینب پر عاشق ہو گئے تھے اور خواہش تھی کہ حضرت زید طلاق
دیدین مگر ظاہرا جب حضرت زید آپ سے پوچھتے تھے کہ طلاق دون تو آپ

رو گئے تھے۔ امام زاہد لکھتے ہین کہ یہ سب باتین خطا ہین۔

مفسرین کے درمیان یہ بہت ہی مہتم بالشان مسئلہ ہے کہ [illegible]
داخل قران ہین یا خارج از قرآن۔ اسمین دو گروہ ہو گئے ہین ایک گروہ تو اسکو
داخل کہتا ہے اور دوسرا خارج۔ مگر مکتوبات دو صدی کے مکتوب
صد و پنجاہ ویکم مین مخدوم فرماتے ہین کہ اصح قول یہی ہے کہ داخل قرآن
ہین اور اسی پر علما کا اجماع ہے۔ باقی رہا دوسرا قول وہ مردود علما ہے
اسلئے اگر نماز مین یہہ پڑھی جائین تو باتفاق جائز ہوگا۔

ایک روز مولانا آدھم حافظ نے مخدوم سے یہہ پوچھا کہ آیۃ فمن
کان یرجوا لقآء ربہ فلیعمل عملا صالحا ولا یشرک
بعبادۃ ربہ احدا کی تفسیر کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ "جماعۃ اہل قریش بتان را [illegible]
و بتان را درون کعبہ آوردہ بودند میگفتند کہ ما تقرب میجوئیم بخدائی خداوند و عبادت
میکنیم لیکن این بتان در ان عبادۃ شریک اند۔ بعدہ این آیۃ نازل شد نزول
آیۃ در حق ایشان بود۔ اما اہل اشارت و اہل فقہ چنانکہ این آیۃ را بر شرک جلی می رانند
از روی ظاہر لفظ۔ بر شرک خفی نیز میرانند از روی اعتبار"۔ اور فرمایا "شرک ظاہر است
و شرک خفی ہست۔ شرک ظاہر چنانکہ در حق ایشان آیۃ نازل ہست یعنی گرفتن معبودے
بر خدا افرأیت من اتخذ الٰہہ ھواہ اشارت برین ست۔
و شرک خفی چنانکہ خوف از غیر و امید بغیر این شرک خفی ست۔ و در ایشان از روی اعتبار

این تفسیر می کنند۔ وکدام کس ہست کہ در وای ہمہ نیست۔ واین طائفہ ہرگاہ کہ این آیت یاد می کنند دست بر سر می نہند۔ زیراچہ ایشان را مطلوب ومقصود لقائے حق است و آن مشروط شد برین دو شرط۔ یکے عمل صالح ودیگر عدم شرک۔ ومیگویند این ہر دو برما نیست اگر شرک خفی۔ خود ازان خالی نہ ایم۔ انبیا ازان معصوم اند۔ واگر عمل صالح۔ آن ہم نیست۔ آن خود در فساد اند اختیم بحکم عیوب وآفاتیکہ در اعمال ہست۔ پس پندارے بیش نیست۔ کہ اگر مدعئے میگوید من چنین کارے نیکو میکنم وخبر ندارد کہ آن بد ہست چنانکہ خواندی وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ؁ پندارد کہ نیکو میکنم۔ وآن ہست کہ میگوید مسلمانم یا مومنم۔ وخبر آن ندارد کہ چیست۔ پندارے بیش نیست کہ می گوید ما کارے میکنم واین پندار در وقت ندائے فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ ؁ پدید آید۔ بیت خواجہ پندارد کہ دارد حاصلے حاصل خواجہ بجز پندار نیست۔ ازین شرک خفی کدام خالی ہست۔؟"۔

معانی بالفاظ قرآنی پر مخدوم کی رائے

یہاں پر بیجا نہ ہوگا اگر میں مخدوم کی رائے کو جو معانی والفاظ قرآنی کی نسبت ہے جگہ دوں۔ کیونکہ ایک زمانہ میں یہ مسئلہ بھی نہایت معرکۃ الآرا ومہتم بالشان مسئلہ رہا ہے اور مامون الرشید کے عہد خلافت میں اس نے ایک معتد جماعت علماء پر خلیفہ کی خوشامد کا دھبا لگایا اور امام احمد حنبل رح جیسے معظم وبرگزیدہ بزرگ کو بھی پابزنجیر کرایا ہی۔ مخدوم رحمتہ علیہ مکتوبی میں فرماتی ہیں کہ "جملہ معانی قرآن وجز آن ملکوتی ہست اما لفظ ملکی است"

پھر فرماتے ہین کہ "جسم ملکی ہست و معنی کہ درو ست ملکوتی - ہر چہ محسوس ست، و در حس ما درمی آید آن ملکی ست وہر چہ محسوس نیست وما آن رانمی بینیم آن ملکوتی ہست - آن را بصیرت باید کہ تا ببیند - این ہست کہ گفت **بیت** ہر کرا بمود از محض عطاست :: وانکہ را نہ نمود از حکم قضاست"

فقہ مین مخدوم کی دستگاہ اور اوسمین انکا اصول

فقہ مین بھی مخدوم کو اول درجہ کی دستگاہ تھی - بلکہ بذات خاص اونکو منصب اجتہادی حاصل تھا - اس اجتہاد سے میری غرض اجتہاد **فی البعض** ہے - مین آپ کے اجتہاد مستقل کا قائل نہین ہون آپ دوسرے فقہا کیطرح تنگ گیر نہ تھے - بلکہ برخلاف اسکے آپ آسانی اور وسعت کے حامی تھے - سنت الٰہی سے آپ پورے ماہر تھے آپ اسکو خوب سمجھتے تھے کہ قدم قدم پر جکڑنے سے دنیا چل نہین سکتی حسب مقتضاے فطرت انسانی لوگ سختی کے بوجھ کو اوٹھا نہین سکتے جس سے لازمی طور پر مذہب و تمدن دونون مین خلل عظیم مترتب ہوگا - آپ کم بین و کوتہ اندیش نہ تھے - آپ کی نگاہ افراد انسانی کے تمامی طبقات پر حاوی تھی مہمات مسائل جنپر فن فقہ کی بنیاد قائم ہے آپکو پورے طور سے مستحضر تھے - خوان پر نعمت کی مجلس ششم مین فرماتے ہین کہ - راہ اسلام کشادہ ست، ہر چہ بر خلق دشوار آید آن امروز جائز نیست کہ بر خلق بنہند - مگر آنکہ چیزے بنص کتاب ثابت شدہ ہست، وخلق آن را آتی می شود و دران مبتلا شدہ - چنین چیزہا روا نباشد کہ بر خلق آسان گیرند - چنانکہ حرمت شرب خمر بکتاب ثابت شدہ است و چنین

ہزار خلق درین مبتلا شدہ می خورند اینجا نگویند کہ خلق مبتلا شدہ اند! اما چیزے در حد مجتہد فیہ
است و خلق بران مبتلا شدہ اند۔ بر خلق اندران دشوار گیرند۔ چنانچہ آسانی خلق باشد دران چیز
حکم بدان کنند۔ ہر چہ اجتہاد را دران مدخل ہست فتواے بر وجہے نویسند کہ خلق را آسان باشد
و حرجے بدیشان نرسد۔ واین حکم از قرآن ثابت ہست۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَمَا جَعَلَ
عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ ط"

تغیر الفتوی بتغیر الزمان

مخدوم اسکو پورے طور سے مانے ہوئے تھے کہ تغیر زمانہ کے ساتھ ہی
ساتھ احکام فقہی مفتیٰ بہ بھی بدلتے رہتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ "اگر در عصر اول فتوے
بچیزے دادہ اند کہ آن بر خلق در عصر ثانی و ثالث تشدید ہست و آن مجتہد فیہ ہست۔ این
چنین فتوہا در عصر ثانی و ثالث بگردد۔ یَتَغَیَّرُ الْفَتْوٰی بِتَغَیُّرِ الزَّمَانِ اینجا محمول ست"
اس تغیر کے وجوہ صاف صاف ہیں۔ کیونکہ جو چیز مشروع ہوئی ہے
ایک ہیئت خاص کے ساتھ مشروع ہوئی ہے۔ اسلئے اوسکی مشروعیت
کا سبب وہ ہیئت خاص ہے۔ مخدوم اسیکو خوان پر نعمت کی مجلس
سوم میں یوں فرماتے ہیں کہ "ہر چہ مشروع شدہ است بہیئتے مشروع شدہ ہست پس
مقتضی مشروعیت آن چیز ہمان ہیئت ہست کہ شارع بدان آتی شدہ است"۔

رجوع الی القرآن ثم الی الاحادیث ثم شرح

اون مسائل فقہی میں جنکی نسبت صریح نص قرآنی نہ ملے دست درمنا گزاشتن
آپ جائز نہیں رکھتے تھے۔ ہان پہلے قرآن کیطرف رجوع کرو اگر اوس سے مدد نہ ملے
تو سنت کیطرف رجوع کرو۔ اور اگر وہان بھی چارہ جوئی نہو تو اجماع امت کو دیکھو

اِرْجِعْ اِلَى الْقُرْاٰنِ فِیْ جَمِیْعِ الْاَحْکَامِ کے یہ معنی نہین ہین کہ صرف قرآن ہی سے استنباط کرو اور سنت و اجماع و اجتہاد کیطرف رخ بھی نکرو چنانچہ اسکی شرح شرح آداب المریدین مین مخدوم یون کرتے ہین کہ "رجوع کنید درہمہ احکام بقرآن - اگر در قرآن نیابید بہ سنت رجوع کنید - واگر در سنت نیابید باجماع رجوع کنید - اگر آنجا ہم نیابید باجتہاد رجوع کنید - اگر اہل اجتہاد باشید"۔

قضاء القاضی ینفذ ظاہرًا و باطنًا

قاضی کے احکام پر عمل ہونے سے اگرچہ وہ احکام چھپی غلطی پر بھی مبنی ہون - مسلمان نہ تو عند الناس ماخوذ ہوتا ہے اور نہ عند اللہ - اور قَضَاءُ الْقَاضِیْ یَنْفُذُ ظَاهِرًا وَّ بَاطِنًا سے یہی مراد ہے - یہی خیال مخدوم کا بھی ہے چنانچہ وہ خوان پر نعمت کی مجلس بست و دوم مین فرماتے ہین کہ: "ظاہرا یعنی میان خلق و باطنًا یعنی عند اللہ صورت این چنین باشد کہ اگر درخلاف واقعہ قاضی بشہادت شاہدین حکم کرد آن حکم او جائز است در ظاہر شریعت و عند اللہ ہم - تا فردا برائے آن ماخوذ نباشد - چنانکہ اگر مردے دعوے نکاح کرد بر زنے و زوجیت میان ایشان نہ بود بر آن دو گواہ آورد - و قاضی بدان دو گواہ حکم بر زوجیت وے کرد - اکنون اینجا چنانکہ در ظاہر شریعت آنچہ احکام زوجیت است جملہ ثابت می شود - و تصرفات ظاہر ہم جائز می آید - در باطن نیز اگر تصرف می کند بحکم قاضی عند اللہ ماخوذ نبود"۔

ایک مذہب والا دوسرے مذہب والے کے احکام پر عمل کر سکتا ہے یا نہیں؟

یہ مسئلہ کہ چونکہ سنت و جماعت کے چارون مذاہب حق ہین اگر ایک مذہب والے نے دوسرے مذہب کے موافق عمل کیا تو جائز ہوگا یا نہین اسکی نسبت

مخدوم محمد ہاشم "تحفۂ غیبی" میں فرماتے ہیں کہ: "اگر کسے بمذہبے دیگر کارے می کند فی الجملہ جائز داشتہ اند" پھر فرمایا کہ: "اگر یکے میگوید کہ من مذہب امام اعظم ابوحنیفہ ویا مذہب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما بر خود التزام کردم۔ گفتہ اند کہ التزام او بروے لازم گردد یا نہ۔ اصح این ست کہ لازم نگردد۔ پس حنفی مذہب اگر در وقتے کار بر قول امام شافعی ویا بر قول مجتہدے دیگر کند جائز باشد"

خود مجتہد کو جائز ہے یا نہیں کہ دوسرے مجتہد کے اجتہاد پر کاربند ہو۔ اسکی نسبت مخدوم کا قول ہے کہ یہ جائز نہیں ہے لیکن ضرورت کے وقت ایک مجتہد دوسرے مجتہد کے اجتہاد پر عمل ہو سکتا ہے۔ "تحفۂ غیبی" میں مخدوم فرماتے ہیں کہ: "مجتہدے را کار کردن بر اجتہاد خود فرض ست۔ وروا جائز نیست کہ تقلید مجتہدے دیگر کند تا اگر مسئلہ پیش آید کہ نہ دران صریح آیت قرآن ست و نہ حدیث پیغامبر علیہ السلام و نہ اجماع امت۔ در چنین مسئلہ مجتہد را واجب این ست کہ اجتہاد کند۔ بدانچہ اجتہاد او واقع شود بدان کار کند۔ و تقلید مجتہدے دیگر نکند کہ مجتہد را تقلید مجتہدے دیگر جائز نیست۔ ولیکن در حق ایشان نیز در وقت ضرورت گفتہ اند کہ اگر بر قول مجتہدے کار کند روا باشد۔ چنانکہ می آرند وقتے در روز جمعہ ابویوسف قاضی رحمہ اللہ در حمام رفتہ بودند و غسل کردہ۔ بعدہ در مسجد جمعہ آمدند امامت کردند۔ بعد از ادائے جمعہ حمامی بیامد و خبر کرد کہ موشے در چاہ افتادہ یافتہ ایم وشما امروز غسل در حمام کردہ اید۔ ابویوسف قاضی رحمہ اللہ فرمود کہ امروز ما درین مسئلہ بر قول امام شافعی کار کردہ ایم کہ بر قول امام شافعی این ست کہ چون

ایک مجتہد دوسرے مجتہد کے اجتہاد پر عمل کر سکتا ہے یا نہیں اور [illegible] ہیں؟

آب بہ قُلّۃٍ و قُلّتین رسد کہ اگر نجاستے دران آب بیفتد آب پلید نگردد۔ اینک ابو یوسف قاضی اگرچہ مجتہد بود و مجتہد را بر قول مجتہدے دیگر کار کردن جائز نہ۔ مع ہذا چون ضرورت بود بنا بر ضرورت عمل ایشان درین مسئلہ بر قول امام شافعی رحمہ اللہ افتاد . . . .

. . . . . . و دیگر امام شافعی را نیز می آرند کہ وقتے حجامت کنانیدہ بودند۔ موی محاسن و ناخن در کنار ایشان افتادہ بود۔ بے آنکہ از خود بیفشانند و دور کنند ہم با آن نماز گزاردند۔ و نزدیک ایشان حکم این ہرچہ از زندہ جدا شود چنانکہ موے و ناخن پلید ہست۔ با آن نماز جائز نیست۔ بعد از نماز اصحاب ایشان خبر کردند کہ موے و ناخن بر اندام و بر جامۂ شما بود با آن نماز گزاردہ شدہ است و حکم نزدیک شما بر خلاف این ہست۔ امام شافعی جواب فرمودند کہ درین مسئلہ ما بر قول ابو حنیفہ کار کردہ ایم"۔

سارے اقوال مجتہدہ مختلفہ کو باہم جمع کر سکتے اور ان سب پر عمل ہو سکتے ہیں یا نہیں۔ آمین مخدوم کی یہ رائے ہے کہ "جمع در ہمہ مسائل نخواہد آمد زیرا کہ در مسئلہ یکے یجوز گفت و دیگرے لا یجوز گفت۔ در چنین مسئلہ جمع ممکن نیست کہ یجوز و لا یجوز در قول و عمل جمع کردن در وسع کسی نیست از جہت و احد۔ مگر جائیکہ ممکن باشد اگر در انصورت جمع میان اقوال می کنند آید و مذہب اہل تصوف خود ہمین ہست و احتیاط درین ہست" (تحفۃ الطاہرین)

سارے اقوال مجتہدہ مختلفہ کو باہم جمع نہیں کر سکتے

جن اقوال کو جمع کرنا ممکن ہے ان میں مخدوم کا مسلک اجماع کا تھا۔ اور اسکو وہ اسلئے زیادہ پسند کرتے تھے کہ انمیں احتیاط کا پہلو غالب رہتا ہے

جمع بین الاقوال

اور عبادات کے باب مین احتیاط واجبات سے ہی۔ دیکھو خوان نعمت پس
کی مجلس سی و ششم مین فرماتے ہین کہ "۔ درین فعل احتیاط واجب ہست۔ بر وجہے
آتی شود کہ میان ہر دو قول جمع آید۔ زیراکہ اگر کارے بر قول مجتہدے کرد فردا این را
بر حق حجت این قول بدست شد۔ چنانکہ این را بر حق حجت این قول شد جائز کہ فردا قول دیگرے
حق را بر شدے حجت باشد۔ چنانکہ مسح راس۔ نزدیک امام اعظم رح مسح ربع راس فریضہ است
و نزدیک امام مالک رح استیعاب فرض ہست۔ پس احتیاط اینجا واجب ہست۔ میان ہر دو
قول جمع کند جملہ سر را مسح کند۔۔۔۔۔۔ و این حکم نزدیک مشائخ ہست کہ بدان طریق کار کند
کہ میان جملہ اقوال جمع آید۔ تا نزدیک مشائخ آمدہ ہست کہ متوضئے اگر مس ذکر کرد وضو بکند
اعادت وضو کند۔۔۔۔۔۔ ہر مجتہدے را کہ زیرا اجتہاد خود کردن فرض ہست۔ اما درین باب
احتیاط مجتہد را نیز شاید کہ جمع کند میان اجتہاد خود و اجتہاد مجتہد دیگر۔ و از ینجا نگویند کہ
از اجتہاد خود رجوع کرد و تقلید اجتہاد دیگرے کرد۔ زیراکہ او را نظر بدان ہست کہ حکم
شرع این ہست کہ احتیاط در باب عبادات واجب ہست۔ بدین شرط جمع کردہ است
نہ آنکہ رجوع از اجتہاد خود کردہ ہست۔ یا تقلید اجتہاد مجتہدے دیگر کردہ است در
عمل مجتہد و غیر مجتہد برابر اند"

کس وقت تک اجتہاد ہے

حق یہ ہے کہ اجتہاد کا کھٹراگ اوسی دم تک لگا ہوا ہے جس وقت تک
درجہ علم و معرفت حاصل نہین ہوا ہے۔ جب یہ حاصل ہو گیا پھر کہاں کا اجتہاد
اور کہاں کی تقلید۔ کیونکہ اجتہاد کا بڑا سبب عدم علم و اشتباہ ہے۔ نہین جانتے

کی وجہ سے آدمی مذبذب و مشتبہ حالت مین پڑا رہتا ہے - اور ایسی ہی حالت مین غلطی مین گرفتار ہو جانے کے ڈر سے تقلید کرتے بنتی ہے - اور جہان پورا علم و معرفت حاصل ہو گیا اوسکو ان دو مین سے ایک کی بھی ضرورت باقی نہین رہتی - چنانچہ مخدوم بھی اسی امر کو **معدن المعانی** کے باب پنجم مین یون ذکر کرتے ہین :-

"اجتہاد تا آن زمان ہست کہ کسے بعلم نرسیدہ ہست - چون بعلم رسید اجتہاد برخاست - مجتہد کہ بر چیزے اجتہاد می کند یعنی بمغز علم و خلاصۂ علم برسد از ان جہت کہ آن امر برو ملتبس و مشتبہ می شود و بمعرفت آن کما ہو نمی رسد و ضرورت در اجتہاد می شود - اما ہر کسے کہ ملتبس و مشتبہ نمی شود و بعلم آن رسید و معرفت آن کما ہو حاصل کرد او چہ محتاج ہست کہ اجتہاد کند .... اجتہاد ظنی ہست و ارباب معرفت و مشائخ از ظن و اجتہاد گزشتہ اند و بعلم رسیدہ و معرفت ہر چیزے کما ہو ایشان را حاصل شدہ ہست و مقام علم برتر از اجتہاد ہست - در اجتہاد خطا افتد - اما در علم ہرگز خطا نیفتد - زیرا کہ علم چیست - معرفۃ الشئ کما ھو - و دران چہ خطا"۔

مخدوم کے زمانہ مین ہندوستان مین علوم کی حالت

اگرچہ تمام ممالک اسلامی مین مخدوم کے بہت زمانہ قبل ہی سے درس و تدریس کا ایک عظیم الشان سلسلہ قائم ہو گیا تھا اور بڑے بڑے مجتہد - فقیہہ - محدث فلسفی - مورخ پیدا ہو گئے تھے اور بادشاہون اور امرا کے دست سخا اور اون کی ہمتین علم و اہل علم کی پرورش مین اپنی فیاضیون کے کرشمے دکھلا رہی تھین - تاہم ہندوستان باوجود اسکے کہ اسپر زمانہ سے مسلمان فرمانروا تھے غضب کی خواب غفلت

مین سو رہا تھا۔ یہان جو مدعی علم بھی ہوتے وہ اکثر ایسے ہی ہوتے کہ صرف اون کے دعوے کا بیان کر دینا ہی اوسکی تردید کے لئے کافی ہوتا۔ دیکھو صاحب خوان پر نعمت ذکر کرتے ہین کہ ایک روز شیخ معزالدین نے مخدوم سے کہا کہ بہار مین ایک شخص کہتا تھا کہ مین نے فتوے لکھا ہے کہ جعد ابریشمی حرام ہے۔ مخدوم نے فرمایا کہ "بجگی می کرد۔ سخن این چنین کسان راچہ اعتبار۔ اول این چنین کسان را سخن دران ہست کہ بارے روایت فہم می کنند؟۔ سخن کہ قبول می کنند از صاحب دینے و مقتدائے و معتمدے اگر شنیدہ باشند انگاہ قبول کنند۔ اما سخن ہر کس راچہ اعتبار۔ اینجا ہمین کہ ھدایہ و بزدوی خواندند مفتی شدند۔ جواب فتوائے نبشتن آغاز کردند۔ اگر مسئلہ از عقیدہ و معرفت پرسند درمانند۔ پس سخن این چنین کسان راچہ اعتبار۔ ایشان را فہم کجا و دین کجا"

درجہ افتا ایک مہتم بالشان درجہ ہے۔ اسکی ذمہ داریان غضب کی سخت ہین، اور اسکے نتائج صرف ہماری موجودہ زندگی تک محدود نہین رہتے۔ بلکہ ہمارے رخصت طریق ہنگر غازی کی نیت سے اوس سفر مین بھی جہان کا مسافر پھر نہین لوٹتا ساتھ ساتھ ہوتے ہین۔ اسلئے ہر شخص کا زہرہ نہین ہے کہ اس جگہ قدم رکھ سکے اور ہرگز کوئی شخص جو ذرہ بھی عقل رکھتا ہوگا اسکی ذمہ داریون کو جانکر مفتی بننے کا ادعا محض نہین کر سکتا۔ مگر اسکے استحقاق کے لئے کیا کیا شرطین ہین اسکو جاننا اسکے دعوے سے پہلے کے لئے ضرور ہے۔ فقہ کی کتابین ان شرطون سے بھری پڑی ہین اور اسبارے مین مختلف لوگون نے مختلف شرطین قائم کی ہین۔ مجتہد اور

ان کون باتین کی ضرورت ہین؟ --

ن کون باتین
ہنی کے لئے
روری ہین۔

کوئی بحث نہین - کیونکہ وہ میرے دائرے سے باہر ہین - البتہ مخدوم نے جو شرطین قائم کر رکھی تھین اونکا اعادہ یہان ضرور ہے - وہ فرماتے ہین کہ :- کسانے کہ اصحاب دین اند و معانی کتاب خدا و احادیث رسول صلعم را واقف شدہ اند ایشان توانند کہ بدانند کہ این روایت در کدام محل ہست و کجا صرف کنند - درین وقت حدیثے اگر از مفتیان بپرسند در مانند و اصلے ہمین بیش نیست تفسیر و احادیث - اگر تفسیر و احادیث را مستحضر شدہ باشند توانند کہ احکام ہم ازان گویند کہ احکام ہم از قران و احادیث کشیدہ اند" (خوان پر نعمت)

اس زمانہ مین علوم و فنون نے عملی درجہ مین پہونچکر انسان کے تمدن و معاشرت مین ایک ہلچل سی ڈالدی ہے اور انسان پر روزانہ نت نئے ملکون اور وسائل سفر سے سابقہ پڑنے کے راستے کھولدئے ہین - اسوجہ سے اب آئے دن مسلمانون کو ایسے ایسے نئے مسائل کے جاننے اور حل کرنے کی ضرورتین پیش آتی رہتی ہین جنکا شارع علیہ السلام و خلفاے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ مین ہرگز موقع نہین تھا - ایسی حالت مین ضرور ہوگا کہ جب کوئی نیا مسئلہ پیش آئے تو اوسکے اسباب و موقع و وقت وغیرہ الغرض تمامی حالات مالہ و ما علیہ کو خوب سوچ سمجھ کر اوسکی راہ نکالی جائے اور صرف یہ کہکر کہ کتب فقہ اس جگہ خاموش ہین یا ایسا ہی چلا آتا ہے چپ نہ رہنا چاہئیے کیونکہ اگر ہمارے سلف بھی یہی طریقہ اختیار کئے ہوتے تو اسوقت جو سرمایہ فقہ کا ہمارے پاس موجود ہے اسکا ہرگز وجود نہوتا اور ایسے

نئے مسائل فقہی مین کیا کرنا چاہئے

اگر نماز مگر بیجا بھی نہ ہوگا۔ دیکھو ایک بار مخدوم کے جلسہ مین بھی ایک ایسا ہی قصہ چھڑا کہ بلغاریہ مین شب کی یہ حالت ہو کہ ادھر آفتاب غروب ہوا اور ادھر فوراً پھر نکلا۔ ایسی حالت مین کتنے وقتون کی نمازین فرض ہونگی۔

مخدوم نے فرمایا کہ:۔ "اہل آن شہر ہمین افتوائے کردہ در بخارا فرستادند۔ ائمہ بخارا ہمہ جمع شدند۔ گفتند کہ پنج نماز فریضہ است کہ تواند کہ چہار گردانند؟۔ ہم بدین شکل میان خود ہر کسے چیزے چیزے می گفتند۔ آخر بدین متفق شدند کہ اگرچہ پنج نماز فریضہ ہست اما سبب وجوب وقت ہست و آن اصلا نہ۔ پس نماز ہم واجب نشود۔ در حق ایشان ہمان چہار نماز باشد"۔

(خوان پر نعمت)

ادائے فرائض مین رضائے ابوین

اگرچہ اب ہندوستان مین مغربی تعلیم کے سبب ہم مین ہر طور سے آزاد ہین اور ہماری شرطون سے باہر لیکن مجھے ایسے لوگون سے کچھ بحث نہین مجھے صرف اون سے بحث ہے جو اسوقت تک اسلامی تہذیب و قوانین کے پابند ہین اون مین اکثر کا یہ خیال ہے کہ ادائے فرائض مین رضائے ابوین کی شرط نہین ہے مخدوم اس تعمیم کی تردید کرتے ہین۔ وہ کہتے ہین کہ فرض کی دو قسمین ہین۔ ایک فرض زوائد اور ایک فرض لازم جیسا کہ نماز پنجوقتی۔ روزہ رمضان ایمان لانا وغیر ذلک۔ نماز جنازہ اور جہاد کرنا یہ فرض زائد کی مثالین ہین۔ اسی لئے اگر کوئی شخص چاہے کہ جہاد مین جائے تو رضائے ابوین شرط ہے۔ اور اگر یہی جہاد نفیر ہو جائے تو فرض لازم ہو جائیگا اور رضائے ابوین کی شرط باقی نہ رہیگی۔

کیونکہ اصول دین مین رضاے ابوین کی بخ نہین ہے - زوائد مین البتہ یہ شروط ہے - چنانچہ اگر کوئی شخص تصفیہ باطن کی غرض سے کسی بزرگ کے پاس جانا چاہے تو چونکہ یہہ زوائد سے ہے اور بلا اسکے نفس ایمان مین خلل نہین ہوتا ہے رضاے ابوین شرط ہے - شرع مین ابوین - اوستاد - پیر سب کے حقوق ہین - انکے حقوق کی رعایت ضرور ہے - (خوان پر نعمت)

اسجگہ ہرگز بیجا نہوگا اگر ہم اون چند مسائل فقہی پر جو فی زماننا ہند مین علماے اسلام کے درمیان باعث نزاع باہمی ہو رہے ہین مخدوم کی جو راے تھی اوسکو جگہ دون - وھو ھذا :-

قرأت فاتحہ خلف الامام

قرأت فاتحہ خلف الامام :- خوان پر نعمت کی مجلس

سی و ششم مین مخدوم سے منقول ہے کہ " قرأة فاتحہ بکند - و مشائخ ہمہ می خوانند - وآنکہ درین باب وعید آمدہ است کہ مَنْ قَرَأَ خَلْفَ الْاِمَامِ فَفِي فِيهِ الْكَثْكَثَةُ[1] محتمل کہ ازین قرأة ضم سورہ مراد باشد - اما علی الیقین از کجا اید کہ مطلق قرأة مراد باشد "

دعاے قنوت در نماز صبح

خواندن دعاے قنوت در نماز بامداد :- معدن المعانی

مین ہے کہ - " مولانا نصیر الدین امام قاضی حنفی بجاے - سِر احیاء علوم میگذشت تا برین حرف رسید نزدیک امام شافعی در نماز بامداد دعاے قنوت بخوانند - بیچارہ عرض داشت کہ مشائخ برین وجہ میگزارند یا نہ ؟ بندگی مخدوم علیہ الرحمۃ فرمود کہ نمیگزارند مگر کہ از مذہب امام شافعی باشند - و مشائخ

[1] اے ہر کہ قرأت کند پس امام - پس سنگریزہ یا خاک در دہانش باد ۱۲

دیگر ہم بگزارند و قتیکہ کارے و مہمے ایشان را پیش می آید"۔

آمین بالجہر و یا بالسر

آمین بالجہر یا بالسر:۔ معدن المعانی میں ہے کہ۔ بیچارہ عرضداشت کہ امام بعد ولا الضالین۔ آمین گوید؟ مخدوم فرمود کہ بگوید اما مخافت گوید" آہستہ

سجدہ لغیر اللہ

سجدہ لغیر اللہ پر جو بحث مخدوم کی ہے اوسکا ذکر بھی یہاں پر خالی از فائدہ نہوگا۔ اور یہ بحث اسپر چھڑی تھی کہ حاضرین مجلس میں سے ایک شخص نے کہا کہ ایک بار شیخ نظام الدین اولیا کی حضور میں ایک شخص آیا اور اوسنے بطور سجدہ سر نیاز زمین پر رکھا تھا۔ مخدوم نے اسکو سنکر فرمایا کہ "شاید کہ مباح باشد۔ زیراچہ پیش ازین پیشینیان بجاے تحیت رعیت مر بادشاہ را سجدہ میکردند۔ و تحیت پیشینیان نیز سجدہ بود۔ شاید کہ باقی ماندہ باشد .... از ضرورت نسخ این لازم نیست کہ اصلا مر اور امشروعیت باقی نماند۔ روا باشد کہ چیزے منسوخ شود و شریعت در وے نوعے باقی ماند۔ چنانکہ روزہ عاشورہ و روزہ ایام بیض کہ فرضیت آن منسوخ ہست۔ معہذا شریعت باقی ہست .... اگر بہ نیت عبادت سجدہ کند آنگاہ کفر باشد۔ اما بہ نیت تحیت و سلام شاید کہ مباح باشد" (از خوان پر نعمت)

امامت مبتدع

امامت مبتدع کا مسئلہ بھی ایک معرکۃ الآرا مسئلہ ہے۔ مخدوم نے اسبارہ میں مختلف اقوال کا موازنہ کرکے جو راے قائم کی ہے اوسکو میں ناہرگز ترک نہیں کر سکتا۔ تحفۂ غیبی میں مخدوم فرماتے ہیں کہ "بعضے جائگاہ در نظر آمدہ ہست کہ امامت مبتدع جائز ہست ولیکن بکرہ ..... علماء ادرین اختلاف

است۔ قَالَ بَعْضُهُمُ الْبِدْعَةُ كُفْرٌ وَالْمُبْتَدِعُ كَافِرٌ۔ و بعضے گفتہ اند بدعت کہ در ذات و صفات و کلام و ارادت و آنچہ بانکار آن انکار نص و کتاب و خبر متواتر و اجماع امت لازم آید آنچنین بدعتے کہ خلاف دین ہمہ باشد کفر است۔ و بدعتے دیگر جز این است موجب کفر نیست بلکہ فسقے باشد۔ پس اینک در روایت قید داده اِذَا لَمْ يَكُنْ مُبْتَدِعًا۔ شاید کہ مراد ازین مبتدع مبتدعے باشد کہ یحکم بکفره

. . . . . و دیگر وجہ بدین طریق گویم کہ چون در کفر مبتدع اختلاف است بعضے علما مطلقاً کافر گفتند و بعضے فاسق گفتند۔ پس از جہت احتیاط آنچنین آید کہ امامت مبتدع جائز نباشد نَظَرًا اِلَى الْاِخْتِلَافِ فِيْ كُفْرِهٖ۔ و این جہت مر عدم جواز امامت را در حق ہمہ مبتدعان مطلقاً نیکو وجہے است . . . . . آنکہ این حدیث آورده اند کہ صَلُّوْا خَلْفَ كُلِّ بَرٍّ وَّفَاجِرٍ این حدیث مأول است در حق امیر بر و فاجر۔ ازین مراد امیر بر و فاجر است نہ مطلقاً بر و فاجر۔ یعنی پس ہر امیر بد و نیک نماز بگزارید۔ جائے چنین نبشتہ دیده ام و ہمانجا ذکر کرده است کہ اگر در غیر امیر اریم پس ببینیم کہ فاجر معلن است یا فاجر مستور۔ اگر فاجر معلن است امامت او جائز نبود۔ و اگر مستور است امامت او جائز بود اما در حق امیر فاجر معلن گفتہ اند کہ امامت او جائز باشد۔ زیرا کہ زجر در حق امام متعذر است و در حق غیر امام متعذر نہ"

شیخ اوحد الدین نے ایک بار مخدوم سے سوال کیا کہ درود میں جو یہ کہتے ہیں کہ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ ۔۔ اسمیں ان حضرت سے

درمکا شفات پنجاب ۱۲

کمالات آیات اجتماعی ابراہیم کی تشریح ۱۲

ابراہیم ؑ سے تشبیہ ہوئی پس مشبہ بہ کو مشبہ سے فاضل ہونا چاہیئے۔ مخدوم نے جواب دیا کہ تشبیہ نفس رحمت مین ہے نہ کہ نفس مرحوم مین۔ مقصود یہ ہے کہ باندازہ قدر و منزلت حضرت ابراہیم ؑ کے جیسی رحمت تو نے اونپر کی ہے ویسی ہی رحمت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر انکی قدر و منزلت کے اندازہ سے کر۔ اس سے فضیلت مین کوئی نقص نہین آتا۔ شیخ معزالدین نے جو حاضر مجلس تھے اسپر یہ اعتراض وارد کیا کہ اگر نفس رحمت مراد تھی تو حضرت ابراہیم ؑ کی تخصیص کی کیا وجہ۔ مخدوم نے اسکا یہ جواب دیا کہ چونکہ حضرت ابراہیم ؑ کو مقام خلت حاصل تھا اور ہمارے پیغمبر صلعم کو مقام محبت۔ اور خلت و محبت معنے کے اعتبار سے واحد ہین اسلئے حضرت ابراہیم ؑ کی اس جگہہ تخصیص کی گئی۔ (خوان پر نعمت مجلس بست و ہفتم)

معمولات و وظائف

ایسے معمولات جنمین قبول کی شرطین موجود نہون وہ بقول مخدوم هباءً منثوراً ہین۔ اونکی کوئی جزا نہین لیکن شرائط جواز کی موجودگی کے سبب ایسے لوگ شرعاً بری الذمہ ہونگے۔ علاوہ برین اگر ایسے معمولات کو کسی نے اپنے اوپر لازم کرلیا ہو تو بحکم حال وہ فرائض حال ہو جائینگے بقدر امکان اونکو بجا لانا چاہیئے اور جتنا کہ وہ بجا لاسکتا ہو اگر اوس مین اوسنے پہلوتہی کی تو اوسکے لئے وہ ماخوذ ہوگا۔

مخدوم سحر کو نافذ

مخدوم سحر کے قائل تھے۔ اس سے میری مراد یہ نہین ہے کہ وہ اسکی

حقانیت کو مانتے تھے بلکہ اسکے اثر کو تسلیم کئے ہوئے تھے۔ مصنف المنتخب کے باب ششم مین فرماتے ہین کہ "اَلسِّحْرُ حَقٌّ یعنی ثابت اَمْنُہٗ۔ واین نہ آن حق ہست کہ ضد باطل ہست"۔

فرق میان سحر و معجزہ

سحر و معجزہ مین جو فرق ہے اُسکا بیان بھی یہان بیجا نہوگا۔ معجزہ وہ ہے جو خرق عادت کے طور پر نبی سے ظاہر ہو۔ اور دوسرے لوگ اوسکے مماثل کے اظہار سے عاجز ہون۔ اور سحر وہ ہے جو خرق عادت کے طور سے نہین بلکہ بطور معتاد ساحر سے سرزد ہو۔ مگر چونکہ آلات و اسباب جو اوسکے ظہور کے لئے لازمی ہین وہ دقیق و دشوار ہین اسلئے ہر شخص اوسکو نہین کرسکتا۔ لیکن اگر اون اسباب و آلات کو بہم پہونچا سکین اور اوسکی شرائط لازمی کو پورا کرسکین تو اوسکا ہونا ممکن ہے۔ اور چونکہ ایک ساحر دوسرے ساحر سے سیکھتا ہے اسلئے باوجودیکہ سحر و معجزہ صورتًا ایک ہی طور کے دیکھائی دیتے ہین سحر خرق عادت نہین ہے بلکہ معتاد ہے۔ معجزہ مخصوص انبیا ہے۔ اور نبوت کسبی اور اختیاری نہین۔ یہ مختص بفضل ہے۔ پیغمبر پیش از اظہار وحی و بعد از اظہار وحی دونون حالتون مین پیغمبر ہے۔ اور پیش از وحی و اظہار نبوت نبوت کی علامتین اوس مین ظاہر ہوتی ہین کہ وہ سب اوسکی نبوت پر دال ہوتی ہین اور یہ ممکن الوقوع ہے۔ کیونکہ اگر کسی شخص مین کوئی چیز ہو تو قبل اسکے کہ وہ چیز اوس مین ظاہر ہو بعض علامتین اور دلیلین اوسکی اوس مین ایسی ظاہر

ہو سکتی ہین جو دوسرون ہین نہون۔

علم کلام

علم کلام کے اکثر مسائل پر جو مخدوم نے بحثین کی ہین وہ صاف صاف آپ کی قابلیت و دقت نظر کی تصدیق کر رہی ہین۔ ایک مرتبہ اس پر بحث تھی کہ "دولت از قابل نگزرد و بنا مستعد نرسد۔ این از جہت جریان سنت الٰہی ہست۔ اما از روے قدرۃ نیست"۔ مخدوم نے جو بحث اس مسئلہ پر کی ہے اوسکو مین خوان نعمت برا سے جستہ جستہ بلفظہ یہان پر ناظرین کے ملاحظہ کے لئے نقل کرتا ہون۔ اس بحث کے پڑھنے سے پورے طور سے مخدوم کی دقت نظر اور قابلیت کا اندازہ ہوجائیگا۔

"دولت از قابل نگزرد و بنا مستعد نرسد"

وھو ھذا:۔ "از ہر کہ کارے در وجود خواہد آمد قابلیتے ازان آن دارد بحکم آن قابلیت آن از وے آید۔ واگر قابل نیست ہرگز نیاید.......... و قابل اورا گویند کہ معنے را از معانی بپذیرد۔ چنانکہ ہم درمیان متعلمان یکے از اینہاست کہ ذکائے و طبیعے دارد۔ اگر اورا علم میگویند می پذیرد و باشارتے فہم می کند۔ اینچنین کسے را گویند کہ قابل ہست۔ یعنی انچہ می شنود می پذیرد۔ اما اگر کسے آن ندارد اگرچہ علم می خواند و ہزار بار باو میگویند ہم ہیچ نمی پذیرد و ہمچنان ہست کہ گوئی نشنید۔ و ہمچنین مثلاً دو محل ہست۔ در یکے صورت می نگارند۔ نقش آن بر می آید۔ و یکے محل ہمچنان ہست کہ سیاہ ہست یا لخشان ہست اگر صورتے بروے نقش می کنند اصلا بر نمی آید۔ و آن نقش را نمی پذیرد۔ و ہمچنین نقاش اگر در کاغذے میخواہد نقشے برآرد۔ اول دران کاغذ رنگے می کند۔ چنانچہ براے نقش را آمدہ است۔ آنگاہ بلاے آن نقش می کنند نقش بر می آید۔ آن چیست۔ اول کاغذ را قابل نقش میگرداند۔

بعد ازان نقش می پذیرد - وہمچنین انگشتری کہ بدان مہر میکنند - اگر بر گلے یا بر موم می زنند مہر پیدا می شود - امّا اگر بر سنگے می زنند مہر پیدا نیاید - وہمچنین در ہر چیزے" ....

"وعدم قابلیت را سبب این ہست کہ - نقصانے کہ در خلقت افتادہ ہست - و یا خود در خلقت نیست لیکن بعد ازانکہ در وجود آمد عارضہ ہا را کسب کرد - آن عارضہ ہا معانی را نمی پذیرد - پس جائیکہ بسبب عارضہ ہاست ضدّ آن کسب کن آن عارضہ ہا برخیزد قابلیت پدید آید - پیری و مریدی ازینجاست کہ پیر بقوت ولایت ضدّ آن کسب کناند - وازنا قابلیت عارضی بقابلیت برد - وآنجا کہ قابلیت ہست آنجا بخششے ونظرے از پیر بسند ہست" - بیرونی حجرہ کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے اور آگے صحن تھا اوسی کی مثال دیکر مخدوم نے فرمایا کہ "چنانکہ شعاع آفتاب برین دیوار وصحن می رسد - ازان سبب ہست کہ ہیچ حائلے میان او ومیان شعاع آفتاب نیست - اما درین حجرہ کہ پیش چندین پوشش دارد شعاع آفتاب نمی رسد ازان سبب ہست کہ چندین دیوار وپوشش پیش این برآوردہ اند واین ہمہ عارضہ ہا ہست کہ حائل شدہ ہست میان این ومیان شعاع آفتاب - اگر از پیش حجرہ این ہمہ را خراب کنند و دور کنند این ہمچنان شود کہ این دیوار وصحن پیش - درین ہم شعاع آفتاب رسیدن گیرد - پس دیوار وصحن بسبب آنکہ دران این عارضہ ہا نیست قابل شعاع آفتاب ہست ۔ اما حجرہ بسبب این عارضہ ہا قابل نشد - ازان نمی پذیرد -" شعر

چہ وجہ نقش دیوار وچہ آدمی کہ با او نہ سخنے ز عشق گویند و در واثر نباشد

ہم برین نسبت، ہرچہ از عالم غیب در ملک وشہادت پیدا می آید بجائیے مستعد [illegible]

پیدا می آید کہ قابلیت آن دارد" بعدہ فرمود کہ" در فرود دست متعلمان در فقہ آنچنانند کہ
اے شیخ بگذار
موئی شگافند۔ اما اگر در نحو و علل سوال کنند کہ این رفع چراست و این نصب چراست
نگویند و ندانند۔ ہم ازینجاست۔ کہ فقہ را قابل اند و نحو و علل را قابل نیستند۔ وگرنہ
مِنْ حَیْثُ اَنَّہٗ عِلْمٌ چہ نحو و چہ فقہ۔ چہ این و چہ آن۔ وَلے در ہر یکے قابلیتے افتادہ است
ہم بران قابلیت چیزے می رود۔ اگر یکے ہست کہ طبعے صاف دارد۔ ہر چہ می شنود
می پذیرد و بہمہ علم می رسد و درمی یابد۔ اکنون این را گویند کہ قابل ہمہ معانی ہست۔
و این چنین کسے نادرست۔ (خوان پرنعمت مجلس ہشتم)

انبیا پیش از اظہار نبوت کبائر سے معصوم ہوتے ہین یا نہین اسکے
متعلق مخدوم فرماتے ہین کہ وہ پیش از اظہار نبوت کبائر سے معصوم نہین ہین
جائز ہے کہ کبائر ان سے سرزد ہون۔ اور وہ مقرون توبہ ہون۔ البتہ نبوت
کے بعد جملہ معاصی سے معصوم ہوتے ہین۔ مگر شرک سے ہر حالت مین برابر معصوم
ہوتے ہین اور معرفت خداوند عز و جل انکو برابر حاصل رہتی ہے۔ یہانتک کہ
کہا گیا ہے کہ شکم مادر مین بھی بذریعہ الہام کے عارف ہوتے ہین اور بعد
ولادت پیدا ہوتے ہی معرفت استدلالی حاصل ہو جاتی ہے۔

انبیا پیش از اظہار نبوت کبائر سے معصوم ہین یا نہین؟

معراج کی نسبت مخدوم کا قول ہے کہ" معراج رسول علیہ السلام
بہ بیداری بود و بہ شخص بود"۔ **معدن المعانی** کے باب ہشتم مین اسپر
مخدوم کی ایک طویل بحث ہے جسمین معتزلیون کے اعتراضات اجوبۂ شافیہ

معراج پر مخدوم کی رائے

سے رد کئے گئے ہین۔

معراج مین دیدار خداوندی کی نسبت مخدوم کی راے

لیکن اس مسئلہ مین کہ آنحضرت صلعم نے معراج کی شب حضرت خداوند عزوجل کو دیکھا یا نہیں۔ آپ فرماتے ہین کہ راے غالب یہ ہے کہ " ندید مرخداوند عزوجل را بچشم۔ و نہ ہیچکس اندر دنیا بیند۔ چنانچہ روایت کردہ اند از مادر مومنین عائشہ رضی اللہ عنہا۔ انّہا قالت مَن زعم انّ محمّدًا رای ربّہ فقد کذب۔ ہر کہ گوید کہ محمد خداے عزوجل را دید دروغ گفت وبیشترین اہل سنت وجماعت ہمبرینا اند کہ مادر مومنان گفتہ است رضی اللہ عنہا۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نسبت مخدوم فرماتے ہین کہ وہ فقیہ امت ہین اور آدھے احکام دین ان سے ماخوذ ہین اور انکے بارے مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے کہ خُذُوا شَطْرَ دِیْنِکُمْ عَنِ الْحُمَیْرَاءِ۔

کسی شخص کا بوجہ کرامت خدا کو دنیا مین بصر یا بدل دیکھنا جائز ہے یا نہین

کسی شخص کا بوجہ کرامت خدا کو دنیا مین بصر یا بدل دیکھنا جائز ہے یا نہین۔ اس مسئلہ کے متعلق مخدوم شرح آداب المریدین مین فرماتے ہین کہ " اجماع است کہ خداوند عزوجل را بدنیا نشاید دیدن بہ بصر و نہ بدل مگر از جہت یقین یعنی دیدار اندر دنیا روا باشد۔ نہ بچشم و نہ بدل مگر از جہت یقین۔ بدان معنی کہ بہ یقین بدل بداند کہ ہست۔ وچون یقین خداوند مر بندہ را درست گشت ہمچنان باشد کہ دید۔ ولیکن نہ دیدار بود۔ و ہر کہ روا دارد بندہ مر خداوند را بدین جہان بیند معاینہ بچشم یا بدل ضال است و مبتدع است و کذاب است۔ مگر بدان معنے کہ بیقین دل

براند کہ ہست۔" پھر اسی شرح آداب المریدین مین فرماتے ہین کہ۔

"اگر گویند چون رویت جائز ہست در آخرت باید کہ جائز بود در دنیا کہ ہر چیز کہ جائز ہست مخصوص

نیست بمکانے۔ جوابش ہمچنین ہست کہ لیکن وعدہ در آخرۃ ہست۔ و دلیل ثبوت رویت این آیت

ہست لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ و در تفسیر چنین آوردہ ہست اَلَّذِيْنَ

اٰمَنُوا الْجَنَّةَ۔ وَالزِّيَادَةُ النَّظَرُ اِلَى الرَّبِّ یعنی مر آن کسان را کہ ایمان

آوردہ اند بہشت ہست۔ و زیادت دیدن پروردگار ہست۔ سی و ہفت تن از یاران رسول صلی اللہ

علیہ وسلم کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم از جملہ ایشان اند این آیت را ہمین تفسیر کردہ اند۔"

مشیت وارادت کے مسائل کو جس خوبصورتی سے مخدوم نے

سمجھایا ہے اوسکا اندازہ اونکی تحریر کے مطالعہ سے بخوبی کیا جاسکتا ہے۔

اسلئے مین ان مسائل پر جو مخدوم کی بحث ہے اوسکو بلفظہ نذر ناظرین کرتا ہون۔

خوان پر نعمت کی مجلس بست و ہفتم مین آپ فرماتے ہین کہ "مشیت

وارادہ ہر دو یک است۔ اِلَّا اَنَّ مَا يَحْصُلُ بِالْاِرَادَةِ يَطَّلِعُ عَلَيْهِ عِنْدَ

اللّٰهِ وَاَنَّ مَا يَحْصُلُ بِالْمَشِيَّةِ لَا يَطَّلِعُ عَلَيْهِ غَيْرُهٗ۔ ہم برین قدر فرقے

کردہ اند و گفتہ اند۔ خواجہ نصیر انبیاء و اولیاء از آنجا ہست کہ آنچہ در مشیت ہست بدان ہیچ کس را

اطلاع نیست بجز خدائے عزوجل۔ نہ ملک را۔ نہ لوح را۔ نہ قلم را۔ آنچہ قلم را فرمان می شود کہ

بنویس کہ فُلَانٌ سَعِيْدٌ اِنْ شِئْتُ وَفُلَانٌ شَقِيٌّ اِنْ شِئْتُ۔ و این جملہ

در عصمۃ الانبیا مذکور ہست۔ پس آنچہ قلم بر لوح می نویسد بدین وجہ می نویسد۔ پس اندر وے

تحقیق اگرچه قلم می نویسد هم او را معلوم نیست که در مشیت چیست و هم لوح را که در وی

می نویسد - بیت یک ذرّه ز زلف کافر تو ؎ غارت گر صد هزار دین هست ؎

.... و هم ازینجاست که در مذهب ما استثنا در استقبال در ایمان جائز

می دارند یعنی مومن اگر بگوید اَنَا مُؤْمِنٌ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ - و این در استقبال

مراد می دارد جائز است - اما فی الحال والماضی که ایمان از وی موجود شد در ان او را

علم قطعی شد که مومن بود - در ان استثنا نتواند کرد که آن معلوم شد - زیرا که استثنا

در فعلی درست است که در صدد وجود باشد شود یا نشود - درین معنی استثنا است

و آن نیاید مگر در استقبال که آن معلوم بنده نیست قطعاً - چنانکه خیریت خاتمه - آن تعلق

مستقبل دارد - بنده را دران اطلاع نیست که ختم بر ایمان شود یا نه شود - اگر اینجا استثنا

می کنند جائز - شعر چون زلف بناز برفشانی ؎ صد فتنه ازو شود جهان را ؎

و اما امام شافعی که استثنا در حال جائز میدارد نه تردد و شک می دارد - نزدیک او شکے و تردد

معاذ الله در ایمان خود نیست - فی الحال تا از انجا جائز می دارد - لیکن می گوید فعلی که در حال

و ماضی موجود شده است همچنان است که موجود شد حقیقتاً - اما استثنا کردن آن فعل لائق

با دب است - زیرا که این ادب باشد که حواله بمشیت کنند و خود را از فعل بیرون برند اگرچه

فی الحال در ایمان خود شک و تردد نیست و علم یقین بران هست - اما ادب این باشد

که حواله بمشیت حق کنیم - و حجت این آیت می آرند که در انچه حضرت رسالتمآب صلعم

در مدینه بوده اند پیش از فتح مکه بخواب دیدند که مکه را فتح کرده اند و در مکه در آمده - و خواب

انبیاء می ہست دران ہیچ تردد ے و شکے نیست و کذب جائز نہ۔ قطعاً ہمچنان شود کہ دیدہ اند۔ با این ہم حق تعالےٰ در کلام مجید خود برین وجہ اخبار کرد کہ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ۔ اگر ہمین قدر اخبار کرے کہ لَتَدْخُلُنَّ بسندہ بودے کہ اخبار از امرے کہ البتہ خواہد شد از انہاست کہ کذب و خلاف دران جائز نہ و آن شدنی ہست۔ با این ہم حق تعالےٰ تعلیماً للادب برین عبارۃ اخبار کرد کہ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ۔ پس ازینجا معلوم شد کہ در ہر چیزے کہ از بندہ در وجود آید حوالہ کردن بمشیت حق ادب ہست۔ اینست حجت امام شافعی این ہست۔ اما علماے ما این را جواب می گویند کہ آنکہ استثنا در آیت مذکور ہست آن متعلق بقولہ لَتَدْخُلُنَّ نیست بلکہ متعلق بہ اٰمِنِيْنَ ہست۔ زیرا کہ وعدہ درین نیست کہ اٰمِنِيْنَ در آیند یا خَآئِفِيْنَ در آیند۔ وعدہ و اخبار در در آمدن ہست پس استثنا را چہ فائدہ۔ بلکہ در انچہ وعدہ و اخبار نیست تعلق آن بمشیت سائغ و اولےٰ ابا شد

خوف و رجا کا مسئلہ علما کے درمیان نہایت معرکۃ الآرا مسئلہ ہے۔ متکلمین نے اسپر بڑی بڑی بحثین کی ہین۔ مخدوم کی تقریر بھی اسکے متعلق معدن المعانی مین موجود ہے۔ آپنے ان دو لفظون رجا اور تمنا کے مرادف المعنے ہونے کے خیال سے پہلے ان دونون لفظون مین جو فرق ہے اوسکو بتایا ہے فرماتے ہین کہ "رجا کی اصل شرائط عبودیت کی نگہداشت۔ اوامر کی بجاآوری اور نواہی سے اجتناب ہے۔ پہلے عبودیت کی اقامت ہو تب رجا۔ اور تمنا

مسئلہ خوف و رجا

کے یہ معنی ہین کہ بلا طاعت اور بجا آوری احکام اور بغیر اجتناب نواہی کے یہ امید رکھین کہ خدا غفور ہے اسلیے بخشایش ہوگی مثلاً ایک شخص نے زمین کو جوتا بویا اوسکے بعد یہ امید رکھتا ہی کہ اوسمین غلہ پیدا ہوگا۔ اس جگہ یہ کہینگے کہ اوسکو رجا ہے۔ برعکس اسکے ایک شخص بلا جوتے بوئے غلہ کی امید رکھتا ہو تو یہ کہینگے کہ اوسکو تمنا ہے۔ بعضون نے اس تمنا کو حمق سے بھی تعبیر کیا ہے ؎

اسکے بعد آپ **خوف و رجا** کو بیان فرماتے ہین۔ کہتے ہین کہ "خوف کی علامت یہ ہے کہ مناہی سے اجتناب کرے اور رجا کی علامت یہ ہی کہ اتیان اوامر کرے اگر کسیکو دعوے خوف کا ہو تو دیکھنا چاہیے کہ اوسکو مناہی سے اجتناب ہے یا نہین۔ اگر ہے تو البتہ اوسکو خوف ہو ورنہ وہ کذاب ہو۔ **کُلُّ قَوْلٍ لَایُصَدِّقُہُ الْفِعْلُ فَہُوَ کَذِبٌ** کیونکہ اگر اوسکو خوف ہوتا تو وہ ہرگز ارتکاب مناہی نہ کرتا۔ اسیطرح اگر کوئی کہے کہ مین خدا ہی سے امید رکھتا ہون اور میری امید خدا ہی سے ہے تو یہ دیکھنا چاہیے کہ اوس سے اتیان اوامر ہوتا ہے یا نہین اور وہ امتثال فرمان حق کرتا ہے یا نہین۔ اگر کرتا ہے تو جاننا چاہیے کہ البتہ اوسکو رجا ہے اور صادق ہے۔ اور اگر امتثال نہین کرتا ہے اور ارتکاب مناہی کرتا ہے تو کذاب ہے۔ کیونکہ رجا بعد بجا آوری شرائط عبودیت کے ہے" ؎

مسئلہ جبر و اختیار

جبر و اختیار کا مسئلہ بھی نہایت مہتم بالشان مسئلہ ہے۔ عرفا کا علی العموم یہ مسلک ہی کہ بندہ جو فعل کرتا ہے وہ منجانب حق ہوتا ہی۔

مگر اس اصول پر بہت سے اعتراضات لازم آتے ہین۔ مخدومؔ نے معدن المعانی مین اس پر ایک طولانی بحث منطقی طور سے کی ہے اور اہم اعتراضات کے جانچ پرتال کے بعد اسکی صحت کو مانا ہے۔" آپ فرماتے ہین کہ "عرفا کا افعال کو اپنی جانب منسوب نہ کرنا اور اونکو بجانب حق جاننا اس معنے سے ہر کہ فعل بتوفیق اللہ تعالے وجود پذیر ہوتا ہے۔ عرفا توفیق حق کے مشاہدہ مین ایسے مستغرق ہوتے ہین کہ اپنے فعل پر اونکی نظر نہین پڑتی اور اس مشاہدہ مین توفیق حق کے سامنے اپنے فعل کا اونکو پتا نہین ملتا۔ باوجودیکہ وہ اسکے معترف ہوتے ہین کہ بندہ مین کسب فعل ہے۔ لیکن بوجہ مشاہدۂ توفیق کے اپنے فعل سے اونکو قطع نظر رہتی ہے۔ اب رہا یہ قول کہ بندہ کو اختیار ضروری ہے۔ اسکی یہ وجہ ہے کہ جو کچھ کہ اختیار و خواست حق ہوتا ہے بندہ وہی اختیار کرتا ہے۔ (یعنی اضطراری") اوسکے سوا کچھ نہین اختیار کر سکتا کہ وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ۔ پس بندہ اپنے اختیار مین مضطر ہے۔ اسیوجہ سے کہتے ہین کہ بندہ کو اختیار ضروری ہے۔ عین القضاۃ نے اس اختیار ضروری کی یہ تمثیل لکھی ہر کہ جب بگولا اوٹھتا ہر تو اوس مین ذرے ہوا کی وجہ سے متحرک ہوتے ہین۔ جو دیکھتا ہے وہ یہی سمجھتا ہے کہ ذرے متحرک ہین مگر یہ بات نہین ہے۔ بلکہ آندھی کی وجہ سے ہوا کو حرکت ہوتی ہے۔ اور ہوا کی حرکت کی وجہ سے ذرے متحرک ہوتے ہین۔ کیونکہ ذرے اپنی حرکت

مین ہوا کی حرکت کی وجہ سے مضطر ہین - اسیطور سے جو خدا اختیار کرتا ہے وہی
بندہ بھی اختیار کرتا ہے - اگر بندہ اسکے خلاف کرنا چاہے تو نہین کرسکتا ہے
اسجگہ دو اعتراض وارد ہوتے ہین - اول تو یہ کہ اس صورت مین کافر اپنے کفر مین اور
عاصی معصیت مین معذور ہوگا - کیونکہ اوس سے وہی سرزد ہوا جو خدا کی خواہش تھی
اور یہ اوسکے اختیار کے منافی ہے - اسکا جواب یہ ہے کہ اس سے کافر و عاصی
کے اختیار کی نفی لازم نہین آتی - کیونکہ اوسی قوت و استطاعت کی سبب سے جس سے
کافر نے کفر اختیار کیا وہ اسپر بھی قادر تھا کہ ایمان لائے اور ایسا ہی از روی فعل
کے بھی - پس اختیار ثابت ہوا - اور اس رو سے مختار ہوگا نہ کہ مجبور - دوسرا اعتراض
یہ ہوتا ہے کہ جب کافر و عاصی نے وہی کیا جو خدا کی خواہش تھی تو اس صورت مین
کافر و عاصی مطیع ہوئے - اسکا جواب یہ ہے کہ اطاعت کے معنی یہ ہین کہ مامور
کی تعمیل کرے نہ کہ مراد کی - اور اس جگہ اتیانِ مراد ہوا نہ کہ اتیانِ مامور بہ - اسکو
اطاعت نہین کہہ سکتے - یہ آدمی ہی کا خاصہ ہے کہ جس قوت کے ذریعہ سے طاعت
کرسکتا ہے اوسی سے معصیت بھی کرسکتا ہے ''

متشابہات جو مضاف بحق ہین جیسے کہ وجہ و ید

ازین قبیل انکی نسبت مخدوم کی راے حضرت امام ابوحنیفہ[1] کی راے سے جو

متشابہات مضاف بحق

[1] امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول فقہ اکبر مین یہ ہے " وَلَهُ تَعَالَىٰ يَدٌ وَوَجْهٌ وَنَفْسٌ فَمَا ذَكَرَهُ اللّٰهُ فِي الْقُرْاٰنِ مِنْ ذِكْرِ الْوَجْهِ وَالْيَدِ وَالنَّفْسِ

فقہ اکبر میں ہے - اور ابو الحسن اشعری کی رائے سے جو ابانہ میں ہے

فَهُوَ صِفَاتٌ بِلَا كَيْفٍ وَلَا يُقَالُ أَنَّ يَدَهُ قُدْرَتُهُ أَوْ نِعْمَتُهُ لِأَنَّ فِيهِ إِبْطَالُ الصِّفَةِ وَهُوَ قَوْلُ أَهْلِ الْقَدَرِ وَالْاِعْتِزَالِ وَلَكِنَّ يَدَهُ صِفَةٌ بِلَا كَيْفٍ وَغَضَبُهُ وَرِضَاهُ صِفَتَانِ مِنْ صِفَاتٍ بِلَا كَيْفٍ" یعنی واسطے اللہ تعالےٰ کے ید ہے اور وجہ ہے اور نفس ہیں جو ذکر کیا ہے اللہ تعالےٰ نے قرآن میں وجہ اور ید اور نفس کا وہ صفات اللہ تعالےٰ کی ہیں جنکی کیفیت مجہول ہے - اور نہیں کہا جا سکتا ہے کہ ید اوسکا قدرت اوسکی ہے یا نعمت اوسکی اسلیے کہ اسمیں باطل کرنا صفت خدا تعالےٰ کا ہے جو اوسنے اپنے اوپر اطلاق کی تھی - اور باطل کرنا صفت خدا تعالےٰ کا یہ قول ہے قدریوں اور معتزلیوں کا - ولیکن ید اوسکا صفت اوسکی ہے بلا کیف اور غضب اوسکا اور رضا اوسکی دو صفتیں ہیں صفات میں سے بلا کیف -

اور ابو الحسن اشعری نے ابانہ میں لکھا ہے "وَأَنَّ اللهَ مُسْتَوٍ عَلَى عَرْشِهِ كَمَا قَالَ الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى - وَأَنَّ لَهُ وَجْهًا كَمَا قَالَ وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ - وَأَنَّ لَهُ يَدَيْنِ بِلَا كَيْفٍ كَمَا قَالَ خَلَقْتُ بِيَدَيَّ - وَكَمَا قَالَ بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ - وَأَنَّ لَهُ عَيْنَيْنِ بِلَا كَيْفٍ كَمَا قَالَ تَجْرِي بِأَعْيُنِنَا" یعنی اور تحقیق اللہ مستوی ہے اپنے عرش پر جیسا کہ فرمایا اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى - اور تحقیق واسطے اللہ تعالےٰ کے وجہ ہے جیسا کہ فرمایا - وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ اور

اور فخر الاسلام بزدوی کی رائے سے جو اصول مین ہے بالاجماع موافق ہے۔ معدن المعانی کے باب چہارم مین مخدوم فرماتے ہین کہ اہل ظواہر انکی تاویل کرتے ہین۔ مگر اہل تحقیق تاویل نہین کرتے۔ یہ کہتے ہین

تحقیق واسطے اللہ تعالے کے دو ید ہین بلا کیف یعنی کیفیت انکی ہمکو مجہول ہے جیساکہ فرمایا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ۔ اور جیساکہ فرمایا بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ۔ اور تحقیق واسطے اللہ تعالے کے دو عین ہین بلا کیف یعنی کیفیت انکی ہمکو معلوم نہین جیساکہ فرمایا تَجْرِي بِأَعْيُنِنَا اور فخر الاسلام بزدوی نے اپنے اصول مین لکھا ہے: "وَكَذٰلِكَ إِثْبَاتُ الرُّؤْيَةِ وَالْوَجْهِ وَالْيَدِ حَقٌّ عِنْدَنَا مَعْلُومٌ بِأَصْلِهِ مُتَشَابِهٌ بِوَصْفِهِ وَلَنْ يَجُوْزَ إِبْطَالُ الْأَصْلِ بِالْعَجْزِ عَنْ دَرْكِ الْوَصْفِ وَإِنَّمَا ضَلَّتِ الْمُعْتَزِلَةُ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ فَإِنَّهُمْ رَدُّوا الْأُصُوْلَ لِجَهْلِهِمْ بِالصِّفَاتِ فَصَارُوا مُعَطِّلَةً"

یعنی اور مانند اثبات رویت کے ثابت کرنا وجہ اور ید کا اللہ تعالے کے لئے حق ہے نزدیک ہمارے۔ یعنی اہل سنت ماتریدیہ کے۔ معلوم ہے باصلہ اور متشابہ ہے بوصفہ۔ اور ہرگز نہین جائز ہے باطل کرنا اصل کا بسبب عاجز ہونے کے دریافت کیفیت سے۔ اور نہین گمراہ ہوئے معتزلہ مگر اسیوجہ سے کہ رد کیا اونھون نے اصل صفات کو بسبب جاہل ہونے کے ساتھ کیفیات کے۔ پس ہو گئے مُعَطِّلہ یعنی قائل خالی ہونے ذات ... کے صفات سے۔ ۱۲

کہ اگر متشابہات کی تاویل کیجائیگی توان کلمات کی تعطیل لازم آئیگی مثلاً وجہ سے اہل ظاہر ذات مراد لیتے ہین۔ محققین کہتے ہین کہ اگر وجہ کی تاویل ذات سے کیجائے تو ذات دوسری آیت اور حدیث سے ثابت ہے پھر کلمہ وجہ معطل پڑجاتا ہے۔ اور اگر ید سے قدرت مراد لین تو لفظ ید معطل ہوجاتا ہے۔ کیونکہ قدرت ثابت ہے۔ اور خدا کا کوئی کلمہ معطل نہین ہوتا۔ پس بہتر یہی ہے کہ ید و وجہ و دیگر متشابہات کو اپنی حقیقت پر چھوڑ دین۔ لیکن اوسی طریق سے جو اوسکی ذات کے لائق ہو اسلیئے جب ید کہتے ہین تو اوس سے یہہ مراد لیتے ہین کہ لا کیدی اور جب وجہ کہتے ہین تو لا کوجہی۔ اور اسیطور سے دوسرے متشابہات ہین۔ اور یہہ راہ محفوظ ہے۔ اسمین دونون نفعے مترتب ہین۔ کلمہ کی تعطیل بھی نہین ہوتی ہے۔ اور تشبیہ کی نفی بھی ہوجاتی ہے۔ اور اوسکی ذات وصفات پر اوس طور سے کہ لائق اوسکی ذات کے ہو ایمان لانا ضرور ہے۔ اگر محققین اس طور سے متشابہات کو بیان نہین کرتے تو خود اہل تحقیق نہین ہوتے۔ کیونکہ تاویل کے دو رخ ہین۔ ایک صواب۔ دوسرا خطا۔ پس جس چیز کے دو رخ ہون۔ اہل تحقیق کب اوسمین مشغول ہوتے ہین۔ اور حضرت آدمؑ کی نسبت جو آیا ہے کہ خلقت بیدی اگر اس ید سے قدرت مراد لیجائے تو اسمین حضرت آدمؑ کی مدح کیا

ہوئی - کیونکہ ابلیس بھی اوسی کی قدرت سے پیدا ہوا ہی - ایسے حال مین آدمؑ و ابلیس
دونون برابر ہوئے - بلکہ تمام عالم اوسی کی قدرت سے پیدا ہوا ہے - ید
کی تخصیص جو آدمؑ کے لئے کی گئی اسکا کوئی فائدہ متصور نہوا - پس اس سے
معلوم ہوتا ہے کہ اس ید سے وہ خلاصہ معنی مراد ہے جو حضرت پاک کی سزاوار
ہے - کہ اوس نے اوس سے آدمؑ کو پیدا کیا - یہان پر یہہ اعتراض کیا جا سکتا
ہے کہ ذات و صفات کی معرفت واجب ہی - پھر کیون انلوگون نے بغیر معرفت
کے بیان متشابہات کیا - اور حالانکہ یہ اہل تحقیق سے ہین - انکے لئے ذات
و صفات کی معرفت اولے تر ہے - اسکا جواب یہ ہی کہ ذات و صفات کی معرفت
بہ تفصیل ہمپر واجب نہین ہی - اور ایمان کی صحت اسپر متوقف نہین ہے
اگر متشابہات کی معرفت و حقیقت کو ہم نہین جانتے ہین تو اس سے ہمارے
ایمان مین خلل نہین پڑسکتا - جیسا کہ خدا کی بہتیری صفتین ایسی ہین کہ جنکا
علم ہمکو نہین اور بہتیری کتابین خدا کی ہین کہ جنکو ہم نہین جانتے اور بہتیرے
پیغمبران خدا ہین کہ ہم اونپر ایمان لائے ہین لیکن اونکو ہم نہین پہچانتے - انکے
نہین جاننے سے ہمارے ایمان مین نقصان نہین آتا - اسیقدر ہمکو کافی ہے کہ
بالاجمال ایمان لائین اور کہین کہ ہم ایمان لائے خدا کی ذات اور اوسکی جمیع
صفات و کمال پر اور اوسکی جمیع کتب اور اوسکے کل پیغمبرون پر - یہہ اس اصول پر
ہے کہ جائز ہے کہ خدا کی کتاب مین کوئی ایسی چیز ہو جسکا علم ہمکو نہو - اکثر فقہا

و محدثین اور صوفیوں کی یہی راے ہی۔ لیکن متکلمین کہتے ہین کہ یہ جائز نہین ہی
اور اس آیت سے کہ اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ
اَقْفَالُهَا تمسک کرتے ہین کہ لوگون کو قرآن مین تدبر کا حکم دیا گیا ہے۔
اگر قرآن مین کوئی چیز ایسی ہوتی کہ جو غیر مفہوم ہو تو تدبر کا حکم نہوتا۔ دوسرے
یہ کہ قرآن مین آیا ہے کہ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ جو چیز کہ معلوم نہین ہو وہ
ھدیٰ کیونکر ہوسکتی ہے۔ فریق اوّل کی یہ حجت ہی کہ حق سبحانہ وتعالےٰ
نے متشابہات کی صفت مین کہا ہے کہ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيْلَهٗۤ اِلَّا
اللّٰهُ۔ یہان پر وقف لازم ہے۔ فریق ثانی کی دلائل کتابون مین مسطور ہین
لیکن معتولی یہ کہتے ہین کہ جن افعال پر ہم مکلّف ہین اونکی دو قسمین ہین۔ ایک تو
ایسے ہین کہ اونکی وجہ حکمت کو ہم جانتے ہین جیسے کہ صلوٰۃ۔ زکوٰۃ۔ صوم صلوٰۃ
تواضع و تضرع ہے۔ زکوٰۃ محتاجون کے ساتھ احسان ہے۔ اور صوم نفس ہی
کے ساتھ قہر۔ دوسری قسم وہ ہے کہ ہم اونکی وجہ حکمت کو نہین جانتے
ہین جیسا کہ حج کے افعال۔ پس جبکہ افعال کی دو قسمین ہین تو پھر اقوال کی
بھی دو قسمین کیون نہین ہونگی۔

ایمان کی کتنی قسمین ہین اور ان مین حرزجان کون ہے اسمین مخدوم کی
جو راے ہے اوسکا ذکر بھی خالی از نفع نہوگا۔ مقدمان المعانی
کے باب دوم مین وہ فرماتے ہین کہ ایمان کی دو قسمین ہین۔ ایمان مقلد و ایمان

ایمان کے اقسام اور اوسکی بحث

مستدل۔ اہل سنت و جماعت کے نزدیک۔ ایمان مقلد بھی صحیح ہے
اگرچہ بعض لوگون نے اس سے اختلاف کیا ہے۔ جیساکہ ایمان مستدل
درست ہے۔ ایمان مقلد بھی درست ہے۔ لیکن تفاوت مدارج ہے اور مستدل
کو باعتبار زیادت معنے کے کہ دلائل کا علم رکھتا ہے مقلد پر فضیلت ہے
پھر فرماتے ہین کہ مین نے کہین لکھا ہوا دیکھا ہے کہ کسیکا ایمان تقلیدی
نہین ہوتا۔ کیونکہ ہر شخص جانتا ہے کہ آسمان خدا نے پیدا کیا اور زمین خدا
نے بنائی۔ علے ہذا القیاس۔ بہرحال اہل مکاشفہ کے نزدیک مستدل اور
مقلد دونون برابر ہین۔ کیونکہ جیسا ظاہر ہے کہ مقلد کو اسوجہ سے کہ مسائل عقیدیہ
بغیر دلیل و برہان کے اوسنے اخذ کئے ہین اپنے عقیدہ سے بازگشت ہو سکتی
ہے۔ اوسیطرح سے مستدل کو بھی اوس محل ہین کہ فریق مخالف اوسکے
دلائل سے مضبوط دلیلین پیش کرے باوجود اسکے کہ اوس نے مسائل عقیدیہ
دلیل و برہان کے ساتھ اخذ کئے ہین بازگشت ہو سکتی ہے۔ دوسرے
یہ کہ عدم مشاہدہ مین دونون برابر ہین۔ جیساکہ مقلد کو مشاہدہ نہین ہے
مستدل کو بھی مشاہدہ نہین ہے۔ اہل مکاشفہ ہی ہین کہ انکو بازگشت
و رجوع نہین ہو سکتی۔ کیونکہ یہ دلیل و برہان سے گزرے ہوئے ہوتے ہین
اور مشاہدہ و عیان مین پہونچے ہوئے اور اسجگہ بازگشت نہین ہو سکتی۔
قبل اسکے عقیدہ و ایمان انکا خبری تھا۔ جب مکاشفہ مین پہونچے تو مشاہدہ

اورعیان حاصل ہوا۔ یہان بازگشت ورجوع کا گزر نہین۔ اگرچہ مخاصم ہزارون دلیل وبرہان پیش کرے انکو جوکچھ کہ مکاشفہ ہوگیا ہے اوس سے ذرہ بھربھی بازگشت ممکن نہین۔

علم ومعرفت مین کیا فرق ہے

مخدوم نے علم ومعرفت کی تفریق کی ہے۔ مجرد دانستن کو **علم** کہتے ہین۔ لیکن اگر وہی علم جاننے والے کا کاروبار وحال ہوجاسے تواوسوقت وہ **معرفت** کہلائیگا۔ جب کسی نے کسی امرکو جان لیااور وہ اوسکا حال ہوگیا توجاننے والا عارف کہلایا۔ اسکی وجہ یہ ہی کہ یہ معنے سے لفظ پرآتا ہے اوسکی ابتدا معنے ہے۔ اور وہ اوسکی مناسبت سے لفظ وضع کرتا ہے۔ دوسرونکی یہ حالت نہین ہی اونکی ابتدا لفظ سے ہوتی ہے۔ وہ لفظ سے معنی کیطرف آتے ہین۔ اسی لئے انکے بعض الفاظ ضروری طور پرمعطل رہجاتے ہین۔

حکما اشیا کی معرفت کماہی جانتے ہین یا نہین

حکما اشیا کی معرفت کماہی جانتے ہین یا نہین اسکی نسبت ایک بار مخدوم سے لوگون سنے استفسار کیا۔ آپ نے **حکیم بوعلی سینا** اور **خواجہ ابوسعید ابوالخیر** کی ایک نقل بیان کی اور فرمایا کہ نتیجہ نکال لو۔ وہ نقل مین **تحفۂ غیبی** سے ہدیۂ ناظرین کرتاہون۔ آپ فرماتے ہین کہ ایک مرتبہ خواجہ ابوسعید ابوالخیر اور حکیم بوعلی سینا دروازہ بند کرکے ایک مکان مین بیٹھہ رہے ہیں۔ تین دن دونون دربند واوس مکان مین رہے۔

تین دن کے بعد دونون باہر نکلے۔ بوعلی سینا کے ایک شاگرد نے حکیم سے پوچھا کہ خواجہ ابوالخیر مین آپ نے کیا دیکھا۔ حکیم نے جواب دیا کہ "آنچہ من می دانم او می بیند"۔ اسی طور سے خواجہ کے ایک مرید نے بھی خواجہ سے سوال کیا آپ نے جواب دیا کہ "آنچہ من می بینم او می داند"

(فلسفہ کو تصوف کے ساتھ اور تصوف کو فلسفہ کے ساتھ کیا نسبت ہے اسکا بھی اندازہ اس نقل سے پورے طور پر کیا جاسکتا ہے۔ (تحفۂ غیبی)

مگر مخدوم نے "معرفت اشیا کماہی" کی جو تعریف کی ہے اور اسپر کیا انسان کو قدرت ہے یا نہین کہ یہ معرفت بہ تمام و کمال حاصل کرسکے جو کچھ بحث کی ہے اوسکا جاننا بھی پُرضرور ہے۔ اسلئے مین تحفۂ غیبی سے التقاط کرکے یہاں درج کرتا ہون۔ آپ تحریر فرماتے ہین کہ "معرفت اشیا کماہی این باشد کہ چنانچہ ہر چیزے ہست با علم و حکمت و معانی کہ در وے ہست ہمچنان آنرا بہ نسبت و بدید۔ و این دانستن علم و حکمت حق سبحانہ تعالےٰ ہست۔ کسے را کہ در علم و حکمت اشیا سلوک می افتد آن سلوک را نہایت نیست۔ زیرا کہ او بیشتر شدہ است بدین کہ علم و حکمت خداوند بدانم۔ و علم و حکمت خداوند را نہایت نیست۔ ہر چند می بیند و میداند بیشتر می یابد۔ . . . .

علم و حکمت خداوند را نہایت نیست و آدمی زاد ذو نہایت است ذو نہایت لانہایت را چگونہ دریافتن تواند۔ بیشتر در سلوک عاجز می آید۔ ہر چند پیش می رود پس می آید۔

ذات و صفات کی معرفت سے کیا مراد ہے اسکو مخدوم

ذات و صفات کی معرفت سے کیا مراد ہے

یون بیان فرماتے ہین کہ ذات کی معرفت سے حق کی ہستی اور اوسکی وحدانیت کا عرفان مراد ہے۔ اور نیز یہ جاننا کہ ذَاتُہٗ لَیْسَ کَذَوَاتِنَا۔ یعنی خدا کی ذات پاک نہ تو جوہر ہے نہ جسم ہے۔ نہ عرض ہے۔ نہ محدود و متناہی ہے۔ نہ مکان مین ہی۔ نہ زمان مین ہے۔ نہ جہت مین اور ہر وہ چیز جو خیال و وہم کی تحت مین آتی ہی اوس سے وہ الگ ہے۔ بلکہ ان سب کا وہ خالق ہے۔ شعر آنچہ پیش تو بیش ازان رہ نیست ٭ غایت فہم تست اللہ نیست ٭ اور نیز یہ جاننا کہ اوسکی ذات موصوف بصفات کمال ہے اور نقایص و زوال کے صفات سے مقدس ہے۔ اور صفات کی معرفت سے یہ مراد ہے کہ اس بات کا علم ہو کہ صِفَاتُہٗ لَیْسَ کَصِفَاتِنَا۔ یعنی خدا کی صفت نہ عین خدا ہی نہ غیر۔ اور اسی طور سے ہر صفت دوسری صفت کے ساتھ یعنی نہ تو اوس صفت کا عین ہے نہ اوسکا غیر جیساکہ مثلاً علم و قدرت۔ کہ علم نہ عین قدرت ہی اور نہ غیر قدرت۔ اور نیز یہ جاننا کہ جیسے ذات قدیم ہے صفت بھی قدیم ہے اور خدا کی ذات کے ساتھ قائم ہے اور عرض نہین ہی اور اوسکی ذات سے منفک نہین ہی۔

ذات باری تعالے جوہر نہیں ہے

ذات پاک باری تعالے جوہر نہین ہے۔ اسکی وجہ مخدوم یہ دیتے ہین کہ لوگون نے جوہر کی دو حدین ٹھہرا رکھی ہین۔ ایک یہ کہ اصل ترکیبات کو جوہر کہتے ہین۔ یعنی جوہر جز و منفرد غیر مرکب ہی۔ اگرچہ دوسرے اجزا کے مانند ظاہر امتراتب اور مرکب ہوتا ہے۔ اور بعضون کے نزدیک جوہر کی حد یہ ہی

کہ قائم بنفسہ ہو پس حدِّ اول کے رو سے کہ جوہر اصل ترکیبات ہی حق تعالی
کو جوہر نہین کہینگے۔ کیونکہ حق تعالے اصل ترکیبات نہین ہی۔ وجہ اسکی
یہ ہے کہ حدِّ اول کی تنقید پر اگر حق تعالے کو جوہر کہین تو اصل ترکیبات
کہنا ہوگا اور اہل سنت وجماعت کا اجماع ہے کہ حق تعالے اصل ترکیبات
نہین ہے۔ باقی رہا دوسری حد کی تقدیر یعنی قائم بنفسہ کو جوہر کہتے
ہین تو حق تعالے قائم بنفسہ ہے۔ پس اس معنی سے جوہر کہہ سکتے ہین مگر
باوجودیکہ یہ حد درست ہو ایسا کہنا نہین چاہئے۔ کیونکہ اگرچہ معنے کے رو
سے کچھ خطا نہین ہے۔ لیکن لفظ کے رو سے خطا ہے اور اسکی وجہ یہ ہے
کہ باری تعالے کے اسما وصفات توقیفی ہین۔ یہ کسی کی مجال نہین کہ وہ لفظ
جو قرآن واحادیث مین خدا کے لئے نہین آیا ہے اپنے اجتہاد سے خداوند
تعالے پر اوسکا اطلاق کرے اگرچہ معناً صحیح کیون نہو۔ جیسا کہ لفظ طبیب
اگرچہ معناً درست ہی۔ کیونکہ طبیب اوس شخص کو کہتے ہین جو علت ودوا کا
عالم ہو اور حق تعالے دونون کا عالم ہے۔ لیکن چونکہ یہ لفظ منقول نہین
ہوا ہے اسلئے خدا پر اسکا اطلاق نہین کرتے ہین۔ اور اگر کوئی شخص کرے
تو وہ معناً مصیب ہوگا لیکن لفظاً مخطی ٹھہریگا۔

ذات سے کیا مراد ہی اسکو مخدوم یون بیان فرماتے ہین

کہ جب ذات کہتے ہین تو اوس سے ہستی مطلق مراد لیتے ہین۔ اور یہی چند

ذات سے کیا مراد ہے

الفاظ عین۔ شئی۔ وجود۔ ذات۔ نفس ہین جو ہستی پر اطلاق کیئے جاتے ہین۔ مثلاً ایک گل کو لو۔ اس گل کو عین گل ذات گل۔ نفس گل۔ وجود گل کہہ سکتے ہین۔ اور ان سب سے اس گل کی ہستی مراد ہوگی۔ المختصر ان ہی لفظون کے ساتھ احادیث و قرآن مین باریتعالے سے اخبار کیا گیا ہے۔ اور ان سے ہستی باریتعالے مجرد اوسکی صفات سے کہ وہ وراے ذات ہین سمجھی گئی ہے۔

یہ مسئلہ کہ افعال و احکام باریتعالے معلل بعلت

افعال و احکام باریتعالے معلل بعلت ہین یا نہین۔

ہین یا نہین علما کے درمیان مختلف فیہ ہے۔ اور اسمین علما کی بڑی بڑی بحثین ہین۔ مخدوم نے بھی اس مسئلہ کی تحقیق مین جو کچھہ لکھا ہے اوسکا التقاط یہان بیجا نہو گا۔ مکتوبات دو صدی کے مکتوب ہشتاد و دوم مین آپ تحریر فرماتے ہین کہ " اصل میان علما این ست کہ افعال و احکام خداوند معلل بچیزے ہست یا نہ۔ بعضے میگویند معلل ست برعایت مصالح عباد۔ و بعضے میگویند کہ افعال خداوند و احکام خداوند معلل بعلتے نیست و ہر یکے بدین اصلے خود حجج و براہین اقامت میکنند مقصود آنکہ ہر کہ میگوید افعال و احکام خداوند معلل بچیزے نیست کہ خدائی بر مشیت ہست نہ بر قیاس عقل۔ ہر کہ قیاس میکند افعال خداوند را بر افعال بندگان او می میگوید آنچہ از خلق قبیح ست از خداوند قبیح ست، و آنچہ از خلق نیک ہست از خداوند نیک ہست۔ او از اصحاب تشبیہ ہست و خداوند تعالیٰ مستحق تنزیہ و تقدیس ہست۔ تشبیہ۔ پس این قائل میگوید خداوند ہر چہ خواہد کند بحکم الوہیت

بروے این بناید کہ چرا کرد کہ این برکسے آید کہ فعل او جز منفعت را بود و یا دفع مضرت را بود۔
وفعل خداوند ازین ہردو منزہ ہست و مقدس۔ وہر کہ میگوید کہ افعال خداوند و احکام خداوند
معلل ہست برعایت مصالح عباد۔ زیراکہ اگر فعل خداوند کہ قادر ہست و علیم ہست و حکیم ہست خالی بود
از غرض عبث گردد۔ و آن بر خداوند محال۔ پس باید کہ دران فعل غرضے بود۔ امّا آن غرض بہ نسبت عباد
بود نہ بہ نسبت خداوند۔ و فعل بدین وجہ منافی کمال نیست۔ پس برین قول این سوال آید کہ در آفرین
عالم خداوند عالم را حکمت چیست یعنی غرضے و معانی چیست۔ جواب چنین گویند کہ چون گفتم کہ فعل
خداوند تعالے خالی از غرض و معنی نہ بود و آن غرض و آن معنی بہ نسبت عباد بود نہ بہ نسبت خداوند
پس از نبی گفتہ کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ این آید کہ تا
بندگان او را بشناسند و غرض و فائدہ شناخت بر بندگان باز گردد نہ بدو۔ و در آخر این بحث در
صحائف کردہ است کہ درین مسئلہ آنست کہ خداوند قادر ہست حکیم ہست و علیم ہست و او را فعل و ترک
است۔ پس در فعل و ترک اختیار کند از دو طرف انچہ اولے بود از ہر دو طرف۔ زیراکہ ترک اولے
بے ضرورتے و حاجتے از قادر علیم و حکیم نقص بود و آن بر و محال ہست و آن اولویت بہ نسبت
خداوند نہ بود بلکہ بہ نسبت الے العباد بود یا در نفس امر بود۔ و فعل برین وجہ منافی کمال نیست
بلکہ عین کمال ہست۔ پس غرض شناختن بہ بندگان باز گردد نہ برو۔ چنانکہ در آفریدن کفر و معصیت
یک وجہ ہمین گفتہ اند واللہ اعلم۔ امّا انچہ عین القضاۃ علیہ الرحمۃ در زبدۃ ذکر کردہ ہست
آن ہست کہ چون در خاطر تو بگزرد کہ خداوند جل و علا چرا خلق را بیافرید بغرضے کہ بدو باز گردد این
محال ہست۔ یا بغیر غرضے این نیز محال ہست۔ یا بطریق طمع محض واللہ تعالیٰ از این صفت ابلہ

پس بدانکه این سوالیست که بیشتر علما دران متحیر اند و این خطره هست که داؤد پیغمبر علے نبینا
و علیه الصلوٰة والسلام را گذشته بود تا گفت یا رب لم خلقت الخلق فقال
كنت كنزا مخفيا فاحببت ان اعرف - پس مقتضاے ایجاد موجودات
اینجا آن بود که کنایت کرد ازو بقوله كنت كنزا مخفيا فاحببت ان اعرف
و تصور ندارد ادراک این - مگر عارف آن را - بعد تقریر این مقدار ذکر کرده هست که ایجاد موجودات
واجب الوجود را صفتے هست ضروریة الوجود چنانکه قدم مثلا صفتے هست مر او را ضروریة الوجود
پس چنانکه جائز نیست مر ذات واجب الوجود را که قدیم نباشد همچنین جائز نیست مر ذات
واجب الوجود را که موجد نباشد - پس قول قائل که چرا موجد هست چنان باشد که چرا قدیم هست - پس
جواب آن بود که اگر قدیم نه بود واجب نه بود و اگر موجد نه بود نیز واجب نه بود - پس هر کرا درست
گردد که استناد وجود بدو هست - چاره نیست که گوید ایجاد صفتے هست مر او را ضروریة الوجود چنانکه قدم
ای قیام ۱۲

حق تعالے کی ساری صفتین وراے ذات ہین

اہل سنت وجماعت کے نزدیک حق تعالے کی ساری
صفتین وراے ذات ہین اور اس جگہ معتزلہ کے قول سے
احتراز کیا گیا ہے - معتزلہ کا کلام ہے کہ صفات وراے ذات نہین ہین -
اور وہ عالم لذاتہ اور قادر لذاتہ ہے - اور یہی حال اوسکی
تمامی صفتون کا ہے - اسکی دلیل وہ یہ دیتے ہین کہ اگر صفات کو وراے
ذات کہین تو تعدد قدما لازم آتا ہے - کیونکہ حق کی ذات اور اوسکی صفتین قدیم
ہین - اور موجودات مین ایک ذات پاک حق کے سوا کچھ قدیم نہین ہے - پس

عالم لذاتہ بغیر اثبات معنیِ وراے ذات کے کہا چاہیئے تاکہ تعدد قدما لازم نہ آئے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ تعدد قدما اوسوقت لازم آیگا جبکہ صفات غیر ذات ہون۔ اور غیر کا یہان وجود ہی نہین۔ کیونکہ غیریت کی حد موجود نہین ہے اور غیر کی حد یہ ہے کہ ایک بدون دوسرے کے قائم ہو اور حق کی صفتین ایسی نہین ہین کہ بدون ذات پاک حق کے ہون۔ بلکہ قائم بذات پاک حق ہین۔ پس غیر ذات نہین ہین۔ اور ذات اپنی صفات کے ساتھ قدیم ہے۔ اسوجہ سے تعدد قدما لازم نہین آتا۔

باریتعالے کی جتنی صفتین ہین سب حقیقت ہین۔ یہان بھی معتزلہ کے قول سے احتراز کیا گیا ہے۔ کیونکہ معتزلہ صفات حق کو حقیقت نہین کہتے ہین بلکہ اوس سے اضداد کی نفی مراد لیتے ہین نہ کہ اثبات حقیقت۔ جیسا کہ عالم کہتے ہین اوس سے نفی جہل مراد لیتے ہین۔ قوی کہتے ہین اوس سے نفی ضعف مراد کہتے ہین قدرت کا اثبات کرتے ہین اوس سے نفی عجز مراد لیتے ہین۔ ہم کہتے ہین کہ تمامی صفتین حق تعالے کی حقیقت ہین۔ اور علم و قدرت اور دوسرے سب اوصاف اوسکی نفس کے ساتھ قائم ہین۔ اور اونکے اضداد حق تعالے کی ذات پاک میں قائم نہین ہین۔ اور خدا کی صفتین حقیقی کے سوا اور قسم کی نہین ہین دوسرونکی صفتین البتہ مجازی ہین۔ کیونکہ دوسرون کو جو عالم کہتے ہین اوسکی حالت یہ ہو کہ اسکے قبل اوسمین علم نہ تھا۔ بعد اسکے کہ حق تعالے نے اوسکو مشرف بالعلم کیا تب کہتے ہین

باریتعالے کی جتنی صفتین ہین سب حقیقت ہین

کہ فلان عالم ہے۔ پس اوسکو عالم کہنا مجازاً ہوا۔ کیونکہ نہ تھا بعدہ ہوا۔ لیکن خدا کی صفتین بغیر احداث غیر ہین اور سب قدیم ہین۔

حق تعالے موجود ہے اور وہ واحد ہے

حق تعالےٰ موجود ہے اور وہ واحد ہے۔ اسکی

دلیلین یہ ہین کہ ذرات عالم کا ہر ذرہ زبان حال سے ان چار چیزون پر گواہی دیتا ہے ایک یہ کہ مین پہلے معدوم تھا اب موجود ہوا۔ لیکن خود بخود نہین۔ کیونکہ معدوم سے کوئی فعل صادر نہین ہوسکتا۔ پس ضرور میرا کوئی خالق ہے جو مجھے عدم سے وجود مین لایا۔ یہہ گواہی حق کے وجود و ہستی پر ہے۔ دوسری یہ کہ خدا ایک ہے۔ اگر ایک نہوتا دو ہوتا تو اوس حال مین تمانع و تزاحم لازم آتا۔ کیونکہ اگر ایک چاہتا کہ وجود مین لائے تو دوسرا چاہتا کہ وجود مین نہ لائے۔ بات مخالفت مین بگڑ جاتی اور مین وجود مین نہ آتا۔ اب جبکہ موجود ہوگیا تو مین نے جانا کہ خدا واحد ہے۔ تیسری یہ کہ خدا عالم ہے۔ کیونکہ بغیر علم کے ایجاد شے ممکن نہین ہے۔ پہلے کسی چیز کا علم ہوتا ہے تب اوسکی ایجاد۔ چوتھی یہ کہ خدا قادر ہے۔ کیونکہ جب تک قدرت نہو۔ پیدا کرنا ممکن نہین ہے۔ عاجز سے کسی چیز کا ہونا مستحیل ہے۔ پس ہر ذرہ اور ہر موجود کہ ہے زبان حال سے کہتا ہے کہ حق موجود ہے۔ ایک ہے۔ عالم ہے اور قادر ہے۔ عارف اسی نظر سے کہتا ہے مصرعہ بہر چہ بنگہ کنم ترا می بینم مَارَأَیْتُ شَیْئًا اِلَّا رَأَیْتُ اللّٰہَ فِیْہِ۔

اہل سنت و جماعت و عامہ مومنین کے نزدیک علم کتاب و سنت و اجماع

امت و برہان عقلی و نقلی صانع عالم ایک ہے یعنی از روی حقیقت نہ از روی عدد۔ وَاحِدٌ بِلَا عَدَدٍ جو خطبہ مین پڑھا جاتا ہے اوسکے یہی معنی ہین۔ کیونکہ شئے عددی کے لئے انتہا ہے۔ اور اَلْقَدِیْمُ لَا نِهَایَةَ لَهٗ كَمَا لَا بِدَایَةَ لَهٗ۔ جوہر فرد اس رو سے کہ قابل تجزی نہین ہے لازم آتا ہے کہ از روے حقیقت بھی ایک ہی ہو۔ لیکن اس رو سے کہ قابل صفات اضداد ہے۔ كَالْحَرَكَةِ وَ السُّكُوْنِ وَالْحَيِّزِ وَالْجِهَةِ قابل ترکیب بھی ہے اور یہ سب امارات حدوث سے ہین۔ اور کلام ہے قدیم مین۔ اگرچہ از روے صورت تجزی نہین ہے۔ لیکن اس سبب سے کہ قابل ترکیب ہے تقدیراً متجزی ہے۔ نَظَرًا اِلَى الْقَابِلِيَّةِ۔ لیکن ذات خداوند تعالیٰ مین تجزی نہین ہے۔ نہ تقدیراً اور نہ حقیقتاً۔ پس واحد حقیقی مطلقاً کوئی نہین ہے مگر حق جل جلالہ .... انتظام امور کا ایک نہاد پر ہونا بھی دلیل اسکی ہے کہ مدبر ایک ہے۔ رات اور دن کا تواتر ایک نہج پر بلا اختلاف و تغیر کے صاف وحدانیت مدبر پر شاہد ہے۔

عقل علت معرفت ہے یا نہین۔ اس مسئلہ پر مخدوم اور مولنا کمال الدین سنتوسی کے درمیان تحریرین ہوئی ہین۔ مولنا کی تو کوئی تحریر دستیاب نہوئی مگر مخدوم کی تحریر حلق بات و شبہ مین موجود ہے۔ اس سوال و جواب کا قصہ مختصر یون ہے کہ ایکبار ایک شخص

عقل علت معرفت ہے، یا نہین

قصبہ سنتوس گئے ہوئے تھے وہ جب بہار واپس آئے تو مخدوم سے اونھون نے
یہہ بیان کیا کہ مولانا کمال الدین مدرس کو مخدوم کے اوس مکتوب پر جس مین یہہ مسئلہ
مذکور ہے کہ "عقل علت معرفت نیست" اعتراض ہے۔ مخدوم نے یہہ خبر پاکر مولانا
کو اس بارہ مین ایک خط لکھا اور اونکے سارے اعتراضات کے جواب دئے۔
مین اوس خط کو تمامہ مکتوب دو صدی سے یہان پر نقل کرتا ہون۔

"مولانا کمال الدین سنتوسی۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ غریبے بزرگ زادۂ دلیوالے در
قصبۂ سنتوس بہ تجارت رفتہ بود چون بازگشت او را نزدیک دعاگو اعنی احمد یحیی منیری
الملقب بہ شرف گزر افتاد۔ گفت بخدمت مولانا کمال الدین مدرس بودہ ام ایشان چنین فرمودند
کہ فلان کس یعنی کاتب چند مکتوبے بنبشتہ است در علم طریقت و درویشی اینجا آوردہ است۔ در مکتوبے
کہ در معرفت خداوند جل و علا افتادہ است در آن نوشتہ کہ عقل علت معرفت نیست این سخن چگونہ باشد
بروجہ انکار خدمت مولانا چند کرت ہمچنین می فرمود۔ دعاگو چون بشنید گفت واللہ اعلم
خدمت مولانا را ظاہر روایت کہ از امام اعظم رضی اللہ عنہ مروی است در خاطر گزشتہ باشد و از انجا
ہمچنان می نماید۔ اما آن روایت ماول است۔ خدمت مولانا را آن تاویل در خاطر نگزشتہ باشد و دانشمند
را ہمچنین می افتد۔ بس عجبے نیست۔ آن عزیز پرسید کہ آن روایت کدام است۔ دعاگو گفت کہ از
امام اعظم رضی اللہ عنہ مروی است کہ فرمودہ اند۔ لَوْ لَمْ يَبْعَثِ اللّٰهُ رَسُوْلًا لَوَجَبَ
(اگر نمی برانگیخت خدا تعالے رسول را ہر آئینہ واجب شدے)
عَلَى الْعُقَلَاءِ مَعْرِفَتُهٗ بِعُقُوْلِهِمْ این را تاویل کردہ اند یعنی لَوَجَبَ عَلَى
(بر عاقلان شناختن آن خداے بسبب عقلہاے ایشان — در آئینہ واجب می بود بر)
الْعُقَلَاءِ الْاِسْتِدْلَالُ بِالْاٰيَاتِ عَلٰى مَعْرِفَتِهٖ بِعُقُوْلِهِمْ لَا بِنَفْسِ
(عاقلان دلیل گرفتن بسبب نشانہا بر شناختن آن خدا بسبب عقلہاے ایشان نہ بنفس)

اَلْمَعْرِفَةِ بِدَلِيْلِ قَوْلِهٖ تَعَالٰی وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا

شناختن خدا — بدلیل قول او تعالی که — نیستیم ما عذاب کننده — تا وقتیکه پیدا نکنیم ما رسول را

تا چه بود اگر تصور کرده شود عاقلے چنانکه شاهق جبل ترک استدلال بآیات کرد و مجرد از

ایمان و از کفر بمرد فردا ے قیامت براے ترک استدلال ماخوذ بود نه براے ترک ایمان. این تقریر

تمام در تمهیدات ابو شکور سالمی رحمة الله علیه مذکور هست و در تفسیر امام زاهد در سورهٔ عنکبوت

نیز. اگر کسے خواهد آنجا مطالعه کند. اما نزدیک معتزله براے ترک ایمان ماخوذ بود چنانکه کفار دیگر.

زیراکه نزدیک او عقل علت معرفت هست. و وجوب ایمان بدو هست. و نزدیک اهل سنت و جماعت

عقل علت معرفت نیست و وجوب ایمان بمجرد عقل نه. بَلِ الْمُوْجِبُ هُوَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَالْعَقْلُ

بلکه واجب کننده آں خدا تعالی ست — و عقل

اٰلَةُ التَّعْرِيْفِ فَقَطْ. و آنکه مهتر عارفان محمد رسول الله صلے الله علیه وسلم فرمود.

آلت شناختن ست فقط

وَاللّٰهِ لَوْلَا اللّٰهُ مَا اهْتَدَيْنَا گفت لَوْلَا الْعَقْلُ مَا اهْتَدَيْنَا نگفت

سوگند خدا اگر نبودے خدا — هدایت نمی یافتیم — اگر نبودے عقل — هدایت نمی یافتیم

مثنویات. عقل بے کحل از آشنائے او ⁂ بے خبر بود از خدائے او ⁂ نیست از زاد و هم

عقل و حواس ⁂ بے خدا هیچ کس خدا شناس. و ازینجاست در کلمات بزرگان سُبْحَانَ

اللّٰهِ مَنْ مَّا عُرِفَ مَعْرِفَتُهٗ لَوْلَا تَعْرِيْفُهٗ. **بیت.** عقل کل یک سخن ز دفتر او ⁂

یعنی جبرئیل علیه السلام

نفس کل یک پیاده بر در او ⁂ و صدیق اکبر رضی الله عنه ازینجا فرمود سُبْحَانَ اللّٰهِ مَنْ

یعنی رب النوع

لَمْ يَجْعَلْ لِلْخَلْقِ سَبِيْلًا اِلٰى مَعْرِفَتِهٖ اِلَّا بِالْعَجْزِ عَنْ مَعْرِفَتِهٖ. اے برادر عزیز من

عقل بیچاره خود را نمی داند که چیست و کیست خداوند جل جلاله را بے تعریف وے کے تواند دانستن که

مَنْ عَجَزَ عَنْ مَعْرِفَةِ نَفْسِهٖ فَهُوَ اَحْرٰى اَنْ يَّعْجِزَ عَنْ مَعْرِفَةِ غَيْرِهٖ.

سزاوار تر

این هست که گفت **مثنویات** اے شده از شناخت عاجز ⁂ کے شناسی خدا یرا هرگز ⁂

چون تو در علم خود نہ بوالعجب باشی ✽ عارف کردگار چون باشی ✽ ـ و عمر خطاب گفت عَرَفْتُ رَبِّیْ

بِرَبِّیْ ـ ابیات ـ بجودش کس شناخت نتوانست ✽ ذات او ہم بدو توان دانست ✽ با تقاضائے

عقل بنفس و حواس ✽ کے توان بود کردگار شناس ✽ عقل سبب و آلت ہست مر تحصیل معرفت

را ـ بنا بران اضافت معرفت بعقل جائز ہست چنانکہ اضافت عقل بعاقل ـ و بدانکہ اگر عقل علت

معرفت بودے بایدکہ ہمہ عاقلان اندر معرفت برابر بودندے و ہمہ بندگان ہمہ دلیل آیات

بخدائے راہ یافتندے کہ چون در عقل مومن و کافر برابر شدہ مومن راہ یافت کافر راہ نیافت پس پیدا

کافر ہست عاقل تر از صد ہزار مومن ـ تدبیر عالم بساعتے بکند و ذرہ بخداوند راہ نیابد ـ و بسیار مومن

کہ او را از عقل بجز نصیب نیست تدبیر دنیا و راہ دنیا ہیچ ندانند و اندر معرفت حق تعالے موی بشگافد

و دیگر آنکہ حق تعالے ما را خبر داد از چیزہائے کہ ایشان را عقل نیست و خدا را می شناسند چنانکہ

اندر قرآن گفت وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ✽ ہدہد

خبر داد کہ سلیمان علیہ السلام را گفت بلقیس، و قوم او را یافتم کہ سجدہ می کردند مر آفتاب را دون

خداوند ـ و اگر مرغ خدا را نشناختے چہ دانستے کہ مر کرا سجدہ کنند ـ و اتفاق ہست کہ مر مرغ

را عقل نیست ـ و اگر عقل علت معرفت بودے بے عقل معرفت محال بودے و برین معنے اخبار

بسیار ہست و دیگر خداوند خبر داد ما را کہ اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنَاهُ ـ احیاء قلب

بایمان بخود اضافت کرد چنانکہ احیاء نفس بجان ـ و احیاء نفس بغیر جان محال ہست پس احیاء قلب

بغیر ایمان محال بود کہ احیاء قلب بایمان برتر ہست از احیاء نفس بجان ـ و جائے دیگر فرمود

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ـ کشایش دل بخود اضافت کرد اندر حق دوستان ـ

وجہ دیگر بستن دل بخود اضافت کرد اند حق دشمنان گفت خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ۔ چون کشادن وبستن بخود اضافت کرد باطل شد کہ غیر وے کشاینده یا بندنده باشد۔ **مثنویات** ہر کرا بنمود آن محض عطاست ٭ وانکہ را ننمود از حکم قضاست ٭ ہیچ دل را کنہ او رہ نیست ٭ جان وعقل از کمالش آگہ نیست ٭ اے برادر کشاده او را کہ بندد وبستہ او را کہ کشاید وَاللّٰہُ غَالِبٌ عَلٰی اَمْرِہٖ۔ اے عَلٰی اَمْرِ عِبَادِہٖ **بیت** دل وعقل از جلال او خیره ٭ تن وجان از کمال او خیره۔

ودر بعضے اخبار آمده است کہ خداوند تعالےٰ ہمہ حیوانات را چہار علم داده است یکے آنکہ صانع خویش را بدانند ودوم دشمن خویش را بدانند وسیوم روزی خویش را بدانند وچہارم جفت خویش را بدانند وپنجم علمے است کہ خاصہ آدمی راست وآن علم مرگ است۔ از بیم ملول شدن خوانندگان مختصر کرده شد۔ امید آنکہ بعد مطالعہ این نبشتہ تشویش درخاطر نماند وَاللّٰہُ الْهَادِیْ اِلَی الرَّشَادِ رَحِمَ اللّٰہُ مَنْ اَنْصَفَ وَالسَّلَامُ۔" (مکتوب چہلم از مکتوبات دوصدی)

عقل معزول است درمقابلہ خدا

عقل کو خدا کے کارخانہ مین کتنا دخل ہے اسکے بارہ مین مخدوم کی یہ راے ہے کہ خداوند عزوجل کے معاملہ مین عقل معزول ہے۔ چنانچہ **مکتوبات دوصدی** کے مکتوب ہفتادم مین آپ تحریر فرماتے ہین کہ "عقل آلت قیاس است وخدائی بقیاس راست نیاید کہ خدائی بر مشیت ست نہ بر قیاس بندگان۔ نہ بینی کہ ہیچ عاقل کاسے نکند مگر امورا دنیا نیاز بود وحق تعالےٰ چندین ہزار گونہ خلق آفریده ست ومر او را ہیچ گونہ بر ایشان نیاز نہ ونیز کسے بے منفعت دوستی نکند وبے مضرت عداوت نکند حکم عقل این است ومر خداوند را از کسے نفع وبا ایشان محبت نہ واز کسے مضرت نہ وبا ایشان عداوت نہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پس چون قیاس را

راہ نماند عقل را با خدا ے کار نماند در عجز خود فرو رفت وحکم او در خدا ے نگونسار شد ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

عقل گرد کون می گردد ۔ چون بمکوّن کون نگردد بگزارد کہ عقل مخلوق ست و عاجز ست ۔ و مخلوق

و عاجز را تصرف نہ بود مگر در مخلوقی و عاجزی ہمچو خودی عقل را بیافریدتا بدانند کہ بندگی چہ گونہ باید کرد

کہ اگر عقل نہ بودے از کردن بندگی عاجز بودندے ۔ نہ آنکہ خدائی خداوند را بقیاس خود تواند

دانستن ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ عقل ہر چند ترازوے راست ست اما بہ ترازوے صرافان کوہ نہ توان سنجید

ادراک معانی ملکوتی وجبروتی متعلق بکسب ہے یا نہ

معانی ملکوتی وجبروتی کا ادراک متعلق بہ کسب ہے یا نہیں اسکی نسبت مخدوم کی

جو رائے ہے اوسکو مین **صحفۂ غیبی** سے التقاط کرکے یہان پر جگہ دیتا ہون

آپ فرماتے ہین کہ " اختلاف ست ۔ اہل حکمت می گویند کہ بہ کسب تواند این ہمہ ادراک

کند ۔ اما اہل تحقیق می گویند کہ بفضل تواند دانست نہ بہ کسب ۔ و بفضل تواند رسید نہ بکسب

اگر بہ کسب تعلق داشتے ولی، توانستے کہ کسب معنی نبوت کردے و بہ نبوت رسیدے و این منتفی

ست ۔ بعدہ فرمود کہ از روے ظاہر شرع کسب سبب شود اما از روے تحقیق سبب

ہم نمی آید ۔ زیرا چہ سبب مقدم باشد مر مسبّب را ۔ وحکم ازلی و کسب امروزہ ۔ و امروزہ مر ازلی را

چگونہ مقدم تواند شد ۔ پس سبب نہ سبب ست نزدیک این طائفہ و نہ علت التوحید

ان لایحظ تقلید ما دونہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ علت ہمان فضل بے علت خداوند

ست عز وجل ۔ رسید نہ بکسب ۔ کہ بکسب مستعد بیش شوند و بعد از استعداد دہند و نہ دہند ۔

آن مشیت ست ۔ ذلک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کیست کہ او رائی طلبد

بت پرست از بت او را می طلبد ہمچنین ہر کہ چیزے می پرستد او را می طلبد ۔ اما تا او کرا طلبد ۔

اما غالب این ہست کہ بعد از استعداد وجود ہم ہست؛ این نادر ہست کہ بعد از استعداد وجود بود۔ واین ہم از جہت آنکہ علت نیست بر طریق قدرت می گویند کہ او را باشد کہ بعد از استعداد وجود نباشد...... پھر فرمایا کہ:۔ "اہل معاملہ چون نظر در این ستانیند کہ فعل بندہ سبب وعلت نیست مریافت حق را عز وجل فعل و ترک یکے گیرند"

الله تعالیٰ بندوں کی طاعت یا معصیت کا پابند نہیں ہے۔

اس مسئلہ مین کہ خدا کا کام مطیعون کی طاعت سے منزہ اور عاصیون کی معصیت سے مقدس ہے یا نہین اور وہ (یعنی خدا) پابند علت ہے یا نہین مخدوم مکتوبات دو صدی کے مکتوب شصت ویکم مین فرماتے ہین کہ "کارہاے خداوند از طاعت مطیعان منزہ ہست واز معصیت عاصیان مقدس۔ ہرچہ خواہد کند علت درمیان نہ"

مخدوم عالم جید تھے

الغرض علوم کی جتنی شاخین ہین انکے ثمرات مرادمین مخدوم کا معتد بہ حصہ تھا اور مخدوم کو اونکی پوری چاشنی ملی ہوئی تھی اور اونکا بڑا انداق حاصل تھا اور اون کے ساتھ مخدوم کو غضب کا شغف بھی معلوم ہوتا ہے۔ علم کے قیام کے لئے دو چیزین ضروری ہین۔ ایک تو کتب بینی اور دوسرے تعلیم وتعلم۔ ہندوستان کے اُس زمانہ کے علمی شوق کا خیال کر کے علی العموم ہندوستان اور خصوصاً بہار مین کسی عمدہ کتب خانہ کا ہونا غیر ممکن تھا۔ اب رہی یہ بات کہ خود مخدوم کے پاس کتابون کا ذخیرہ ہو۔ البتہ یہ بات تھی۔ مخدوم کو کتابون کا شوق تھا۔ دور دور سے لوگ کتابین تحفۃً بھیجتے یا خود لاکر مخدوم

کے یہان پیشکش کرتے۔ اسطور پر مخدوم کے پاس بہاے خاص ایک کتب خانہ موجود ہوگیا تھا۔ چنانچہ مکتوبات مولنا مظفر شمس بلخی کے مکتوب صدوسی ونہم مین جسکے مکتوب الیہ مخدوم ہین اسکا ذکر موجود ہے۔ مولانا لکھتے ہین کہ: "شنیدہ شد کہ مولانا زین الدین ساکن دیوہ بہ بندگی مخدوم صحیح مسلم کتابے معتمد و معتبر در علم حدیث آوردہ است و بہ نزدیک مخدوم کتب احادیث بسیار جمع شدہ است"۔ اسلئے کتب بینی کا زیادہ موقع مخدوم کو ملا اور قیام و ترقی علم کا جو تبحر کے لئے لازم ہے کافی سرمایہ مہیا تھا۔

اشتغال درس و تدریس

اب رہی دوسری چیز یعنی درس و تدریس۔ مخدوم کو اسکا بھی بڑا مشغلہ تھا۔ آخر آخر دم تک بھی یہ نہین چھوٹا۔ اور مخدوم اسکو مختلف ذرائع سے اپنی مجلسون مین قائم رکھے ہوئے تھے۔ اگر مخدوم کی مجلسون کا وہ رنگ جو مین نے اوپر بیان کیا ہے نہوتا تو شاید اسوقت مجھے اس قوت کے ساتھ یہ کہنے کا کوئی حق حاصل نہوتا کہ جہانتک علم سے تعلق ہے مخدوم ایک مستعد اور جید عالم تھے۔ نہین نہین صرف عالم ہی نہین بلکہ مجتہد و امام وقت تھے۔

باب دوم

مخدوم و تصوف

جس فن کے ساتھ مخدوم کو خصوصیت حاصل ہے اور جسکی وجہ سے مخدوم کا شہرہ اسلامی دنیا مین پھیلا ہوا ہے وہ تصوف ہے - اسمین آپ کا پایہ حقیقتاً بلند اور اعلےٰ ہے اوسکا اندازہ میری چشم بصیرت نہین کرسکتی ۔ شعر

وصف تو اے در زبان نمی گنجد ٭ ہرچہ گوئیم ہزار چندان ہست ٭ لیکن یہ خیال رکھنا چاہئے کہ دنیا مین معدودے چند ہی مثالین جامعیت علوم ظاہری و باطنی کی ملسکتی ہین - اور اسکو مین نہایت فخر کے ساتھ کہتا ہون کہ مخدوم اون ہی معدود چندین ہین -

لیکن قبل اسکے کہ مخدوم کے متعلق مین تصوف کی بحث کو چھیڑون بہتر ہوگا کہ مخدوم کے کلام سے مین اسکو دکھلادون کہ صوفیون کا مذہب کیا ہے - اور صوفی - فقیر - زاہد اور ملامتی مین کیا فرق ہے - ان امور مین میرا ماخذ مخدوم کی شرح آداب المریدین ہوگی -

صوفیون کا مذہب

آپ فرماتے ہین کہ اہل تصوف کا مذہب ظاہر باطن ہے ظاہر مذہب انکا "کاربستن ادب است باخلق" - اور یہ شریعت ہے یعنی خلق

کے ساتھ ظاہر مذہب کے موافق حسب الحکم شرع کے معاملہ کرتے ہین۔ اور باطن مذہب انکا یہ ہے کہ "نزولِ احوال و مقامات می کنند با حق"۔ یعنی صدق کے ساتھ احوال و مقامات کی تحقیق کرتے ہین۔ اور یہ حقیقت مذہب ہے یعنی باطن مین حق کی صحبت مین رہتے ہین جیسا کہ حکم حقیقت ہے۔ اس رو سے کہ حق تعالےٰ اوسکے باطن کو جنبش دیتا ہے اور آرام دیتا ہے۔ یہ بندہ حق کی تصرف سے جنبش مین آتا ہے اور آرام کرتا ہے۔

فقیر و صوفی مین فرق

فقر غیر تصوف ہے۔ بلکہ نہایت فقر بدایت تصوف ہے۔ **صوفی** کاملان ولایت کا نام ہے اور محققان اولیا کو اس نام سے مسمےٰ کرتے ہین۔ اور اہل صفا کی اس درجہ مین تین قسمین ہین۔ ایک صوفی۔ دوسری متصوف تیسری مستصوف صوفی وہ ہوتا ہے کہ "از خود فانی بود و بحق باقی۔ از قبضۂ طبائع رستہ و بحقیقت حقائق پیوستہ"۔ متصوف وہ ہے کہ مجاہدات کے ذریعہ سے اس درجہ کی طلب کرتا ہے۔ اور طلب مین اپنے کو انکا ہم معاملہ بناتا ہے۔ مستصوف وہ ہے کہ جاہ اور حظ دنیا کے لئے اپنے کو انکا سا بناتا ہے اور صوفی اور متصوف کی کاروبار و معنے (معاملات و احوال و معانی) سے خالی ہوتا ہے۔ **فقر** اوسکو کہتے ہین کہ "ترا نباشد و چون باشد ہم ترا نباشد"۔ اسکے معنے یہ ہین کہ "تا نباشد ترا میل و طلب نباشد۔ چون یافتی بر موجود اعتماد نباشد تا حالِ وجود و حالِ عدم یکسان باشد"۔ پس فقر نیستی سے عبارت ہے۔ یہانتک کہ لوگون نے کہا ہے

کہ اگر دنیا مین سے چند سر مو بھی فقیر کی ملک مین ہو تو اوسکا فقر تمام نہین ہے۔
فقیر متمسک بفضل فقر ہوتا ہے اور غنی پر برگزیدہ ہوتا ہی اور اسکا امیدوار
ہوتا ہے کہ موافق اس حدیث رسالتمآب صلے اللہ علیہ وسلم کے کہ یَدْخُلُ
فُقَرَاءُ اُمَّتِی الْجَنَّةَ قَبْلَ الْاَغْنِیَاءِ بِنِصْفِ یَوْمٍ وَهُوَ خَمْسُ
مِائَةِ عَامٍ۔ خدا کے یہان عوض پائیگا۔ پس جب وہ اس عوض پر نظر کرتا ہی
اپنے کو حصولِ فانی سے بچاتا ہی اور فقر و قلت کو سینہ سے لگائے رہتا ہی
اور زوالِ فقر سے بسبب فوتِ فضیلت فقر و عوضِ موعود کے خائف
رہتا ہی۔ اور صوفیون کی راہ مین یہ عین اختلال ہے۔ کیونکہ یہ تو عوض و اجر
پر نظر رکھنا ہی۔ اور یہ ترک و زہد بھی ان ہی عوضون کے لئے ہوا۔ اور جو شخص کسی
غرض و علت سے عبادت کرتا ہی وہی اوسکا معبود ہی۔ اسیلئے کہتے ہین کہ
کہ جو تیرا دلبند و مقصود ہے وہی تیرا معبود ہی۔ صوفی جو اشیا کو ترک کرتا ہی
وہ عوض موعود کی امید پر ترک نہین کرتا بلکہ اسوجہ سے کہ وہ ابناءُ الوقت
ہے یعنی اپنے وقت و حال کا تابع ہے۔ وقت سے انکا منشاء وہ حال ہی
کہ اندر سر بندہ پدید آید و او را با آن حال آرام بود۔ کوئی وقت عارف کے لئے
سکون واجب کرتا ہی اور کوئی وقت حرکت واجب کرتا ہی۔ کوئی وقت شکر
واجب کرتا ہے اور کوئی وقت شکایت واجب کرتا ہی۔ کوئی وقت صبر
واجب کرتا ہے اور کوئی وقت جزع واجب کرتا ہے۔ کوئی وقت تفنا

واجب کرتا ہے اور کوئی وقت خاموشی واجب کرتا ہے۔ کوئی وقت صحبت خلق واجب کرتا ہے۔ اور کوئی وقت عزلت واجب کرتا ہے۔ اسیلئے کہتے ہین کہ عارف اپنا "ابن وقت" ہے۔ یعنی جیسے کہ لڑکا مان باپ کا تابع ہوتا ہے اوسی طور سے عارف ظاہراً و باطناً حق کا تابع ہے اور اسکو خود کوئی دخل نہین۔ صوفی "قائم است در اشیا بہ ارادت خداوند تعالے نہ بہ ارادت خود"۔ پس وہ کوئی فضیلت نہ تو فقر مین دیکھتا ہے اور نہ غنا مین۔ بلکہ وہ اوس حال مین فضیلت دیکھتا ہے جسمین خدا اوسکو لاتا اور قائم رکھتا ہے۔ اور صوفی کو یہ اذن کہ خدا کس حال مین لانا چاہتا ہے اور کس سے نکالنا چاہتا ہے اپنے نور باطن کے ذریعہ سے معلوم ہوجاتا ہے۔ پس فقر و تصوف کا فرق اس سے معلوم ہوگیا کیونکہ فقیر "قائم است در اشیا بخود و واقف ست بارادت خود"۔ اور صوفی "قائم است بمراد خداوند تعالےٰ"۔

فقیر و صوفی و زاہد مین فرق

فقیر و صوفی کا فرق تو معلوم ہوگیا اب یہ بات باقی رہی کہ فقیر و صوفی و زاہد مین کیا فرق ہے۔ اسکو مخدوم یوان فرماتے ہین کہ "زاہد ترک را بزرگ می دارد و فقر را تسبیح می دارد۔ و ہمچنین فقیر تا گفتہ اند اگر صوفی را دو حال نیک یا دو صفت نیک پیش آید۔ تا ہر کدامی کہ نیکو تر بود در راہ محبت باآن بود"۔ زہد غیر فقر ہے۔ یعنی زہد اور چیز ہے اور فقر اور چیز۔ فقر زہد سے برتر ہے۔ زہد حظوظ و تمتعات فانیہ کا بامید یافت لذائذ و انعامات باقیہ مجرد ترک کر دینا ہے اور اہل معرفت اسکو

بیع و شرائے سالم کہتے ہین۔

صوفی و ملامتی مین فرق

صوفی غیر ملامتی ہے۔ ملامتی وہ ہے کہ نہ تو خیر کو ظاہر کرے اور نہ شر کو چھپائے۔ یعنی صوفی دوسرا ہے اور ملامتی دوسرا۔ کیونکہ ملامتی اوسکو کہتے ہین کہ اپنے نیک احوال و اعمال کو خلق پر ظاہر نہ کرے اور اپنے برے احوال و اعمال کو خلق سے نہ چھپائے۔ اور یہ اسوجہ سے ہے کہ اوسکو اخلاص کی لذت ملی ہوئی ہے اور صدق و اسکا دامن پکڑے رہتا ہے۔ وہ اسکو نہین چاہتا کہ کوئی شخص اوسکے حال سے مطلع ہو۔ اور اپنے نیک احوال و اعمال کے چھپانے مین اوسکو ایسی لذت ملتی ہے کہ اگر اوسکے احوال و اعمال خلق پر ظاہر ہو جائین تو اوسکو ناخوشی اور وحشت اوس سے بھی زیادہ ہوتی ہے جو کسی گنہگار کو اپنی معصیت کے اظہار سے ہوتی ہو۔ جیسا کہ سارے لوگ خلق اللہ کے قبول یعنی عزت و توقیر سے خورم و شاد ہوتے ہین برعکس اوسکے یہ رد خلق یعنی اونکے انکار و تحقیر سے خوشدل و مسرور ہوتے ہین۔ پس ملامتی اگرچہ اخلاص و صدق مین مستقل اور ثابت قدم ہوتا ہے لیکن اوسکی نظر خلق پر ہوتی ہے اور یہ امر صوفی کی راہ مین شرک ہے۔ صوفی خلق کے ساتھ مشغول نہین ہوتا کیونکہ مشغول بخلق ہونے کے لئے ضرور ہے کہ اسکی نظر خلق پر ہو۔ اور صوفی خلق سے گزرا ہوا ہوتا ہے کیونکہ کُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ کا سر اوسپر کشف ہو چکا ہے۔ اور خدا کے سوا اوسکی نظر مین کچھ نہین ہوتا۔ بیت۔ تا کہ باخویشی عدو بینی ہمہ ؛ با

چون شوی فانی احد بینی ہمہ ÷ صوفی اسکو فنا فی التوحید کہتے ہین۔

شریعت طریقت وحقیقت مین اختلاف نہین ہے

اس زمانہ مین اکثر بزرگون کا جو اپنے کو صوفی کے لقب سے ملقب کرتے ہین یہ خیال ہے کہ شریعت وطریقت وحقیقت مختلف چیزین ہین جنکے آپس مین بُعد المشرقین ہے۔ اور ایک کو دوسرے سے وہی نسبت ہے جو شجر کو حجر سے کاہ کو کوہ سے۔ آگ کو پانی سے۔ لیکن مین نہایت زور سے کہتا ہون کہ مخدوم کے اقوال وافعال دونون اس خیال کی تردید کرتے ہین۔ افعالی شہادت کے لئے تو مخدوم کی زندگانی کا سارا دفتر موجود ہے۔ اور اقوالی شہادتین مین آپ کی مختلف تصنیفات سے جستہ جستہ ہدیۂ ناظرین کرتا ہون۔ **مکتوبات دوصدی** کے مکتوب بست ونہم مین مخدوم پہلے شریعت وطریقت کی تعریفین بیان فرماکر ان دونون کے درمیان جو فرق ہے اوسکو دکھلاتے ہین۔ پھر شریعت وحقیقت کے جھگڑونکو چکاتے اور صراط مستقیم کی ہدایت فرماتے ہین۔

شریعت

مخدوم فرماتے ہین کہ ”**شریعت** ایک راستہ ہے جو انبیا علیہم السلام خداوند عزوجل کی تائید سے امت کو بتاتے ہین۔ تمامی انبیائے نے جو خلائق کی دعوت کی وہ توحید کیطرف تھی۔ اور اسمین سب انبیا برابر ہین۔ ایک ہی دین ہے اور ایک ہی دعوت اور ایک ہی معبود۔ سبھون نے یہی کہا ہے وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ۔ اور سبھونکا یہی کلام رہا ہے کہ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ہ عہد آدم ع سے تا عہد محمد مصطفےٰ صلوات اللہ علیہم

اجمعین سب اسمین متفق ہین - ان کی باتون مین کچھ اختلاف نہ تھا کیونکہ
یہ دعوت محض وحی ربانی کی دعوت تھی جو اللہ تعالے جبرئیل علیہ السلام
کی وساطت سے انکے عقول وسمع مین منقوش ومسموع کراتا تھا -
اختلاف جو کچھ ہے وہ صرف لغات وعبارات واستعارات و
ارکان وشرائع مین ہے - اصل دعوت وقاعدہ ملت وقانون دعوت
مین کچھ اختلاف نہین - دوسری دعوت عبودیت کی تھی - اور چونکہ انبیا
خلائق کے اطبا تھے - اسلئے ہر وقت مین امت کی مصلحت کے موافق
خدا کی وحی سے ملت کے قاعدے وضع کرتے تھے - پس انبیا کا خداوند
عزوجل کی بات کو مان لینا اسکو وحی کہتے ہین - اور انبیا علیہم الصلوٰۃ
والسلام کا اوسکو بیان کرنا یہ دعوت ہوئی - اور اونکے مستمعین متابعین
کو امت کہتے ہین - اور اوامر ونواہی اور اصول وفروع دعوت کے
مجموعہ کو شریعت کہتے ہین - اور اس راہ پر چلنے کو طاعت کہتے ہین اور
ان سبکے مان لینے کو اسلام کہتے ہین - اور دل سے تصدیق اور زبان
سے اقرار کرنے کو ایمان - اور ان سب پر ثبات وقیام کو دین کہتے ہین -
شریعت ایک راہ ہے اور پیغمبر اس راہ کا نشان دہندہ اور جادہ فراخ
کو شارع کہتے ہین - پس شریعت ایک راہ فراخ ہے جس سے دوسری
راہین نکلتی ہین - جیسا کہ حضرت رسالتمآب صلے اللہ علیہ وسلم نے اشارہ

کیا ہے اور فرمایا ہے۔ سَتَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلیٰ ثَلٰثٍ وَّ سَبْعِیْنَ فِرْقَۃً۔ کُلُّھَا ھَالِکَۃٌ اِلَّا وَاحِدَۃً فَاِنَّھَا نَاجِیَۃٌ"

طریقت

طریقت کی مخدوم یہ تعریف بیان کرتے ہین کہ "طریقت ایک راہ ہے جو شریعت سے نکلی ہے" پھر شریعت و طریقت مین جو فرق ہے اوسکو یون بیان فرماتے ہین کہ "شریعت سے مراد توحید۔ طہارت۔ نماز و روزہ۔ حج و جہاد و زکوٰۃ و دیگر احکام شرع و معاملات ہین۔ اور طریقت سے مراد ان معاملات و احکام کا برتاؤ ہے حقیقت کی راہ سے مشروعات کا تفحص کرنا۔ اعمال کو صفائے ضمائر سے آراستہ کرنا اور اخلاق کو کدورات طبعیہ مثل ریا و ہوس و جفا و شرک وغیرہ سے طاہر کرنا یہی طریقت ہی۔ جو کچھہ کہ تہذیب و تطہیر ظاہر سے متعلق ہی وہ شریعت ہی۔ اور جو کچھہ کہ تصفیہ و تزکیہ باطن سے متعلق ہی وہ طریقت ہی۔ جیسے جامہ نماز کو لوث نجاست سے پاک کرنا شریعت ہی۔ اور دلکو کدورت بشریت سے پاک کرنا طریقت ہی۔ نماز کے پہلے وضو کرنا شریعت ہی۔ اور ہمیشہ با وضو رہنا طریقت ہی۔ نماز مین قبلہ کیطرف منہ کرنا شریعت ہی۔ اور دل کا رخ خدا کی طرف کرنا طریقت ہی۔ خلاصہ یہ کہ جو محسوسات سے متعلق ہے اوسکی رعایت کرنی شریعت ہی۔ اور جو پردہ قالب کے اندر ہے اوسکی رعایت کرنی طریقت ہے"۔

شریعت و طریقت مین فرق

"اگرچہ انبیا علیہم السلام اپنی امت کو وہی کرنے کو فرماتے ہین جو خود

کرتے ہین لیکن بعضے اخلاق و اعمال ایسے ہین جو تکلیف سے خالی نہین ہوتے۔
اسلئے امت کو بنظر آسانی اونکے لئے مکلف نہین کرتے اور اون باتون کو
اپنے ہی لئے مخصوص رکھتے ہین۔ جیسے رات کی نماز مثلاً تہجد وغیرہ۔ صدقات کا
نہین لینا۔ سیر ہوکر نہین کھانا۔ دنیا سے کنارہ کرنا۔ تھوڑی خوراک اور قلیل لباس
پر قناعت کرنا۔ وغیر ذلک۔ پس جن کامون کیلئے وہ امت کو مکلف کرتے ہین
وہ شریعت ہی۔ اور جو کچھ امت کی آسانی کی نظر سے خاص اپنے اوپر بڑھالیتے
اور اپنے احوال کے ساتھ لازم کرلیتے ہین وہ طریقت ہی"۔

"پھر جو شخص اس طریقت کا سلوک اختیار کرتا ہے وہ عوام کے درجہ سے
نکلکر خواص کے زمرہ مین داخل ہوتا ہے۔ اور وہ خاص باتین جو انبیا کے لئے
ہین اونکی دو قسمین ہین۔ ایک قسم تو امت کے لئے ممنوع و محظور ہی جیسا کہ
قرآن مجید اوسکا قائل ہے۔ خَالِصَةً لَّكَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ
اور دوسری قسم وہ ہے جو سُنن مین پسندیدہ ہے۔ اگر کوئی شخص اُس حقیقت سے
متصف ہو یا اُس طریقہ کو اختیار کرے تو وہ بیشک درجہ مین زیادتی پائیگا اور اوسکے
کمال مین ترقی ہوگی۔ طریقت مین رخصت نہین ہے۔ کیونکہ رخصت تو ضعیف
الحال لوگون کے لئے ہے۔ اور مباح چیزین عاجزون اور ضعیفون کی تخفیف کیلئے
مقرر کیگئی ہین۔ ارباب طریقت کی شان سے قوت و ہمت و کدو کاوش و کوشش و مبالغہ
ہے۔ اسلئے وہ اپنے کو رخصت و مباح کی راہ سے باز رکھتے ہین اور حلال کی بھی زیادہ

حرص نہین کرتے - کیونکہ شریعت راحت و ترفیہ یعنی عافیت کا فتح باب ہے - اور طریقت کسر راحت اور نفس امارہ کو ترفیہ یعنی عافیت سے روکنا ہے - جبکہ مرید اپنے نفس کو مباحات کی رخصت دیتا ہے تو نفس دلیر ہو جاتا ہے اور اوسکو شہید کر ڈالتا ہے - پھر بیشتر و بیشتر محرمات مین لیجا کر ہلاک کرتا ہے - جو شخص کہ بے شریعت کے طریقت کا قصد کرتا ہے اوسکی وہی مثال ہے کہ سیڑھیون کو توڑ کر دیوار سے کوٹھے پر چڑھنے کی ہوس کرتا ہو - اگر مدتون کے بعد کچھ چڑھا بھی تو بس ایک لحظ مین زمین پر آ تارہا اور پھر اپنی جگہ پر پہونچا "

"ہر مقصد کی ایک راہ ہے اور ہر قصد کے لئے ایک شرط اور ہر صحبت کیلئے ایک اہلیت اور نسبت - راہ طریقت کی شرط و نسبت جملہ احکام شریعت ہین - جب مرید شریعت کی راہ مین راسخ ہوتا اور حقوق شرعی کو بقدر امکان بجا لاتا ہے تب توفیق اوسکی رفیق بنتی ہے اور عوام کی جماعت سے خلاص پاتا اور طریقت خواص کے سلوک مین چلنے والون کے ساتھ ہوتا ہے"

شریعت و حقیقت مین فرق

اسکے بعد مخدوم شریعت و حقیقت کا جھگڑا چکاتے ہین - وہ فرماتے ہین کہ شریعت و حقیقت دونون اس قوم کی یعنی صوفیونکی اصطلاحین ہین جیسا کہ حق و حقیقت - حال ظاہر کی صحت کو شریعت سے تعبیر کرتے ہین اور حال باطن کی صحت کو حقیقت سے - اور ظاہر و باطن دونون اصل مین ملے ہوئے ہین ایک دوسرے سے جدا نہین - کیونکہ تصدیق بغیر قول یعنی اقرار کے ایمان نہین ہے

اور قول بغیر تصدیق کے گردش ایمان ثابت نہیں۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ حقیقت ہے
اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ شریعت۔ صحتِ ایمان کی حالت کے ساتھ کوئی چاہے کہ
ایک کو دوسرے سے جدا کرے تو ممکن نہیں۔ اوسکی یہ خواہش باطل ہوگی۔
ہان حکماً شریعت حقیقت سے البتہ جدا ہے۔ کیونکہ قول و تصدیق مین فرق ظاہر ہے۔
با این ہمہ علماے ظاہر کہتے ہین کہ فرق نہین ہے۔ شریعت خود حقیقت ہے اور حقیقت
عین شریعت۔ لیکن یہ غلط ہے۔ بالجملہ یہ مذہب ملحدون کا ہے کہ ایک کا وجود بغیر دوسرے
کے روا ہے۔ وہ کہتے ہین کہ جب حقیقت منکشف ہوگئی تو شریعت اوٹھ جاتی ہے
اس اعتقاد و مذہب پر لعنت ہو۔

اصل یہ ہے کہ معنے اس رو اور اس حیثیت سے کہ اوس مین نسخ روا
نہین ہے۔ اور عہد آدم علیہ السلام سے تا فناے عالم اوسکا حکم متساوی ہے حقیقت ہے
اور اس رو سے کہ احکام کیطرح اوسمین نسخ و تبدیل روا ہے معرفت حق و شریعت
ہے۔ ایک وقت تھا کہ شریعت نہ تھی اور ایک وقت آئیگا کہ نہ رہیگی لیکن ایسا
کوئی وقت نہ تھا کہ حقیقت نہ تھی اور نہ ایسا کوئی وقت ہوگا کہ حقیقت نہ ہوگی
پس شریعت بندہ کا فعل ہے اور حقیقت خدا کی داشت اور اوسکا حفظ و عصمت۔
قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا
شریعت کا مجاہدہ اور حقیقت کی ہدایت ساتھ رہتے ہے۔ ایک دوسرے سے
جدا نہین۔ ایک مین بندہ کیطرف سے احکام ظاہر کی جو اوسپر لازم ہین نگہداشت

اور دوسرے مین خدا کی جانب سے بندہ کے احوال باطن کا حفظ ہے۔ شریعت
مکاسب ہی اور حقیقت مواہب۔ شریعت جسم و مادہ کے طور پر ہے اور حقیقت
قلب کے طور پر۔ اور مادہ کا قوام قلب سے ہی۔ اور قلب کی منزل مادہ ہے۔ پس
شریعت کی مثال قالب کی ہے اور حقیقت کی مثال جان کی جیسا کہ آدمی کی
حیات کی حالت مین ایک کا وجود بغیر دوسرے کے محال ہی اوسیطرح صحت
ایمان کی حالت مین شریعت بغیر حقیقت کے اور حقیقت بغیر شریعت کے محال ہی
یہی (یعنی ارباب تصوف) ایک گروہ ہے جو علم شریعت و حقیقت کے ساتھ
مخصوص ہی۔ لیکن اس مخصوصیت سے معاملات مراد ہے نہ کہ مقالات۔

علم حقیقت کے ارکان

علم حقیقت کے تین رکن ہین۔ ایک ذات خداوند عزوجل اور
اوس کی وحدانیت کا علم اور اوسکی ذات سے تشبیہ کی نفی۔ دوسرا خدا کی
صفات و احکام کا علم تیسرا اوسکے افعال و حکمت کا علم۔

علم شریعت کے ارکان

علم شریعت کے بھی تین رکن ہین۔ ایک کتاب۔ دوسرا سنت۔
تیسرا اجماع امت۔

علم حقیقت کا قیام بے اقامت شریعت کے اور علم شریعت کا قیام بے علم حقیقت کے

علم حقیقت کا قیام بے اقامت شریعت کے زندقہ ہے اور علم شریعت
کی اقامت بغیر اقامت علم حقیقت کے نفاق۔

اولیاے خدا نے صدق مجاہدہ سے علم دراست حاصل کیا ہی اور علم دراست
علم شریعت ہی کہ درس وجہد سے حاصل ہوتا ہے۔ اور انھون نے اپنے

معاملات کو اوس نے علم سے خالص کیا ہے۔ مَنَحُوا عِلْمَ

الْوِرَاثَۃِ۔ تو اونکو علم وراثت یعنی علم حقیقت حاصل ہوا۔ یہ عطائی محض ہے

کہ بلا درس و تعلیم کے مخلصین کو نصیب ہوتی ہے۔ کہ مَنْ عَمِلَ بِمَا عَلِمَ

وَرَّثَہُ اللّٰہُ عِلْمَ مَالَمْ یَعْلَمْ۔ یہی وجہ ہے کہ علمائے ظاہر اسکو

علم دراست میں طلب کرتے ہیں جو اونکا مقام ہے اور نہیں پاتے نا چار

اس سے منکر ہوتے اور کہنے لگتے ہیں کہ یہ خلاف روایت ہے۔ یا اس طور کی

روایت کہاں ہے۔ اور اتنا نہیں سمجھتے کہ کچھ ضرور نہیں ہے کہ جو کچھ گدا کے

گھر میں ہو وہ محمد شاہ کے گھر میں بھی ہو۔ حق تعالےٰ کی عصمت اپنے اولیا کے

ساتھ یہ ہے کہ وہ اسکو پسند نہیں کرتا کہ اونکا حال اصلیت و واقعیت اسے

علحدہ نظر آئے۔ انکا سر (باطن) جو کچھ اخذ کرتا ہے حق سے اخذ کرتا ہے

اور انکی زبان جو کچھ بیان کرتی ہے سر (باطن) کا حال بیان کرتی ہے۔ اور

زبان سر کی ساتھ متفق ہوتی ہے۔ اور سر حق تعالےٰ کے ساتھ متفق ہوتا ہے

اسلئے جو کچھ انسے ظاہر ہوتا ہے سب اسکے ظاہر ہوتا ہے اور سب صواب ہوتا ہے

اشعار با علم و عمل زبان شان راست ٭ میزان صفت اند نہ بیش و کم و کاست و

با حق جمع و ز خود پریشان ٭ لا تَذَرْ فِیْھِمْ شِعَارُ ایشان ٭ لیکن ہر کس و کیسا

ہماری تمھاری اکجی سے ہے ...... بس اسکی محبت جان اکی پیر کر وہ

وہ قوم ہیں کہ ہرگز آداب شریعت سے کسی ادب کے ترک کو روا نہیں رکھتے۔

ترک فرائض و واجبات

پھر ترک فرض و واجب کو کیونکر جائز رکھ سکتے ہین۔

افسوس ہے اون لوگون پر جو ترک فرائض و واجبات کو عین تصوف سمجھے ہوے ہین اور بقول مخدوم کے مرحوم کے بدلے ملعون اور مومن کے عوض زندیق بنتے ہین۔ اگر انسے پوچھئے کہ نماز کیون نہین پڑھتے تو کہتے ہین کہ بغیر طہارت باطن کے نماز جائز نہین ہے۔ لیکن یہ سراسر ہٹ دھرمی ہے۔ مخدوم فرماتے ہین کہ "ہیچکس از مشائخ برین قائل نیست کہ درین محل ترک نماز کند۔ بلکہ نماز بگزارد و بداند کہ نماز من بر فتواے اہل طریقت جائز نیست۔ و نادان ترک می آرند۔ نظر آن کسان تا اینجا بیش نرسیدہ۔ دانستند کہ در طریقت بے طہارت دل نماز درست نباید ترک آوردند و ازین بیشتر نشدند تا بدانستندے کہ ترک نباید آورد۔ و ازان بیشتر نظر کردن این ست کہ بدانند کہ تکالیف شرع بر حسب حال ست، چنانکہ کسیکہ قدرت بر قیام دارد تکلیف شرع در حق او این ست کہ ایستادہ بگزارد۔ و کسیکہ نشستہ نمی اندگزارد در حق او تکلیف شرع بر آن ست کہ خفتہ بگزارد یا باشارت۔ پس چون این چنین بدانستندے کہ نا قدرت در پاک کردن دل متعذر ست۔ تکلیف در حق وے آن ست کہ باپاکی تن نماز گزارد و ترک نیارد و برین ترک معذور نباید۔ بعد آنکہ طہارتِ دل حاصل گردد۔ دران تکلیف بگردد کہ با طہارت دل نماز بگزارد۔ زیراکہ دوران تکالیف شرع بر حسب دوران حال ست۔ و این غلط از اینجا بود کہ سلوک طریقت بہ راے خویش کند۔ اما اگر در سایۂ دولت پیر بود این غلط ہرگز نبود"۔ پھر خوانِ پُر نعمت کی مجلس ہفتدہم مین فرماتے ہین کہ: "بعضے ترک نماز می کنند و میگویند کہ نماز و روزہ و عبادات دیگر تا آن زمان ست کہ کسے بمطلوب و

مقصود خود رسیدہ است۔ بعد ازانکہ بمقصود و مطلوب رسید برین ہمہ حاجت نماند۔
زیرا کہ این ہمہ وسائل و وسائط تا آن زمان ست کہ بمنزل و مقصود خود نرسیدہ است۔
بعد ازانکہ بمنزل و مقصود رسید شغل برین بلا حاجت باشد۔ اما این را جواب میگویم کہ اگر
در نماز ہمین یک معنی بودے کہ وسیلہ ست ہمچنین آمدے کہ تو میگوئی لیکن در نماز جز این معنیہا
دیگر ست کہ من و تو نمیدانیم و بدان نمی رسیم ...... درین جماع علما و مشائخ
ست کہ انبیا از ہمہ بحق واصل ترند و بمنزل رسیدہ اند۔ پس اگر در نماز ہمین یک معنی بودے
کہ وسیلہ ست انبیا بہ نمازہا آتی نمی شدند کہ شغل برین بعد از وصول بلا فائدہ باشد۔
و معلوم ہمہ ست کہ انبیا بہ نماز مشغول بودہ اند و پیوستہ گزاردہ اند۔ علما و مشائخ کبار کہ
مقبول ہمہ بودہ اند کسے بہ ترک نماز قائل نشدہ ست۔ پس معلوم شد کہ ایشان کہ گزاردہ اند
و ترک نیاوردہ اند ازان سبب است کہ دران معنیہا و سرہا دیدہ اند۔ سست عیب کنندم کہ چہ
دیدے در وے چہ کند نداند کہ چہ بیند بصیر۔" امیر قاضی اشرف الدین نے
(جو حاضر مجلس تھے) عرض کیا کہ ہو سکتا ہے کہ انحضرت نے امت کی تعلیم کے
خیال سے پڑھی ہو۔ حضرت مخدوم نے فرمایا کہ" پس ہمیں قدر کافی بودے۔ با آنکہ برائے
تعلیم امت را چہ حاجت کہ بفعل تعلیم کردندے بقول بودے۔" قاضی صاحب نے
پھر عرض کیا کہ اگر کوئی یہ کہے کہ تعلیم امت کیلئے نہیں بلکہ وہ ان کے لئے مخصوص
تھی اسلئے پڑھی۔ مخدوم الملک قدس سرہ نے جواب دیا کہ" اگر مخصوص بدیشان
بودے بیان میکردندے چنانکہ چندین چیزہائے دیگر کہ بدیشان مخصوص بود بیان کردہ اند۔

زیراکہ ہرچہ بدان مختص اند بیان کردہ اند"۔ پھر فرمایا کہ "نماز جامع ہست مر تسبیح و تہلیل و رکوع و سجود و ثنا و دعا و قرآن را و قعدہ را و در ہر یکے ازین بلکہ در ہر حرکتے و سکنتے سرے و حاصیتے و خاصہ ہست کہ ایشان را آن کشف حاصل می شود و بدان کمالات حاصل می کنند۔ پس ازین جہت فضل ہمچنین ہست کہ تفکر افضل ہست از عبادات دیگر اما انچہ در نماز ہست آن دران نباشد۔ چنانچہ در حدیثے آمدہ است کہ ہر کہ سہ بار اخلاص قراۃ کند ثواب ختم قرآن یابد پس ازینجا چہ گویم کہ سورتہاے دیگر را تلاوت نکند۔ پس از جہت ثواب قراۃ اخلاص ہمچنین آید۔ اما ازین رو کہ در قرآن اسرارہا ہست و وعدہا ہست و وعیدہا ست و قصص و امثال و علم اولین و آخرین دران موجود ہست۔ چہ گوئی کہ تلاوت نکند بگزارد۔ پس اگر در تلاوت قرآن معنی ہمین ادراک ثواب بودے محبب ہمچنان آمدے کہ چون تلاوت اخلاص سہ بار ثواب ختم قران ہست دیگر نخواند۔ اما ازین رو کہ در قران چندین ہزار اسرار و معانی و وعدہا و وعیدہا و اعتبارات و علم اولین و آخرین موجود ہست آن نیابد مگر تلاوت قرآن"۔ پھر ارشاد کیا کہ: "این خوب نظیر ہست مر رد قول آن قائل را کہ ترک نماز میگوید برین کہ از وسائط ہست"

چونکہ یہاں پر نماز کا ذکر آگیا ہے اسلئے بیجا نہ ہوگا اگر میں مخدوم کی اوس عبارت کو بھی تحریمہ و سلام کی نسبت ہی جگہ دون۔ مخدوم فرماتے ہین کہ: "تحریمہ اشارہ بدان ہست کہ این عالم را ترک میدہد و بعالمے دیگر سفر میکند۔ اگرچہ صورتاً ترک نمی دہد اما معناً ترک میدہد۔ زیراکہ مقصود از عالم تصرفات اوست۔ و تحریمہ محرم آن تصرفات ہست۔

معنے تحریمہ و سلام

چون تحریمہ نسبت از عالم بیرون رفت برین معنے۔ پس معنا ترک آمد صورتا اعتبار۔ سلام اشارہ بران است کہ جائے سفر کردہ بود باز بوطن رسید۔ و ہر آئینہ ہر کہ از سفر آید سلام گوید"۔

شریعت فقر کیلئے ضروری ہے

حق یہ ہو کہ درویشی کے لئے ضرور ہے کہ شریعت کا حزم و ہر آن خیال رکھے۔ بلا شریعت کے درویشی درویشی نہین۔ **مولانا مظفر شمس بلخی** اپنے مکتوبات کے مکتوب یکصد و ہفتاد و نہم مین مخدوم سے روایت کرتے ہین کہ" تقریر خدمت شیخ قدس اللہ سرہ العزیز این است کہ درویش آن را گویند کہ صاحب چہار چیز بود۔ شریعت و طریقت و حقیقت و معرفت۔ شریعت علم او بود و طریقت قدم او بود۔ و حقیقت حال او بود۔ و معرفت کمال او بود"۔

پیر کی ضرورت اندرون سلوک

مخدوم فرماتے ہین کہ عموماً اس طریقہ کے سالک کیلئے پیر کا ہونا ضروری ہے۔ **اَلصُّحْبَۃُ مُؤَثِّرَۃٌ** اسیکی طرف اشارہ ہے۔ **اشعار**

کور ہرگز کے تواند رفت راست ؛ بے عصا کش کور را رفتن خطاست

گر تو بے رہبر فرو آئی براہ ؛ گر ہمہ کوہی فرو افتی بچاہ"

صحبت کا اثر غضب کا اثر ہے۔ مخلوق کے جس طبقہ کو لو ضرور اوسپر اسکا اثر پاؤگے۔ یہ ایک ابدی سچائی ہے جو ہر زمانہ مین صحیح رہی ہے اور رہیگی۔ **اشعار**

بابدان کم نشین کہ در مانی ؛	خو پذیر است نفس انسانی
صحبت نیک را ز دست مدہ ؛	کہ بہ در بہ شوی ز صحبت بہہ
صحبت با غبانہ فصل بہار ؛	بادرا جز زبان کند عطار

ابیات

روغن گنجدے زصحبت تام	شد زگلہا عزیز ونیکو نام
گلے خوشبوے درحمام روزے	رسیدازدست محبوبے بدستم
بدوگفتم کہ مشکی یا عبیری	کہ ازبوے دل آویزتو مستم
بگفتا من گلے ناچیز بودم	ولیکن مدتے باگل نشستم
جمال ہمنشین درمن اثرکرد	وگرنہ من ہمان خاکم کہ ہستم

پیر کیسا ہونا چاہیے

پیر کیسا ہونا چاہیئے اور پیری کے لئے کیا کیا شرائط ہین ہین اونکو جستہ جستہ مخدوم کی تحریرات سے اخذ کرکے ہدیہ ناظرین کرتا ہون ؕ کلام الملوک ملوک الکلام۔ بڑونکی بڑی بات۔ لوگ مخدوم کے کلام سے فائدہ اوٹھائین اور آنکھین بند کرکے ہرشخص کی ہاتھ پربعیت کرلینے کیلئے مستعد و آمادہ نہوجائین اور آخر کار۔ "او خویشتن گم است کرا رہبری کند" کہکر اپنی جہالت پر نہ روئین مکتوبات دوصدی کے مکتوب ستیزدہم مین مخدوم تحریر فرماتے ہین کہ "پیر چنان باشد کہ وی در صحبت خدا است" پیرونکی شان یہ ہے کہ **اشعار**

جان فروشان بارگاہ قدم	خرقہ پوشان خانقاہ قدم
خوردہ یک بادہ بررخ ساقی	ہرچہ باقیست کردہ درباقی
معتکف درسراے راز ہمہ	بے نیاز از پئے نیاز ہمہ"

پھر اوسی مکتوبات کے مکتوب پانزدہم مین لکھتے ہین "قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْہِمْ سُلْطَانٌ ٥ ہرکہ در عالم دل رسیدہ از دست

شیطان پرست - امام و مقتدا گشت - پیری او را مسلم ہست - نہ آنکہ در عالم نفس درماندہ بود و بعالم دل نرسیدہ - مردان حق دیگر اند و مردان ابلیس دیگر........ صفت مردانِ حق دانی چیست - این ہست - **اشعار** چنگ در حضرت خدا ے زدہ + ہرچہ آن نیست پشت پا ے زدہ ÷ ÷ ساختہ ہر یک از میانِ ضمیر ÷ از قُلِ اللّٰہُ ثُمَّ ذَرْھُمْ سیر ÷ ÷ خوردہ یک بادہ بر رخِ ساقی ÷ ہرچہ باقی ہست کردہ درباقی ÷ وتا کسے در ظلمتِ نفس درماندہ ہست - ولش خانہ دیو ہست - ہرچہ از وے پدید آید ہمہ خاطر نفس امارہ بود اگرچہ طاعتے باشد کہ باطن او جاے دیو گشتہ ہست - واز ہر چیز ہمان بیرون آید کہ درون بود خواجہ سنائی راست - **اشعار** جان فروشان بارگاہِ قِدَم ÷ ÷ ÷ خرقہ پوشانِ خانقاہ قِدَم ÷ مَا عَبَدْنَاکَ اجتہادِ ہمہ ÷ ÷ مَا عَرَفْنَاکَ اعتقادِ ہمہ ÷ یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَآءُ از ہوش ÷ ساختہ پند وار حلقہ بگوش ÷ .... **اشعار**

می ندانم کین چسہ مردان بودہ اند ÷ کز عمل یکدم نمی آسودہ اند + +
لاجرم در بندگی سلطان شدند ÷ مہتر خلقِ جہان ایشان شدند
در دِ ایشان نیست از کسب - از عطاست ÷ کے شود درد ے چنین از کسب راست
.... **اشعار** نیست گشتہ ہمہ بعشق ہست ÷
عَلَمِ بے نیازی اندر دست ÷ چشم شان تا ولایت آدم ÷

اسم شان تا نہایت عالم ۂ در بقا از بقا فنا گشتہ ۂ از چرا و چرا جدا گشتہ ۂ
معتکف در سراپردۂ راز ہمہ ۂ بے نیاز از پئے نیاز ہمہ ۂ مکتوبات صدی
کے مکتوب ششم میں فرماتے ہیں۔ "شیخ و مقتدا باید کہ بدین خاصیتہا مخصوص گردد و بدین
صفتہا موصوف شود۔ بدین مرتبہا گذر کند۔ در جملہ ہر مقامے نیکو و خصلت پسندیدہ کہ در
قرآن مجید یاد کردہ است و در اخبار آمدہ است در و موجود بود تا شیخی و مقتدائی را شاید
اول مقام عبدیت۔ و تا از رقِ ماسوی اللہ آزاد نگردد عبد اللہ نتواند بود و بدولت
مِنْ عِبَادِنَا نتواند رسید۔ دوم استعداد قبول حقائق از انبیاء حضرت بے واسطہ
و تا از صفات بشریت بکلی بیرون نیاید مستعد قبول حقائق از حضرت عزت بے واسطہ نگردد
و بسعادت اٰتَیْنٰہُ رَحْمَۃً نرسد۔ سیوم یافت رحمت خاص از عندیت
و تا تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ نبود۔ و در سیر او تجلی صفات الوہیت نتابد
بمقام عندیت نرسد و بصدر رَحْمَۃً مِّنْ عِنْدِنَا ننشیند۔ چہارم تعلم علوم
از حضرت عزت بیواسطہ۔ و تا لوح دل از نقوش علوم عقلی و سمعی و حسی پاک نگردد۔
تعلم علوم از حضرت عزت بے واسطہ نتواند بود و بکرامت عَلَّمْنٰہُ مکرم نتواند شد
پنجم مخصوص بودن بعلم مِنْ لَّدُنِّیْ۔ و علم من لدنی بمعرفت ذات،
و صفات، و افعال خداوند تعالیٰ تعلق دارد۔ چنانکہ حضرت رسالت پناہ
صلی اللہ علیہ وسلم فرمود عَرَفْتُ رَبِّیْ بِرَبِّیْ۔ و تا بولادت دوم نرسد کہ
عیسیٰ علیہ السلام ازان نشان دادہ است کہ لَنْ یَّلِجَ مَلَکُوْتَ السَّمٰوٰتِ

وَالْاَرْضِ مَنْ لَمْ یُوْلَدْ مَرَّتَیْنِ این درجه نبود و بشرف عِلْمِ مِنْ لَّدُنِّی
مشرف نگردد - یعنی هرکه از مادر بزاید این جهان ا بیند - و هرکه از خود بزاید یعنی از اوصاف
بشریت بیرون آید آن جهان را بیند - پس دنیا و عقبیٰ هر دو حاضر بیند مَنْ لَمْ یُوْلَدْ
مَرَّتَیْنِ این باشد .... شیخی و مقتدائی نه بدان شخص سر و ریش است
که خلق ببیند - شیخ و مقتدائے بحقیقت آن معنیٰ ست که در مقام عندیت در فِیْ
مَقْعَدِ صِدْقٍ در زیر قبهٔ عنایت و عزت حق است عز و جل که اَوْلِیَائِیْ
تَحْتَ قِبَائِیْ لَا یَعْرِفُهُمْ غَیْرِیْ .... و آن شیخ
سالک بود نه مجذوب که مجذوبان شیخی را نشایند اگرچه سالک هم مجذوب بود -
اما مجذوب سالک دیگر است و مجذوب مطلق دیگر۔

شرائط شیخی

خوانِ پُرنعمت کی مجلس سی و هشتم میں فرماتے ہیں کہ یک

شرط در پیری این است که او را تصرف باشد فی مملکة الله تعالیٰ - هر کرا این نسبت
شیخی را نشاید - هم ازینجاست که یکے را دنیا دهند و یکے را آخرت دهند و اگر خواهند
هر دو دهند - یکے را بخوانند و دیگرے را برانند - این همه تصرف ایشان را فی مملکة
الله تعالیٰ است - و این هم هست که هرچه ایشان بخواهند شود - اگر کسے گوید که از آن
بنده این نیست که هرچه خواهد شود - جواب بدین طریق گفته اند که این سخن که هرچه ایشان
خواهند شود آن است که ایشان همان خواهند که ارادت حق باشد و اراده حق از ایشان است
که البته شود - پس ازینجا همین آید که ایشان هرچه خواهند شود - اینجا نیز اشکال نه ادعی آید

و آن بنور و لایت کہ ایشان است از انجا ارادت حق معلوم کنند نہ این کہ نخواست خود
ہر چہ خواہند شود۔ **شعر**۔ ہرگز وجود حاضر و غائب شنیدۂ : من در میان جمع و دلم جای دیگر است

مریدی کی شرطین

مرید کیسا ہونا چاہئے اور مریدی کی کیا کیا شرطین ہین اسکی لئے بھی مخدوم
نے حدین قائم کی ہیں۔ **فوائد رکنی** مین آپ فرماتے ہین کہ مرید حضرت
صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جیسا ہونا چاہئے۔ مریدی پیر پرستی ہے۔ اگر تمھاری
حرکات و سکنات تابع فرمان پیر ہین تو تم البتہ مرید ہوا اور اگر اپنی خواہش
و مراد کی تابع ہین تو تم اپنی مراد اور خواہش کے مرید ہو پیر کے مرید نہین۔
اگر پیر کسی ایسے کام کے لئے حکم دے کہ ظاہر اخلاف دین معلوم ہوتا ہو تو
اس حالت مین اگر مرید نے پیر کے حکم کے موافق عمل کیا تو البتہ پیر کا مرید ہے
ورنہ وہ اپنے دین یعنی خیال کا مرید ہوگا۔ مریض کو طبیب کے حکم کی پابندی
لازم ہے۔ اوسکا یہ منصب نہین ہے کہ طبیب پر تحکم کرے کہ مجھکو یہ
دوا دو وہ دوا نہ دو۔ اگر اوسکو یہ علم ہوتا تو وہ خود طبیب ہوتا دوسرے
طبیب کا محتاج نہوتا۔

سلوک کے مراحل

تصوف کی راہ مین منتہی تک پہونچنے کے لئے سالک کو کون کونسے
مرحلے طے کرنا پڑتے ہین اسکو مخدوم فوائد رکنی مین یون بیان فرماتے
ہین کہ: "تا روندہ از چہار عالم ناسوت۔ و ملکوت و جبروت و لاہوت نگزرد بمقصود
نرسد، تا از یکے ازین عالم نگزرد بدیگر عالم نرسد"۔ پھر ان چارون عالم کی تعریفین

اور بتدریج اون سے ترقی کرنے کی صورت بیان فرماتے ہین کہ:-

"ناسوت عالم حیوانات را گویند۔ عبارت دیگر ناسوت صفات نفس ست و ذمیمہ ست و فعل این منزل از حواس خمسہ ست۔ چون خوردن و پوشیدن و دیدن و شنیدن و بوئیدن۔ چون بریاضت و مجاہدت ازین عالم بگزرد بعالم ملکوت رسد و آن منزل فرشتگان ست۔ و فعل این منزل تسبیح و تہلیل و رکوع و سجود و قیام و قعود است۔ و آن صفات قوت عاقلہ ست و جملہ حمیدہ است۔ و چون ازین منزل بترقت النفس الیہا بگزرد بعالم جبروت رسد۔ و آن عالم صفات خاص روح است
او بفوق ... از این صفات ملکوتیہ
چون شوق و ذوق و طلب و وجد و سکر و صحو و ثمرۂ آن قربت ست بذات مقدس۔ و چون ازین صفات خاص مجرد شد بعالم لاہوت رسید۔ کہ ... بصفات حجاب ذات آید۔ وَاِنَّ اِلٰی رَبِّكَ الْمُنْتَہٰی۔ و آن لامکان است۔ و آنجا نہ گفت و گو ست و نہ جست و جو ست۔"

راہ سلوک مین کیا شرط کار ہے اسکو بھی اوسی فوائد رکنی مین مخدوم یوں بیان فرماتے ہین کہ:- "تعطیل و ناامیدی نہ شرط کار ست" پھر فرماتے ہین کہ:- "اگر بہ بازار روی اورا طلب و اگر بخانہ آئی اورا طلب۔ و اگر مسجد شوی اورا طلب و اگر بخرابات روی اورا طلب و اگر عزرائیل آید بر تو بنگر تا از طلب فرو نایستی عزرائیل را بگوی تو کار خود کن من کار خود میکنم" پھر فرماتے ہین کہ:- "اگر افتادہ خود را زود دریاب۔ تا کار از دست نرفتہ ست علاج آن بکن۔ پس ہوشیار باید شد۔ و غم خود باید خورد۔ تا در توبہ

نہ بستہ اند- رباعی- اے پیر گنہگار در توبہ کشادہ است :: انواع نعم بہر تو آمادہ نہادہ ہست :: بشتاب سوے توبہ کہ از ما در گیتی :: از کردن تاخیر بسے واقعہ زادہ ہست" :: پھر فرماتے ہین کہ:- "اصل درین راہ ہمین دو کار است- یکے پاک کردن اعضاے ظاہر از لوث معصیت- و دوم پاک کردن دل از لوث صفات مذمومات"- پھر اوسی **فوائد رکنی** مین دوسری جگہہ فرماتے ہین کہ:- "اے برادر تجرید و تفرید شرط راہ ہست تجرید از علائق و تفرید از خود- نہ در دل غبارے نہ بر پشت بارے- نہ با کس شمارے نہ در سینہ انبارے نہ با ہیچ مخلوق کارے- ہمتش از ذروۂ عرشس بر گزشتہ- و از کونین رمیدہ و بامراد آرمیدہ- با وجود کونین بے دوست خوشی نہ- و بے وجود عالمین با دوست ناخوشی"

شہودی و وجودی

صوفیون کے دو گروہ ہین- ایک **شہودی** دوسرا **وجودی**- شہودی کہتا ہے کہ ظلِ شئے حقیقتاً عینِ شئے نہین ہے بلکہ محض شبہ و مثال ہے- اور وجودی ظلِ شئے کو عینِ شئے کہتا ہے- پس فرق درمیان دونون گروہ کے یہ ہوا کہ شہودی ظل کا حمل اصل پر نہین کرتے اور وجودی ظل کا حمل اصل پر کرتے ہین- مسئلہ شہود کی اشاعت اولاً حضرت رکن الدین ابو المکارم شیخ علاء الدولہ سمنانی اور ثانیاً حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی رحمہما اللہ سے ہوئی- اور مسئلۂ وجود کے موجد شیخ اکبر محی الدین ابن عربی

رحمہ اللہ ہیں مخدوم کی تحریرات سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بھی حضرت محی الدین
ابن عربی کے ہمخیال تھے۔ چنانچہ تحفہ غیبی میں آپ سے منقول ہے
کہ: "بزرگان گفتہ اند برائے تصور لَیْسَ فِی الْوُجُوْدِ سِوَی اللہ۔ صورتے کہ
در آئینہ دیدہ می شود آن صورت اصلی ندارد۔ جمیع مخلوقات ہمچنین ہست در جنب ہستی و
عظمت حق تعالٰے۔ و وجودِ سایہ از آفتاب ہست۔ و تا وجود آفتاب نباشد سایہ
نباشد۔ و آنجا کہ آفتاب ہست سایہ نیست۔ مثال ہر وجود کہ غیر وجود اللہ ہست جل و علا
بمثال سایۂ آفتاب ہست"۔ پھر شرح آداب المریدین میں تحریر فرماتے
ہیں کہ: "اہل وحدت میگویند کہ وجود بر دو قسم ہست۔ وجود حقیقی و وجود خیالی۔ وجود حقیقی وجود
خدا است۔ و وجود خیالی وجود عالم ہست۔ عالم خیال و نمائش ہست و بحقیقت وجود ندارد۔ اما بجا۔
وجود حقیقی کہ وجودِ خدا است این چنین موجود می نماید۔ چون موجوداتیکہ در آب و در خواب و در آئینہ
می نماید و بحقیقت وجود ندارد۔ و اہل تصوف میگویند کہ عالم و اہل عالم ہر یکے وجود حقیقی دارند۔
اما وجود خدا تعالٰے قدیم ہست و وجود عالم حادث ہست۔ و چون بر اہل وحدت وارد می کنند۔
کہ ما چگونہ خیال و نمائش باشیم کہ بعضے از ما در خوشی و بعضے در ناخوشی و بعضے در رنج و بعضے در راحت
و ہمچنین خلاف احوال دیگر۔ جواب میگویند مگر تو ہرگز خواب نکردہ و در خواب این چیزہا ندیدہ کہ کسے در خواب
یکے را می ترساند آن کس در رنج ہست و یکے را می نوازد و آن کس در راحت ہست۔ و شک نیست
کہ این ہمہ خیال و نمائش ہست۔ و ہر چند کہ این چیزہا خیال و نمائش ہست اما خیال و نمائش را بحقیقت
دلالت ہست۔ از ان خیال و نمائش می گزرند تا بدان حقیقت می رسند معبر را ازین جہت معبر

نی گویند کہ مردم را ازین خیال می گزرانند و بحقیقت آن میرسانند ہمچنین این خیال و نمایش را بر حقیقت دلالت ہست و آن حقیقت وجود خدا ہست عز و جل - و کاملان معبر انند ازجہت آنکہ مردم را ازین خیال و نمایش می گزرانند و از حقیقت کہ وجود خدا ے تعالے ہست خبر می دہند - و این وحدت ہست کہ مطلوب طالبان و مقصود سالکان ہست - و چون سالک بہ تمام وحدت رسید دید و دانست کہ ہستی مر خدا ے راست - پس کثرت برخاست و شرک برخاست و حلول و اتحاد برخاست و قرب و بعد برخاست و فراق و وصال برخاست خدا ے اند جل جلالہٗ - و خدا ے ہمیشہ بود و ہمیشہ باشد - امّا سالک در خیال و پندار بود کہ می پنداشت کہ خداوند وجود دارد و غیر او ہم وجود دارد - اکنون ازان خیال و پنداشت بیرون آمد - و بعلم الیقین و عین الیقین دید و دانست کہ وجود یکے بیش نیست و آن وجود خدا ہست عز و جل - ازین نظر گفتند - **ابیات** - دوئی را نیست رہ در حضرت تو ؛؛ ہمہ عالم توئی و قدرت تو ؛؛ وجود کون ظل حضرت تست ؛ ہمہ آثار و صنع قدرت تست ؛؛ - رسالہ **ارشاد السالکین** مین مخدومنے اس بحث مین جو کچھ لکھا ہے اوسکا ذکر کرنا بھی اس جگہ فائدہ سے خالی نہوگا - آپ فرماتے ہین کہ ؛ - جب اللہ جل شانہ کی یہ خواہش ہوئی کہ اپنے کو ظاہر و ہویدا کرے اور اون صفتون کہ جو اوسکی ذات مین ہین ہویدا کرے تو اوسنے اسپنے نور کو عالم ظاہر کی تمثیلات سے ظاہر کیا - اور اپنی ذات کو کسوت خلق پہنایا - ؎ چو اظہار گشتن ہمی خواستم ؛ صفتہاے خود در خود آراستم ؎ بہر صورت نمودم ذات خود را ؛ گہے بر شکل آدم گاہ حوا ؛؛ -

وہ نور منزّہ کو رعالم لاہوت سے کہ منور ہے عالم جبروت مین آیا اور کسوت
جبروتی پہنکر **روح** کہلایا - اور جب عالم جبروت سے عالم ملکوت مین آیا تو
کسوتِ ملکوتی پہنکر **قلب** کہلایا اور جب عالمِ ملکوت سے عالم ناسوت
مین آیا تو کسوتِ ناسوتی پہنکر **قالب** وجسم کہلایا - اسی عالم کو ملک ظاہر
کہتے ہین - **اشعار** - وجودے ندارد کسے جز خدا ۞ ہمون بود وباشد
ہمیشہ بجا ۞ بہر سو نظر کن جمالش عیان ۞ کسے نیست جز وے حقیقت بدان ۞
یہ بات جاننی چاہیئے کہ ملک عبارت ہے عناصر اربعہ سے یعنی خاک و باد و آب
و آتش - ان سب کی اصل نور ہے - جب نور نزول کرتا ہے تو عالمِ کثیف
مین آکر نار ہو جاتا ہے - اور جب نار کثیف ہوتا ہے تو باد ہو جاتا ہے - (اگر
وہ متحرک ہوا تو باد کہلایا ورنہ ہوا) اور جب باد مین کثافت آتی ہے تو آب
ہو جاتا ہے - اور جب وہ کثیف ہو جاتا ہے تو خاک ہوتا ہے - یہ سب
ایک وجود ہے - اور ایک نور سے متصور ہے - تمثیلاً نیشکر کو لو - یہہ
لطیف لطیفِ لطیف ہے - کبھی راب کی صورت مین - کبھی شکر کی شکل
مین اور کبھی قند کی کسوت مین جلوہ پذیر ہوتا ہے - یہ سب اَز اِن نیشکر ہی ہین حقیقت
کی نظر سے دیکھو تو تمام شیرینی باوجود مختلف مزون کے عین نیشکر ہے - غیر نہین
شعر - از جمالِ صبغۃ اللہ عالمے پر نور ہست ۞ ہر کجا بینی تو نورے او تصور می شود ۞
اَنَا مِن نُوْرِ اللّٰہِ وَالْخَلْقُ کُلُّھُمْ مِنْ نُوْرِیْ کا مطلب یہی ہے

حل ہوتا ہے۔ یہ سب ایک وجود ہے اور ایک نور سے صورت پذیر ہوا پس
یہ بات ثابت ہوئی کہ بجز ایک وجود کے دوسرا وجود متصور نہین ہے۔ اور
بجز حق تعالے کے دوسرا وجود نہین ہے۔ **اشعار** ہر چہ بینی بار ہست اغیار
نیست ۞ غیر او غیر وہم و جز پندار نیست ۞ از جمال وہو معکم جلوہ ہاست ۞
لیک ہر کس لائق دیدار نیست ۞ یہ سب جو غیر دیکھتے ہو اور غیر کہتے ہو یہ
غیر اعتباری ہے نہ کہ حقیقی۔ کیونکہ غیر حقیقی محال ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے
کہ اگر مین غیر حقیقی کہون یا تصور کرون تو دو وجود لازم آتے ہین۔ اور دوسرا
وجود جب تک کہ پہلا وجود منقطع اور منتہی نہو لے متصور نہین ہوتا۔ اور اللہ
کے وجود کے لئے حد و نہایت محال ہے۔ یہان پر یہ سوال ہوتا ہے کہ کیونکر
یہ سب اللہ تعالے کا وجود ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اللہ کو نہ تو صورت ہے نہ شکل
اور نہ رنگ۔ بلکہ یہ کچھ کہ عالم ظاہر مین پائے جاتے ہین اللہ کے وجود مین ایک
بھی ان مین سے نہین ہے۔ اور حق تعالے کا وجود منزہ ہے۔ اسکا جواب
یہ ہے کہ البتہ اوس مین نہ حرف ہے نہ صوت ہے۔ نہ ترکیب ہے اور نہ تقطیع
مگر یہ سب قرآن مصحف مین جو لکھا ہوا ہے موجود ہین۔ اگر کوئی یہ کہے کہ قرآن
کلام الٰہی نہین ہے تو یہ کہنے والا کافر ہے۔ اور اگر کوئی یہ کہے کہ قرآن اس
ترکیب اور اس نظم کے ساتھ ظاہر نہین ہوا تو بھی وہ کافر ہے۔ کیونکہ قرآن
اسی نظم و ترکیب کے ساتھ ظاہر ہو کر موجود ہوا ہے۔ اسیلئے اگر کوئی

اسکے وجود ظاہر کا منکر ہو کہ اسکا وجود نہین ہے تو کافر ہوگا۔ کائنات
مین جو کچھ صورت مین مقید ہے مخزنِ وجود سے اوسی شکل مین آیا ہے
شعر بحر قدم چو موج برآرد ز بطنِ خویش ٭ آن را حدوث خواندن
در شرع احمد ہست۔ معرفت مین اسکے ورا سے کہ یہ صورت و معنے
ایک ذات واحد ہین مین نے کوئی مقام نہین دیکھا۔ وجہ دوسری
اثبات کفر کی یہ ہے کہ ظاہر و باطن اللہ کا نام ہے ظاہر
کے معنے ہین "پیدا بہستی"۔ اور باطن کے معنے "نہان از چگونگی"۔
ظاہر سے مراد یہی وجود ہے۔ عالم ظاہر ہے اور عین باطن۔ اور وہی
باطن اس شکل و صورت سے ظاہر ہوا ہے۔ باطن مین کوئی شکل و صورت
نہین نہ ہے۔ پس جو شخص کہ عالم ظاہر کے وجود کا منکر ہوا جان لو کہ اسم
ظاہر خدا کا منکر ہوا۔ اور جو شخص کہ خدا کے اسماء مین سے کسی اسم کا
منکر ہوا وہ کافر ہوا۔ الظاہر و الباطن اللہ کا نام ہے۔ خدا
کی ذات کو اسی وجہ سے نہ تو تشبیہ کہتے ہین اور نہ تنزیہ۔ علی الاجمال اسکو
متصف بہر دو صفات کہتے ہین۔ اللہ تعالے بعد تنزل ہے کہ بغیر اسکے
کہ کلام نفسی مین کوئی تغیر ہو عالم مین ظاہر ہوا۔ اسکو یون سمجھو کہ اگر کوئی شخص
کوئی مقصد رکھتا ہو اور چاہتا ہو کہ اوسکو ظاہر کرے تو جب تک کہ حرف و
صوت کی صورت مین اظہار نہ کرے تب تک مقصود حاصل نہین ہوسکتا

پھر چاہئے کہ حروف وصوت کے اظہار سے اوسکے خاطر مین کوئی تغیر لازم آئے

ایسا نہین ہوتا ہے۔ اللہ جل شانہ کی عالم ظاہر کے ساتھ یہی مثال ہے۔

اوسکی ذات وصفات مین تغیر لازم نہین آتا ہے۔ هُوَ الْآنَ كَمَا

كَانَ لَا تَغَيُّرَ فِيْ ذَاتِهٖ وَصِفَاتِهٖ بِحُدُوثِ الْأَكْوَانِ

دوسرے یہ کہ جبرئیل علیہ السلام پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس دحیہ کلبی رضہ

یا اعرابی کی صورت مین آتے تھے۔ جبرئیل عم کی یہ صورت نہ تھی۔ کیونکہ جبرئیل

روحانی ہین اور وہ دکھلائی نہین دیتے۔ لیکن وہ اس تمثل سے آتے

تھے۔ اب اگر کوئی کہے کہ جبرئیل عم نہ تھے تو وہ حضرت مصطفے علیہ السلام

کے پاس جبرئیل عم کے آنے سے منکر ہوا اور کافر ہوا۔ عارف کا مقصود

اس مقام سے یہ ہے کہ ایک سے زیادہ وجود نہین ہوا اور وہ وجود اس صورت

مین نہان سی ظاہر ہوا ہے۔ **اشعار** اے زحسنت پرتوے در چہرۂ ہر

دلبرے ٭ عشق تو در ہر دلے وشوق تو در ہر سرے ٭ عاریت از حسن تو

در ہر کسے بنہادہ اند ٭ نیست جز تو ہیچ در عالم بمعنے دلبرے ٭

یہان پر بیجا نہین ہوگا اگر مین معیت خداوند تعالے کے مسئلہ کو

چھیڑون۔ چونکہ اس مسئلہ کو مسئلہ وحدت وجود و وحدت شہود کے ساتھ

خاص تعلق ہے اسلئے اسکا ذکر اول الذکر مسائل کے ساتھ نہایت موزون

ہے۔ یہ مسئلہ صوفیہ کرام کے درمیان ایک نہایت مہتم بالشان مسئلہ ہے

مسئلہ معیت خداوند تعالے با جمیع اشیاء

حضرت مخدوم علیہ الرحمہ کی جو رائے اس مسئلہ پر ہے اول اوسکو مین آپ کی تحریرون سے التقاط کرکے لکھتا ہون اور پھر اوسکے بعد حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمتہ جو حضرت مجدد الف ثانی کے پیر ہین اونکی رای کو بھی نقل کرونگا تاکہ صاحبانِ بصیرت پر ہویدا ہو کہ ان دونون حضرات مین کہانتک اختلاف ہی۔

مسئلہ معیت پر مخدوم کی رای

تحفۂ غیبی مین مخدوم فرماتے ہین کہ:- "بودن خداوند عزوجل با جمیع موجودات مساوی ہست - این چنین نیست کہ با یکے قریب ہست و از دیگرے بعید - خدا با ہمہ است اعلی علیین و اسفل سافلین در قرب و بعد برابر اند - و بعد و قرب بہ نسبت علم و جہل ما گفتہ اند یعنی کسیکہ عالم تر قریب تر ہست و کسیکہ جاہل تر ہست بعید تر ہست - ورنہ ہیچ ذرہ از ذرات عالم نیست کہ خداوند با آن نیست و بدان محیط نیست و بآن آگاہ نیست - و از اُولٰئِکَ ھُمُ الْمُقَرَّبُوْنَ مراد قرب کرامت و معرفت ہست - اگر یکے طاعت و عبادت و معرفت و موافقت محبت با خداوند عزوجل دارد بہ نسبت کسیکہ او این ہمہ ندارد بخداوند نزدیک ہست یعنی بدین نسبتہا نزدیک ہست - گفتہ اند کہ مفہوم قرب چہار مرتبہ دارد عقل را ادراک سہ مرتبہ او ہست - قرب زمانی قرب مکانی - قرب عقلی - اما قرب آفریدگار تعالی بہر موجود ہست - و سر وَھُوَ مَعَکُمْ جز عارف صاحب بصیرت نداند - و این مرتبہ چہارم ہست در قرب" پھر فرماتے ہین :- "وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ - اہل التصوف این معیت را معیت را بجمع میگویند جز این سہ معیت کہ مفہوم و معلوم متکلمان ہست - و بر حقیقت میرانند و میگویند

کہ حق تعالیٰ با ہمہ ذرہ ہا بذاتہٖ موجود ہست - امّا معیتِ او نہ چون معیتِ اجسام ہست با اجسام کہ او
جسم نیست - و نہ چون معیتِ جوہر است با اجسام کہ او جوہر نیست - و نہ چون معیتِ عرض است
با جوہر کہ او عرض نیست - آرے معیتِ روح با جسد مثالِ معیتِ بحق ہست با کل کائنات - زیرا چہ
روح نہ درون قالب ہست و نہ برون قالب و نہ متصل ہست بقالب و نہ منفصل از قالب
بلکہ روح از عالمِ دیگر ہست و قالب از عالمِ دیگر - و روح از عوارضِ اجسام و اجزاے آن از دخول
و خروج و اتصال و انفصال و جز آن ہیچ نیست - و با این ہمہ ذرہ از ذراتِ قالب نیست -
کہ نہ روح با او بحقیقت موجود ہست - معیتِ حق سبحانہ تعالیٰ با ذراتِ عالم ہم برین مثال است -
مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ اشارہ بدین سر ہست - سوال اینجا
وارد میکنند بر ایشان کہ ازینجا لازم می آید کہ حق سبحانہ تعالیٰ بذاتہٖ در موضع قذر ہم باشد و این
شنیع و منکر ہست (عفنہ و کثیف ۱۲) جواب میگویند کہ اتفاق جملہٴ اہلِ اسلام ہست کہ ہمہ انواع نجاسات و قاذورات
حق تعالیٰ می آفریند و نگاہ می دارد کہ بے حفظ او بقا محال ہست و اندرین ہیچ عیبے و نقصانے
لازم نمی آید - اندرین معیت نیز ہیچ لازم نہ آید با آنکہ معلوم ہست کہ فعل بے فاعل و صفت بی موصوف
ہرگز نہ بود - و دیگر میگویند کہ روح کہ متصرف ہست در ہمہ اجزاے از قالب موجود ہست با ہمہ ذرہ ہاے
قالب و زندگی ہم بدو ہست - و با این ہم از چیزہاے کہ در باطنِ قالب ہست از خون و جز آن
ہیچ خللے و نقصانے در طہارت و پاکی روح نہ - بلکہ روح اگر ہزار سال با قالب صحبت کند
ہمچنانکہ پیش از تعلق با قالب بود پاک و مطہر ہمچنان باشد - و متکلم (اے اہلِ کلام و استدلال ۱۲) معیتِ ذاتِ احدِ حقیقی
با ہمہ ذرات نامتناہی فہم نہ توانست کرد بے تقدیر و تجزی و تقسیم و حلول آنرا ممکنہ - لاجرم تاویل کرد"

پھر اوسی **تحفۂ غیبی** میں دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ :- "معیت جسم با جسم معیت حقیقی نیست۔ و این معیت را ارباب تحقیق معیت بحقیقت نمی گویند معیت حقیقی آنست کہ با آن چیز کہ معیت دارد محیط او گردد۔ و احاطت چیزے بچیزے از لطافت آن چیز است۔ ہر چند چیزے لطیف تر احاطت او بیشتر۔ تا **عین القضاۃ** در تقریر احاطت لطیف تا لطافت حق عزوجل رسانیدہ است، کہ چون حق سبحانہ تعالیٰ لطیف مطلق است لطافت او ہیچ لطافتے نماند احاطت او بجملہ ذرات عالم ہم بنسبت لطافت او باشد یعنی ہر کہ لطیف مطلق باشد محیط مطلق باشد۔ . . . . . . چون معیت نزدیک ایشان احاطت باشد پس معیت جسم با جسم معیت جوہر با جوہر معیت نباشد، اتصالے باشد نہ حقیقت معیت۔ و حقیقت معیت سر وَهُوَ مَعَكُمْ است۔ جز عارفان صاحب بصیرت ندانند عقل از ادراک آن عاجز است۔"

مسئلہ معیت پر خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ کی رائے

حضرت باقی باللہ علیہ الرحمۃ اس مسئلہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ :

"سر معیت غیب ہویۃ حق سبحانہ تعالیٰ با اشیا در غایت خفا و بطون است۔ حقیقت این دریافت موقوف است بر پے بردن بر تنزیہ مطلق و اطلاق صرف آنحضرت و تنزلات او بصور علمیہ و بودن آن صور برازخ بین الموجود و المعدوم ای الجامع بین الوجود و العدم فانہ من خواص منزل العلم۔ بیت۔

از تو اے بے رنگ با چندین صور ٭ ہم مشبہ ہم منزہ خیرہ سر ٭

و ہمچنین موقوف است بر شناخت آنکہ آن صور علمیہ را یک نسبت مجہول الکیفیتے بحضرت ظاہر پیدا شدہ کہ آن حضرت

درکسوتِ آن صور برآمده وآن صور آئینهٔ اسما و صفات او شده ـ و اسما و صفات
او عین اوست ـ فَهُوَ مَعَكُمْ فِي الْعِلْمِ وَالْعَيْنِ رُوْحًا كَانَ
اَوْ مِثَالًا اَوْ حِسًّا ـ لیکن معیت خانه معیت اعمال ست با صور خیالیه از اشجار
و قصور بر مذہب محققین ـ که قصور و اشجار آن موطن را بالذات با عمل یکے میگویند
پس چنانکه عمل در موطنے عرض ست و در موطنے جوہر آن ذات متعالیه در مرتبهٔ منزه است
از تعین و تمیز و اشارت و عبارت و در مرتبهٔ قابل این امور ـ و معیت خانه عین ہمچنین
معیت نقطهٔ جواله ست با دائرهٔ موہومه فی الخارج ـ پس چنانچه نقطه را با دائره یکے
نسبتے واقع ست که واسطهٔ ظهور دائره در خارج و نمود نقطه در کسوت دائره شده ہمچنین
ذات حق و غیب مطلق او را بقدرت کامله اش یکے نسبتے به تنزلات علمیه واقع شده
که سبب ظهور آن تنزلات در خارج و نمود آن ذات بحسب اسما و صفات در کسوت آن
تنزلات شده ...... حضرت احد جل شانه بے توہم حلول و اثنینیت و بے شائبهٔ چونی
و چگونگی در ہمه جا با ہمه ست سخن ساقی کوثر امیر المومنین علی ست رضی الله عنه که هُوَ
مَعَ كُلِّ شَيْءٍ لَا بِمُقَارَنَةٍ وَغَيْرُ كُلِّ شَيْءٍ لَا بِمُزَايَلَةٍ
اگر اثنینیت می بود لابد مقارنة می بود غریب صورتے نمی بست ـ و اگر وہم محض می بود
چنانچه حکماے جسمانیه میگویند معیت است نمی آمد ـ و ہر آئینه روے نه می نمود ـ آوازهٔ
اَلْعَجْزُ عَنْ دَرْكِ الْاِدْرَاكِ اِدْرَاكٌ درین مقام ست ـ مریدانِ وجه
مطلق و مشتاقان غیب ہویّه میگویند که ہر چه دیده شده و دانسته شده ہمه غیر ست ـ لیکن کلمه

کا نفی آن می باید کرد۔ یکے از عارف رومی قدس سرہ پرسید کہ حق چیست و عقل کیست۔ فرمود حق آنکہ ہیچ وجہ مدرک نشود و عقل آنکہ ہیچ وجہ جز یاد آرام نگیرد۔ع قلقے ہست بے نہایت درد یست بے دوا"

مخدوم و خواجہ دونون الفقیر مسئلہ میں متفق الآرا ۱۲

میرے خیالِ ناقص مین دونون حضرات مسئلہ متذکرہ صدر مین متفق الآرا ہین جو کچھ فرق ہے وہ صرف اظہار مدعا مین صرف طرز بیان کا تفاوت ہے ورنہ ماحصل دونون کا ایک ہے۔

انسان اور معرفتِ اشیا کما ہیہ ۱۲

معرفتِ اشیا کما ہے کسکو کہتے ہین اور انسان کے احاطۂ قدرت مین ہے یا نہین اسکی نسبت مخدوم تحفۂ غیبی مین فرماتے ہین کہ :" معرفتِ اشیا کما ہے این باشد کہ چنانچہ ہر چیزے ہست با علم و حکمت و معانی کہ در وے ہست ہمچنان بدانست او بدید۔ و این دانستنِ علم و حکمتِ حق سبحانہ تعالیٰ ہست کسے راکہ در علم و حکمت اشیا سلوک می افتد آن سلوکِ اورا نہایت نیست۔ زیراکہ او بیشتر شدہ ہست بدین کہ علم و حکمت، خداوند بدانم۔ علم و حکمت خداوند را نہایت نیست۔ کہ چندانکہ می بیند و میداند بیشتر می یابد"۔ پھر فرماتے ہین کہ :" علم و حکمت خداوند را نہایت نیست و آدمی زاد ذونہایت ہست۔ ذونہایت مر لانہایت راچگونہ دریافتن تواند"۔

نفس و روح

صوفیون کے درمیان نفس و روح کے مسئلے بھی نہایت اہتمم بالشان ہین۔ مخدوم نے ان پر جو کچھ لکھا ہے اوسکو بھی ہین آپ کی مختلف

مختلف تحریرون سے التقاط کر کے ہدیۂ ناظرین کرتا ہون :۔

نفس

نفس کی نسبت آپ فرماتے ہین کہ لوگونکو اسمین اختلاف ہے کہ نفس کیا ہے۔ مختلف شخصون کے مختلف و متضاد اقوال ہین۔ لیکن اس گروہ کے محققون کے دو قول ہین۔ ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ نفس "عینے است مُودع اندر قالب چنانکہ روح"۔ دوسرا گروہ یہ کہتا ہے کہ نفس "صفتے است مر قالب را چنانکہ حیات"۔ لیکن اس امر مین دونون متفق ہین کہ اظہار اخلاق ذمیمہ و افعال ناپسندیدہ کا سبب یہی ہے۔ اور اسکی دو قسمین ہین۔ ایک معاصی اور دوسری اخلاق ذمیمہ۔ معاصی اوصاف ظاہر سے ہین۔ اور اخلاق ذمیمہ اوصاف باطن سے۔ اسیطرح ریاضت کو افعال ظاہر سے تعلق ہے اور توبہ کو اوصاف باطن سے۔ اسیلئے معاصی کو ریاضت و زہد کے ذریعہ سے دفع کر سکتے ہین اور اخلاق ذمیمہ کو توبہ سے۔

روح

روح کی نسبت آپ فرماتے ہین کہ اس مسئلہ مین بڑا اختلاف ہے۔ ایک گروہ اسکو جسم کہتا ہے۔ دوسرا جوہر۔ تیسرا عرض۔ چوتھا قدیم۔ پانچوان محدث۔

ترسا کا مذہب یہ ہے کہ روح قدیم ہے۔ بعضے فلاسفہ بھی اسی کے قائل ہین۔ سنت و جماعت کہتے ہین کہ۔ اَلرُّوحُ شَیْءٌ اِستَاثَرَہٗ

اللہ بعلمہ ولم یطلع علیہ احد من خلقہ ولا یجوز
العبارۃ عنہ باکثر من موجود لقولہ تعالیٰ یسئلونک
عن الروح ۔ قل الروح من امر ربی ۔ فقہا اور ائمہ کا بھی
یہی اعتقاد ہے کہ اللہ نے روح کی ہستی سے تو خبر دی کہ کہا یسئلونک
عن الروح ۔ لیکن اس کلام سے کہ قل الروح من امر ربی
اسکے قایم ہونے کی نفی کی ۔ کیونکہ امر کا تابع سوا ے مخلوق و محدث کے
اور کچھ نہین ہوتا ۔ پس جیسا کہ اللہ نے کہا ہم اوسکے ہم مقر ہین لیکن یہہ
نہین بتا سکتے کہ کیا ہے اور کہان ہے ۔ کیونکہ اوسکے صانع نے صرف اوسکے
ہونے کی خبر دی ہے اوسکی ماہیت و کیفیت سے خبر دار نہین کیا ۔ اسی لئے بزرگون
کا قول ہے کہ اللہ نے اپنے مخلوقات مین سے ایک مخلوق کو یعنی روح کو ظاہر
نہین کیا کہ کیا ہے اور کہان ہے اسلئے خلق اوسکی شناسائی سے عاجز آگئی ۔ اس
مین غرض یہ تھی کہ لوگ جانین کہ جب مصنوع کو بغیر تعریف صانع کے نہین
پہچان سکتے ہین تو پھر صانع کو بجز اسکے کہ وہ خود اپنی تعریف کرے کیونکر پہچان
سکتے ہین ۔ مولانا روم فرماتے ہین ۔ بیت بشنو این خطاب را
ساختہ شو جواب را ؂ ذرہ مر آفتاب را گشتہ عظیم آیتے ؂ جملہ ملوک راہ دین
جملہ ملائک امین ؂ سجدہ کنان کہ اے صنم بہر خدا کے رحمتے ؂ ایک دوسرا
کہتا ہے بیت تن زندہ بجان و جان نہانی ؂ تو از جان زندہ و جان انمانی ؂ ؂ ؂

زہے صنع نہان و آشکارا ؛ کہ کس را جز خموشی نیست یارا ؛

روح کی نسبت ابو بکر قحطی کا قول اور اوس کی جانچ پڑتال

اصل یہ ہے کہ اس مسئلہ مین ابو بکر القحطبی کے قول نے کل
صوفیون کے طبقہ کو مورد طعن بنا رکھا ہے۔ اسیلیئے مخدوم نے انکے
قول کی پوری چھان بان کرکے اس بات کو دکھلادیا ہے کہ انکے قول
سے کہانتک پورا گروہ قابلِ اعتراض ہو سکتا ہے۔

آپ فرماتے ہین کہ روح کی نسبت ابی بکر القحطی کا یہ قول
کہ لَمْ یَدْخُلْ تَحْتَ ذُلِّ کُنْ ظاہر کرتا ہے کہ انکے نزدیک
روح نہین ہے مگر زندہ کرنا اور زندگی یعنی اللہ نے جسم کو زندہ کیا تو وہ
زندہ ہوگیا۔ اَلْاِحْیَاءُ صِفَۃُ الْمُحْیِیْ۔ یعنی زندہ کرنا صفت زندہ کرنیوالے
کی ہے۔ کَالتَّخْلِیْقِ صِفَۃُ الْخَالِقِ انھون نے اس طرح استدلال
کیا ہے کہ خدا فرماتا ہے قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ۔ اور خدا کا امر
اوسکا کلام ہے اور اوسکا کلام غیر مخلوق ہے۔ پس (بقول قائل)
جسم زندہ ہوا خدا کے قول سے کہ اوسنے کہا کُنْ حَیًّا۔ اور روح معنے
کالبد کے اندر نہین ہے۔ لیکن بزرگون نے کہا ہے کہ یہ درست نہین
ہے۔ درست یہ ہے کہ روح معنے کالبد کے اندر ہے اور مثل کالبد کے
مخلوق ہے۔ اور ابو بکر قحطی نے جو یہ کہا ہے کہ لَمْ یَدْخُلْ
تَحْتَ ذُلِّ کُنْ۔ یہ قدم کی جانب اشارہ ہے۔ کیونکہ جتنی اشیا ہین

دو طرح کی ہین - مُحدث یا قدیم - جو محدث ہین وہ ذلِ کُن کی تحت مین
آتی ہین اور جو قدیم ہین وہ اوسکی تحت مین نہین آتی - اسلیئے اوسکو
قدیم کہا - کیونکہ ہر موجود جو محدث نہین ہی وہ قدیم ہے - مگر یہ باطل ہے
اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ روح جسکو جسد سے تعلق ہوتا ہی اور جسکی وجہ سے
وہ جسد زندہ کہلاتا ہے وہ اس جسد کی صفت ہی - کیونکہ یہ جائز نہین ہی کہ کسی
ذات کی صفت اوسکے غیر مین ہو - پس روح صفت اوسی زندہ کی ہے - اور یہ
ذات حی محدث ہے - اور محال ہے کہ ذاتِ محدث کی صفت قدیم ہو جیساکہ
ذاتِ قدیم کے لئے صفتِ محدث محال ہے - لیکن جیساکہ کہا گیا ہے
کہ لَیْسَ اِلَّا الْاِحْیَاءُ وَ الْاَحْیَاءُ صِفَۃُ الْمُحْیِیْ کَالتَّخْلِیْقِ
صِفَۃُ الْخَالِقِ یہ استدلال بر سبیل خطا ہے - کیونکہ اگر اسکو روح
کی نسبت صحیح مان لیتے ہین تو تمامی صفتون مین ایسا ہی ماننا پڑیگا
اور یہ کہنا ہوگا کہ ساکن سکون کی وجہ سے ساکن نہین ہی بلکہ مُسکِّن کی
کی تسکین کیوجہ سے ساکن ہے - اور کوئی متحرک حرکت کیوجہ سے
متحرک نہین ہے بلکہ مُحرِّک کی تحریک کیوجہ سے متحرک ہی - بلکہ خواب و
بیداری - تندرستی و بیماری تمام صفات مخلوقات کو اسی اصل پر ماننا
پڑیگا - اور یہ کہنا پڑیگا کہ یہ سب ذلِ کُن کی تحت مین نہین آتے لیکن
یہ درست نہین ہے اور جب ایسا ہی تو وہ بھی درست نہین ہی - اور اس

قول ربانی سے کہ قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ جو استدلال ہوا ہے
وہ بھی غلط ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ نے یہہ نہین کہا کہ قُلِ الرُّوحُ اَمْرُ
رَبِّیْ بلکہ یہ کہا ہے قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ پہلے
روح کو ثابت کیا پھر یہ کہا کہ "روح از امر من ہست"۔ روح امر نہین
ہے۔ بلکہ مِنْ اَمْرِ ہے۔ اگر اس بات سے روح کا غیر مخلوق ہونا
لازم آتا ہے تو یہ بھی لازم آئیگا کہ کل چیزین غیر مخلوق ہون۔ کیونکہ جیسے
روح اوسکے امر سے ہے ویسے ہی سب چیزین اوسکے امر سے ہین۔ اسکی
وجہ یہ ہے کہ وہ امر تکوین ہے۔ کُنْ فَیَکُوْنُ۔ عرش سے ثرےٰ تک
ازل سے ابد تک جتنی محدثات ہین سب کی صفت یہی ہی کہ کُنْ فَیَکُوْنُ
حالانکہ سب محدث ہین نہ کہ قدیم۔ اسلئے محال ہے کہ روح قدیم ہو۔
بہت سے لوگ اس گروہ کو مسئلہ روح کی وجہ سے ضال
وگمراہ سمجھتے اور انکی تکفیر کرتے ہین اور کہتے ہین کہ یہ روح کو قدیم
مانتے ہین۔ ترسا کو موقع ملا اونھون نے کہنا شروع کیا کہ اہل اسلام
کا ایک گروہ میرے ساتھ ہے اور روح کو قدیم کہتا ہے معترضین
ابو بکر قحطبی کے الفاظ کو حجت پکڑتے ہین۔ مگر اولاً تو یہ امر خود
تحقیق طلب ہی کہ آیا حقیقتاً یہ الفاظ ابو بکر قحطبی کے ہین یا نہین
ہوسکتا ہے کہ لوگون نے جھوٹھ یہ الفاظ اوسکی طرف منسوب کردی ہون

اور اس سے غرض اسلام کی برائی ثابت کرنی اور اپنے مذہب
کی تقویت ہو۔ اور لوث ضنا یہ محقق بھی ہو اور ابو بکر قحطی کا
یہ اعتقاد بھی ہو تو ایک شخص کی خطا سے گروہ کا گروہ ضال اور
کافر نہین ہو سکتا۔ اگرچہ مین نے اسکو بیان کردیا ہے کہ اوسکی
یہہ مراد نہین ہے کہ روح قدیم ہے۔ بلکہ صرف اسقدر کہ روح معنے امر ہے
مجھی کا۔ نہ کہ ایک صفت جو حق مین ہو۔ اور یہ روح کو قدیم جاننا نہین ہی
با اینہمہ اس جگہ یہ بتلا دینا ضرور ہے کہ ابو بکر قحطی سے استدلال مین
خطا ہوئی ہے۔ اور اگر استدلال مین مستدل سی خطا ہو جاے تو اس سے
مستدل کافر نہین ہو سکتا۔ پس جب ایک خطا کیوجہ سے اوسکو کافر
نہین کہہ سکتے ہین تو محال ہے کہ ایک گروہ کے گروہ کو اوسکی خطا کی وجہ سے
ضال کہدین اور کافر سمجھین۔ اور وہ بھی ایسی حالت مین کہ پورا گروہ اوسکو
اس استدلال مین غلطی کہتا ہو۔ اور اگر اسوجہ سے پورا گروہ ضال ہو جاے
تو پھر عالم مین کوئی محقق اس سے بچ نہین سکتا۔ کیونکہ اہل حق کا کوئی گروہ
ایسا نہوگا جس مین ایک بھی مخطی نہو جسکو کافر نہ کہتے ہون۔

اسکے بعد مخدوم فرماتے ہین کہ صاحب تعرف رحمۃ اللہ علیہ
کا قول ہے کہ روح و قلب و نفس و دنیا یہ چار چیزین وہ ہین جن کا
نام تو اللہ نے اپنی کتاب مین لیا اور شریعت بھی ان چارونکی نسبت

ناطق ہے اور خلق کا بھی انکے وجود پر اجماع ہے لیکن جو کچھ کہ ان چارون کی نسبت بیان کیا گیا ہے وہ صرف انکی تاثیرات و صفات و افعال کی نسبت سے کہین انکی حقیقت اور ذات سے بحث نہین کیگئی۔ خواجہ **عطار** کہتے ہین۔ **اشعار** جان بلندی داشت و تن پستی زخاک ٭ مجتمع شد خاکِ پست و جانِ پاک ٭ چون بلند و پست باہم یار شد ٭ آدمی اعجوبۂ اسرار شد ٭٭ ہیچ کس واقف نشد ز اسرار او ٭ نیست کار ہر گدا سے کار او ٭ ٭ چند گوئی جز خموشی راہ نیست ٭ زانکہ ہر گز زہرۂ یک آہ نیست ٭ بزرگون کا کلام ہے کہ اگر عقل سے روح کی نسبت کچھ کہنا روا ہوتا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اسکے سزا وار تھے۔ کیونکہ اونکی عقل موحد و ملحد دونون کے نزدیک مسلم تھی۔ موحد اونکو رسول مانتے ہین اور رسول عاقل ترین خلق ہوتا ہے اور ملحد اونکو **ابو جعفر حکیم** کہتے ہین اور حکیم کامل العقل ہوتا ہو اسوجہ سے اونکی عقل پر اتفاق ہے۔ مگر جب اون سے روح کی نسبت سوال کیا گیا تو چاہیے تھا کہ عقل سے جواب دیتے مگر اونھون نے عقل سے جواب نہین دیا بلکہ توقف کیا۔ جب اون پر وحی آئی تب اونھون نے روح کا تو اثبات کیا اور اوسکی ماہیت اور کیفیت کی نسبت کچھ جواب نددیا۔ پس ما را چہ رسد مشائخ کہتے ہین کہ بعضون نے روح کو کسی نہ کسی صورت مین دیکھا بھی ہے۔

اور یہ ممکن ہے۔ کیونکہ اوسکا موجود ہونا مسلّم ہے۔

روح کا تعلق جسم کے ساتھ قبل از موت و بعد از موت۔

موت سے پہلے اور موت کے بعد روح کو جسم کے ساتھ کس طرحکا تعلق رہتا ہے۔ اسکی نسبت مخدوم فرماتے ہین کہ۔ موت کے قبل روح کا تعلق قالب کے ساتھ ویسا ہی ہے جیسا صانع کا تعلق آلہ کے ساتھ۔ یہ تعلق ایسا نہین ہے کہ اگر آلہ نہو تو صانع کا عدم ہو جاے۔ اسی طور سے روح کو اپنی بقا مین جسم کے ساتھ اس سے زیادہ تعلق نہین ہی کہ روح اس قالب کے واسطہ سے کام کرتی ہے۔ زبان کے ذریعہ سے باتین کرتی ہے۔ پانون کے ذریعہ سے چلتی ہے۔ آنکھ کے ذریعہ سے دیکھتی ہے۔ پس قالب عالم شہادت مین احکام روح کے ظہور کا محل ہی لیکن یہ سب حق کی مشیت سے ہوتا ہے۔ جیسا کہ جان کا کام عالم شہادت مین قالب مین پیدا ہوتا ہے اوسیطور سے حق تعالےٰ کے احکام عالم کبرےٰ سے جان مین پیدا ہوتے ہین۔ اور جسطور سے جان کے کام قالب مین پیدا ہوتے ہین اور قالب جان سے غافل ہی۔ اوسکو یہ نہین معلوم ہوتا کہ روح سے کیا پیدا ہوتا ہے۔ اسیطور سے چاہئے تھا کہ روح بھی لا علم ہو۔ مگر ایسا نہین ہی۔ روح کو معلوم ہے اور وہ جانتی ہے کہ مجھ مین احکام حق پیدا ہوتے ہین اور اوسکو اسکا مشاہدہ بھی ہوتا ہے۔ روح عالم ہے اور علم اوسکی صفت ہی۔ اور قالب جماد ہے اور جماد کو علم کہان

اس امر مین مومن و کافر دونون کی روحین برابر ہین۔ زندگی مین جسم جو کام کرتا ہے روح کی فرمایش سے کرتا ہے۔ اور موت کے بعد روح جیسی پہلی تھی علےٰ حالہٖ ویسی ہی رہتی ہے۔ ارواح قبل اسکے کہ اس عالم مین آئین مصفا تھین۔ عالم قالب کے تعلق کے بعد انکو دو طرح کے کسب پیش آئے۔ ایک کسب خیر۔ دوسرا کسب شر۔ جسقدر کہ کسب شر ہوتا ہے اوسیقدر صفا مین کدورت ظاہر ہوتی جاتی ہے۔ پس پہلی سی صفا باقی نہین رہتی اور بوجہ کدورت کے غلطی کرتی ہے اور انکار مین پڑکر منکر و کافر ہو جاتی ہے۔

پھر مخدوم فرماتے ہین کہ روح کے لئے بہت سے اضافات و اعتبارات ہین۔ ہر اضافت و اعتبار کی نسبت سے مسمّٰے کی جاتی ہے۔ اور یہ روا ہے کہ شئے واحد کو اسامی مختلفہ کے ساتھ ذکر کرین اور مسمّٰے مین کوئی تعدد لازم نہ آئے۔ جیسا کہ آدمی کو حالت صبا مین صبی اور حالت شباب مین شاب اور حالت کہولت مین کہل اور حالت شیخوخیت مین شیخ کہتے ہین مگر ان چارون حالتون مین آدمی ایک ہی چیز ہے۔ لیکن ہر اضافت و اعتبار کی نسبت سے ایک دوسرے نام سے مسمّٰے ہوا۔ اور بعض مشائخ نے جو یہ تقسیم کی ہے کہ قلب و روح و سر و نفس۔ یہ اسوجہ سے ہے کہ وہ اسکے قائل ہین کہ "سر معنے است مودع در بشر کالروح" اور اسیطور سے نفس۔ غرض یہ کہ ہر ایک معنے روح کیطرح

بشر مین مُودع ہی لیکن محققونکا یہی قول ہی کہ آدمی کی ترکیب انہی دو جہت سے
ہے۔ ایک قالبی دوسری روحی۔ اور یہ امر انکو اپنی تحقیق سے ثبوت کو
پہونچا ہے۔ (تحفۂ غیبی)

عروج ونزول ارواح

اسکے بعد مخدوم ارواح کی عروج سی بحث کرتے اور فرماتے ہین
کہ:- "ارواح را ہم نزول ہست وہم عروج۔ نزول آنکہ از مقام اصلی خود انتقال از
چندین پشتہاے آبا و اجداد کردہ درین گزر کرد۔ این را نزول گویند۔ اما عروج آنکہ
بعد از انقطاع از قالب تا ہر یکے ازینجا با انچہ مقدار کمال کہ حاصل کردہ اند آنجا بردند۔
این را عروج گویند .... وگفتہ اند ارواح را پیش از آنکہ در قالب نزول کنند
ادراک ماہیات بود۔ اما ادراک جزئیات نکردہ بودند۔ کہ آلہ ادراک آن نداشتند۔
حق سبحانہ تعالے ایشان را در قالب در آورد و آلہ ادراک داد تا ادراک جزئیات
ہم کنند۔ و چنانکہ آن حاصل بود این نیز حاصل گردد۔ تا برین کمالات نیز رسیدند
اہل سعادت را این ہمہ میسر ست۔" (تحفۂ غیبی)

صفت روح

مکتوبات دو صدی کے مکتوب یکصد و پنجاہ و نہم مین

اسی مسئلۂ روح کی نسبت آپ تحریر فرماتے ہین کہ:- "صاحب تفسیر عینانی
لکھتے ہین کہ روح کی یہ صفت ہی کہ اگر حجاب نفس اوٹھ جاے تو دونون
جہان اوسکو دکھلائی دے اور کوئی چیز اوس سے پوشیدہ نرہے اور
اوسکا تصرف ساری چیزون مین نافذ ہو۔ لیکن خداوند جل وعلا نے دنیا

ہین جسمانی کو روحانی پر غلبہ دیدیا ہے جسکی وجہ سے اوسکے تصرف ورادکی نظر مین نقصان عاید ہوگیا . . . . . عین القضاۃ ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف مین لکھتے ہین کہ ملک ہر چند لطیف ہو کہ نیم چشم زدن مین اپنے مقصد کو پہونچتا ہے مع ہذا محتاج بحرکت ہے - اور حاجت بحرکت روحانیت کے کمال کا منافی ہے - اور چونکہ کمال لطافت مختص ہے روح انسانی کے ساتھ اور روح بغایت لطیف ہے - کوئی مخلوق لطافت مین اوسکے درجہ کو نہین پہونچتی اسی لیے عرش سے تحت الثرےٰ تک کوئی ذرہ اوس سے دور نہین ہے اور اوسکو حرکت کی حاجت نہین ہے - ایک گروہ کا یہ قول ہے کہ دنیا اور آخرت روح کے نزدیک دونون برابر ہین - اور صاحب تفسیر لطائف لکھتے ہین کہ اللہ پاک کا قول ہے اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى اوسکا ایک عرش تو آسمان پر ہے جو لوگونکو معلوم ہے اور دوسرا زمین پر ہے اور وہ اہل توحید کا دل ہے - عرش آسمان طواف گاہ ملک ہے - اور عرش زمین طواف گاہ لطائف - عرش آسمان مطابق اس آیت کے وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ حمل ملائک مین ہے - اور عرش زمین مطابق اس آیت کے وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ خداوند جل وعلا کے حمل مین

عرش آسمان قبلۂ دعای خلق ہے اور عرش دل محل نظر حق پس اس
عرش اور اس عرش کے درمیان بڑا فرق ہے۔ **ابیات**

اورا که ازین سخن نشان هست ؛ عنقا صفت هست ازان نهان ست
هر کس که برو درے کشادند ؛ توقیع ولایتش بدادند"

"ایک گروہ کہتا ہے کہ روح و دل و نفس و عقل چاروں
ایک ہی ہین کیونکہ آدمی دو چیز سے مرکب ہے۔ قالب سے اور روح
سے۔ لہذا حشر و نشر۔ ثواب و عقاب کو ان ہی قالب و روح سے
تعلق ہے۔ پس حقیقت یہ ہے کہ روح کی چار حالتین ہین۔ ہر حال کی
نسبت سے اوسکا ایک نام ہوا۔ ایک حال کی نسبت سے نفس ایک
حال کی نسبت سے دل۔ ایک حال کی نسبت سے عقل اور ایک
حال کی نسبت سے روح۔ مگر یہہ لطیفہ اپنی ذات مین ایک ہی ہے۔
کثرتِ اسما کثرتِ مسمےٰ کا متقاضی نہین۔ اور اس امر مین کہ ارواح اپنی
حد و حقیقت مین متحد ہین یا مختلف۔ اختلاف ہے۔ بعض متحد کہتے ہین
اور بعضے مختلف۔ کیونکہ بعض سے ایمان ظاہر ہوتا ہے اور بعض سے کفر۔
یہ دال ہے اختلاف پر۔ اور جو لوگ ارواح کو اپنی حد و حقیقت مین متحد
کہتے ہین اونکا کلام ہے کہ اختلافِ افعال اختلاف مزاج کی وجہ سے ہے۔
چونکہ مزاج مختلف ہوا لاجرم افعال بھی مختلف ہوئے۔ پس اختلاف افعال

اسوجہ سے ہے نہ کہ حد و حقیقت کے اختلاف کی وجہ سے''۔

''رسالہ اُخرویہ مین ہر کہ امام غزالی رحمہ اللہ سے لوگون نے

سوال کیا کہ ''۔ ''آیا روح حال ہست در بدن چنانکہ حلول آب در آوند۔ یا حلول عرض در جوہر یا
اے حلول کنندہ ۱۲

خود جوہر ہست قائم بنفس خود۔ واگر جوہر ہست قائم بنفس خود متحیز ہست یا غیر متحیز ہست۔ و اگر

متحیز ہست مکان او کدام ہست۔ دل ہست یا دماغ ہست یا جاے دیگر۔ واگر متحیز نیست پس چگونہ

بود جوہر غیر متحیز''۔ امام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ سوال متعلق سر روح ہی جسکا

حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نا اہلون پر منکشف کرنا منع کیا گیا

اگر تو اہل ہے تو خیر سن لے کہ روح جسم نہین ہر کہ بدن مین حلول کئے ہوئی ہو

مثل حلول آب کی ظرف مین۔ اور نہ عرض ہر کہ دل یا دماغ مین حلول کئے ہو

مثل حلول سواد کے اسود مین۔ بلکہ روح جوہر ہے۔ کیونکہ یہ اپنے کو اور اپنے خالق کو پہچانتی

اور معقولات کا ادراک کرتی ہے۔ عرض مین یہ صفت نہین ہوتی۔ اور یہ جسم

بھی نہین ہر کیونکہ جسم قابل قسمت ہوتا ہی اور باتفاق عقلا یہ جزو لا تیجزی ہی کہ

قسمت کو قبول نہین کرتی۔ اور جب یہ معلوم ہو گیا کہ قسمت پذیر نہین ہر تو اگر متحیز

مانی جاے تو اوس حال مین قسمت پذیر ہوگی اور یہ منتفی ہے۔ پھر لوگون نے

سوال کیا کہ روح کو جسد کے ساتھ کسطور کا تعلق ہے؟ آیا اوس مین داخل ہی یا

اوس سے خارج۔ اور آیا اوس سے متصل ہی یا منفصل۔ امام نے جواب دیا کہ نہ

تو داخل ہی اور نہ خارج۔ اور نہ متصل ہے نہ منفصل۔ کیونکہ اتصال و انفصال اور

خروج و دخول جسمیت و تحیز کی شان سے ہے اور یہ دونوں روح سے منتفی ہیں
پس اُن سکو دونوں ضدین سے انفکاک حاصل ہے۔ جیساکہ جماد کہ نہ تو اُس
مین صفت جہل ہے اور نہ صفت علم۔ کیونکہ علم و جہل حیات کی صفتون مین سے ہے
اور چونکہ جماد مین حیات منتفی ہے اسلئے ضدین بھی منتفی ہین "

نظام عالم کی تدریجی تخلیق اور انسان کی تدریجی ترقی کو مخدوم

نظام عالم کی تدریجی تخلیق و انسان کی تدریجی ترقی

نزول و عروج سے تعبیر کرتے ہین اور اس نزول و عروج کو نخفۂ غیبی
مین یون بیان فرماتے ہین کہ:۔ " نزول آن ست کہ اول حق تعالےٰ عقل کل را پیدا فرمود
کہ آنرا ملک مقرب گویند و جوہر اول نیز۔ بعد ازان جوہر کل را سہ اعتبار پدید آمد۔ سہ فرد شدند
ہر اعتبارے فردے۔ بعد ازان فلک افلاک ہفت آسمان و ہفت زمین پیدا آمدند عقل کل
کہ جوہر فرد بود از وے این افراد برخاست۔ افراد را آبا و امہات نیز گویند ہمچنین نزول کرد۔
عناصر اربعہ و طبائع اربعہ پدید آمد۔ مفردات و آبا و امہات بعناصر اربعہ و طبائع اربعہ منتہی شدند
بعدہ از عناصر اربعہ و طبائع اربعہ موالید ثلاثہ پدید آمد۔ حیوانات و نباتات۔ و معدنیات۔
و این ہر سہ مرکب اند۔ فلاسفہ درینجا راہ گم کرد کہ گفت آنکہ ہمین طبائع اربعہ ہست۔ و آن پدید
کہ ہیچ یکے ازین موالید ثلاثہ از عناصر اربعہ و طبائع اربعہ خالی نیست۔ قیام ہر یکے برایشان است
عنصر ذات چیزے را گویند۔ چنانکہ گویند عنصر آب یعنی ذات آب۔ عنصر خاک یعنی ذات خاک
عنصر آتش یعنی ذات آتش عنصر باد یعنی ذات باد۔ اما طبائع معانی کہ دران عناصر اربعہ ہست آن را طبائع اربعہ
میگویند۔ چنانکہ آتش ہست۔ معنی و خاصیتے کہ در آتش ہست آن طبیعت اوست۔ ہمچنین

درآب وخاک وباد۔ در حیوانات ونباتات ومعدنیات طبائع اربعہ وعناصر اربعہ موجود اند۔
اگرچہ ضد یکدیگر اند وبیکدیگر مخالف اند۔ ولے ہر چہار یکجا اند وہر چہار باید کہ بیکدیگر معیت دارند۔
ولیکن بدان طریق کہ جمع میان ایشان نیاید۔ زیرا کہ جمع بین الضدین محال ست فکیف میان
(اکٹھا میان دو ضد ۱۲) (او پس چگونہ ۱۲)
چہار چیز کہ ضد یکدیگر اند۔ وباوجود ضدیت ہر چہار در مکان واحد اند۔ امّا بطریقیکہ یکے در مکان
دیگرے مزاحم نیست۔" پھر فرماتے ہیں کہ :۔ "عروج بر رفتن راگویند۔ انسان بعد از ولادت
سادہ زادہ بود۔ ہیچ صفتے ونقشے ونامے نداشت۔ بعد ازان چون ایمان آورد از سادگی
کہ داشت این مقدار عروج کرد کہ صفت مومنی یافت۔ بعد از آوردن ایمان چون فرائض و
واجبات بجا آورد از صفت مومنی برتر شد۔ صفت عبادت یافت عابد گشت۔ بعد ازان
تفحصِ دنیا وانچہ در دنیا ست کرد۔ دید کہ دنیا ہیچ نیست۔ ترک آورد زاہد گشت۔ ازین ہم
عروج کرد ومعرفت اشیاء کماہی ومعرفتِ ذات وصفاتِ خداوند وافعالِ خداوند عزّ وجل
حاصل کرد عارف گشت۔ ازین نیز عروج کرد واکتساب محبت کرد ولایت یافت ولی
گشت۔ بعد ازان نیز عروج کرد بہ نبوت رسید نبی گشت۔ از نبوت نیز گزشت عروج نمود
بہ ختم نبوت رسید۔ وبختم نبوت پیغمبر ما صلے اللہ علیہ وسلم خاص ومخصوص اند۔ بعد از ختم
نبوت بیشتر عروج نیست۔ نہایتِ کمالات ومراتب آدمی تا اینجا بیش نیست۔ عروج
تا اینجا تمام شد۔ معرفت سرِ قدر وسرِ دنیا وآخرت ومعرفت اہل ملکوتِ اعلےٰ وملکوتِ
اسفل ومعرفتِ شیاطین وجن ہم از علوم مکاشفات ہست بعد از زوال حرامات وشہوات
وفناے صفات بشری۔"

مرتبہ اہل کمال

تصوف کے رو سے اہل کمال کے کیا معنے ہین۔ مخدوم اکبر محمد حسینی شیخ جہانگیر
ہین یون بیان فرماتے ہین کہ:۔ اہل سلوک چون سلوک کردند و اعمالات بدست
آوردند چہار چیز حاصل کردند۔ اقوال موافق کتاب وسنت۔ وافعال موافق کتاب وسنت۔
واخلاق موافق کتاب وسنت۔ وعلم ومعرفت برنہج کتاب وسنت۔ چون این چہار
چیز حاصل کردند انسان کامل شدند۔ وانسان کامل را باعتبارات واضافات باسامی
مختلفہ ذکر کردہ اند۔ وجملہ راست ہست ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بعد حصول کمال دو قسم شدند

اہل کمال کی قسمیں

یکی این دیدند کہ ہیچ کارے بہتر از راحت رسانیدن بخلق خدا نیست۔ و بہترین راحت رسانیدن
این ہست کہ یکے را از دنیا بیرون آرند و باخرت ترغیب کنند۔ این قسم در دعوت مشغول
شدند و مقتدا و پیشواے خلق گشتند۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ودوم قسم این بگویند کہ در دعوت
خلق جاہ و بزرگی پیش می آید و آن پر آفت ہست بنابران ایشان بدعوت مشغول نگشتند۔
وترک این جاہ کردند و گفتند ہیچکارے سالک را بہتر از ترک نیست۔ بعد ازان چہار چیز
ایشان حاصل کردند۔ عزلت و قناعت و خمولت و ترک جاہ۔ بعد حصول این چہار چیز بکلی
گمنامی ۱۲
مشغول بحق شدند ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ این قسم را کامل آزاد میگویند ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وظاہر این می نماید
کہ کامل آزاد (در شان ہر دو طائفہ) قوی ترست۔ زیراکہ ایشان چہار دیگر حاصل کردہ اند
وآن عزلت و قناعت و خمولت وترک جاہ ہست۔ پس این صاحب ہشت واو صاحب
چہار۔ صاحب ہشت افضل بود بر صاحب چہار ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ امااین از روی ظاہر ست ؎

کامل آزاد و کامل مجرد

پھر فرماتے ہین کہ:۔ کامل مجرد دعوت ومقتدائی مین مشغول ہوتا ہے۔

لیکن کامل آزاد دعوت و مقتدائی مین مشغول نہین ہوتا۔ دعوت سے یہ مراد ہے
کہ کافر کو مسلمان کرین معصیت سے طاعت کی طرف لائین مشغول بہ غیر حق
سے مشغول بحق کرائین نفسِ کافر سے چھوڑا کر توحید کی حقیقت مین پہونچائین
اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ درحقیقت کاملِ مجرد کی شان ہو۔
اسکو دانا کہتے ہین۔ مرشد کہتے ہین۔ ہادی کہتے ہین۔ پیر کہتے ہین۔
مقتدا کہتے ہین۔ سلیمان کہتے ہین۔ خضر کہتے ہین۔ عیسےٰ کہتے ہین۔ اور
اگر یہ پوچھو کہ کاملِ مجرد اور کامل آزاد مین فضیلت کسکو ہے تو اسکے دو
جواب ہین۔ ایک تو یہ کہ چونکہ دعوتِ خلق الی الحق نیابت نبوت ہے
اسلئے کاملِ مجرد افضل ہے۔ دوسرے یہ کہ چونکہ کامل آزاد بکلی شاغل بحق
ہے اسلئے بحکم مَنِ انْقَطَعَ عَنِ الْكُلِّ يَصِلُ اِلَى الْكُلِّ کامل آزاد
کاملِ مجرد سے افضل ہے"۔

کامل الحال کو تغیر نہین ہوتا

جو کامل الحال ہوتا ہے اوس مین کسی قسم کا تغیر نہین ہوتا معدن المعانی
کے باب بستم مین مخدوم فرماتے ہین کہ:۔ "کسیکہ کامل الحال است او را تغیرے
نیست یعنی چیزے پدید نیاید در ایشان کہ بدان در انچہ ایشان اند نقصانے آرد۔ اگرچہ
نفس تغیر باشد از جہت بشریت کہ آن صفتِ لازمۂ بشریت است۔ اما تمکین آن نخیزد
و ارباب تمکین را آن زیان ندارد"۔

سلوک کے مختلف مقامات

صوفیون کے مختلف مقامات ہین جیسے فنا و بقا۔ وصول و ولایت

وغیرہ وغیرہ۔ سلوک مین جب ان مقامات سے عبور ہوتا ہے تب جاکر کہین کمال کی منزل دیکھائی دیتی ہے۔ عارفون نے اپنی اپنی رسید کے موافق ان مقامات کی تشریح کی ہے۔ مخدوم نے جو تحقیقات ان مقامون کی کی ہے وہ آپ کی نہایتِ رسید و علوِ مدارج پر شاہد عادل ہین۔

فنا۔ فنا الفنا وبقا

فنا و بقا کی نسبت مخدوم فرماتے ہین کہ سالک پر جسوقت حق کھلجاتا ہے اور تجلی ہوتی ہے تو اوسکو سب چیزین حق کیطرف سے اور ازانِ حق دیکھائی دینے لگتی ہین اور "از خویش وازانِ خویش" جو شانِ بشریت ہے اوس مین باقی نہین رہتا۔ اور یہ تجلی روحی ہوتی ہے اور روح ہی محل مشاہدۂ تجلی ہے۔ اس امر کے حصول کے بعد خودی اوس مین باقی نہین رہتی۔ اسیکو فنا کہتے ہین۔ اور فناے فنا عبارت بے معنے ہے کیونکہ اگر فنا کے کچھ معنے ہون تو فنا کو اثبات کرنا ہوگا اور اس طرح پر تسلسل لازم آئیگا۔ اگرچہ بعضون کا یہ کلام ہے کہ فناے فنا سے اپنی فنا کا عدم شعور مراد ہے یعنی جو شخص فانی ہوگیا اور اپنی فنا کی خبر نہین رکھتا تو اس عدم شعور کو فناے فنا کہتے ہین۔" پھر شرح آداب المریدین مین آپ لکھتے ہین کہ :۔

" الفناء رفتن مذمومات ست بمجموداتِ چنانکہ جہل۔ چون جہل فانی شود لامحالہ علم باقی شود۔ چون معصیت فانی شود لامحالہ طاعت باقی شود۔ وچون غفلت فانی شود لامحالہ ذکر باقی شود ہمچنین فناے جملہ صفات مذمومہ را بہ بقاے صفات محمیدہ فنا و بقا

خوانند۔ والبقاء۔ معنی باقی ہمین کہ گزشت درضمن فانی۔ یعنی این طائفہ از بقا بقائے ذات چیزے نخواہند ولیکن بقائے صفت وے خواہند۔ واز فنا فنائے ذات چیزے نخواہند ولیکن فنائے صفت وے خواہند بدان معنے کہ مراد از ہر چیزے عین آن چیز نیست ولیکن مراد معنے ہست اندران چیز۔ چون آن معنی موجود باشد مر آن چیز را نام بقا دہند از بہر آنکہ مقصود ازان چیز حاصل ہست۔ وچون معنے از وے معدوم گردد آن چیز را فانی خوانند از بہر فوات مقصود وے"

دوسرا مسئلہ صوفیون مین فناء فی التوحید اور بقاء من الفناء کا ہے۔ مخدوم اوسی شرح آداب المریدین مین اسکی یون شرح کرتے ہین کہ:۔ معنے فنا نزدیک این طائفہ آن باشد کہ حظہا از وے فانی گردد۔ و بعضے فانی گشتن حظوظ آن باشد کہ او را باکسے اُنس نماند و بچیزے لذت نماند و تمیز نماند میان مونس و موحش و میان لذیذ و مولم و میان خسیس و نفیس۔ سوال۔ اینجا منکر میگوید چون از صفات خود فانی گردد وظائف شریعت ساقط شود جواب۔ آن ہست کہ حق سبحانہ تعالےٰ بجودی خود او را ہمین گرداند۔ و وے اندر وظائف شریعت ہمین گردد۔ [illegible] ان حق نہ بقوت خویش۔ تا بصفات خود باقی بود حق امر و نہی بحکم شریعت نگاہ میداشت۔ چون از صفات خویش فانی گشت متصرفش حق گشت۔ پس از نہ رفتن ہوا افعال او پاک گشت۔ حق سبحانہ تعالےٰ او را اندرین حالت مخصوص بترک وظائف معیوب نگرداند۔ کہ چون بندہ را حال فنا گردد درستی حال فنا آن باشد کہ محفوظ باشد انچہ حق تعالےٰ را بر وے ہست یعنی بوقت ادائے فرائض و واجبات ۱۲

فنائی التوحید و بقاء من الفنا

گزاردن امر بجا آرد۔ و بوقت ترک منهی عنه بجا آرد تا اندر امر و نهی
موافق نباشد۔ چون حال وے این باشد فناے وے درست باشد۔ باز چون حال
برضد این باشد غلبات شیطان باشد نه غلبات حق۔ و آنکه گفت تَرْكُ
النَّعِيْمِ الْفَانِي لِلنَّعِيْمِ الْبَاقِيْ۔ پس این چیزے دادن بود و چیزے
ستدن یعنی بدتری را به بهتری فروختن۔ فانی دادن باقی ستدن۔ همه زهد اهل آن
همچنین ست۔ و آنکه گفت فَاَيْنَ حَالُ الْبَقَاءِ مِنَ الْفَنَاءِ۔ نزدیک
این طائفه از بقا بقاے ذات نخواهند ولیکن بقاے صفات خواهند۔ و از فنا
فناے چیز نخواهند فناے صفتِ آن چیز خواهند۔ بدان معنے که مراد از هر چیزے
عین آن چیز نیست ولیکن معنے ست اندران چیز۔ چون آن معنے موجود باشد مر آن
چیز را نام بقا نهند و چون آن معنے از وے معدوم گردد آن چیز را فانی خوانند و این
بر انواع ست۔ بعضا فناے اوصاف مذمومه خواهند و به بقا بقاے اوصاف محموده
خواهند و همچنین دیگر۔ و اینجا از بقا و فنا آن خواهند که فانی شود از جمله اوصاف بشریت
و باقی گردد در توحید۔ و معنی فنا آن ست که جمله حظوظ از وے فانی گردد۔ و او را اندر چیزے
حظ نماند و تمیز از وے ساقط گردد۔ و معنی فانی گشتن آن باشد که او را باکس انس
نماند و بچیزے لذت نماند و تمیز نماند میان مونس و موحش و ملذ و مولم چنانکه بالا تقریر کردم۔
و علامت صحت فنا آن ست که انچه حق راست بروے ادا کند۔ یعنی امر را گزارد و از نهی
اجتناب کند تا اندر امر و نهی موافق باشد۔ چون حال این باشد فناے وے

درست باشد واگر حال برضد این باشد غلبات شیطان بود"۔

وصول کو مخدوم یون سمجھاتے ہین کہ وصول کے معنی لغت مین دو جسمون یا دو جوہرونکا ملنا ہے۔ اور یہ خدا اور بندہ کے درمیان ٹھیک نہین بیٹھتا۔ لیکن صوفیون کی اصطلاح مین اسکے معنی "انفصال از غیر و اتصال بحق" کے ہین۔ جسقدر کہ دلکو غیر سے انفصال ہے اوسیقدر اوس کو حق سے اتصال ہے۔ یعنی اگر کوئی شخص دل سے مشغول بحق ہے تو اس حساب سے کہینگے کہ "واصل بحق اور بحق رسیدہ" ہے۔ یعنی دوسرے سے جدا ہوکر اللہ سے ملگیا ہے۔ جس کسی کو غیر سے کامل انقطاع و انفصال ہوتا ہے اوسکو حق کے ساتھ کامل اتصال نصیب ہے۔ اسیلئے کہتے ہین کہ جبتکو انفصال نہین اتصال نہین مشائخون کا مقولہ ہے کہ۔ اَلْوُضُوْءُ اِنْفِصَالٌ وَّالصَّلٰوۃُ اِتِّصَالٌ

بیت تا ما سر نیک نام داریم ؛ در دل غم تو حرام داریم ؛

ولایت کے کیا معنے ہین۔ ولی کسکو کہتے۔ اوسکو اپنی ولایت کی خبر ہوتی ہے یا نہین۔ الہام سے متصوفین کی کیا مراد ہوتی ہے۔ انکے یہان کشف کے کیا معنے ہین۔ ولی کو خرق عادات بھی ہوتا ہے یا نہین اولیا کو لوح محفوظ پر اطلاع کلی ہوتی ہے یا نہین۔ انکی کتنی قسمین ہین۔ ان امور پر مخدوم کی جو رائین ہین اونکا اظہار بھی فائدہ سے خالی نہوگا۔

ولایت

مخدوم فرماتے ہین کہ "ولایت بکسر واو و فتح واو قرآن مجید مین دونون آیا ہے۔ بکسر واو کے معنے ملک و امارت کے ہین اور بفتح واو کے معنے نصرت دینے کے۔ بعضے اہل سلوک کہتے ہین کہ بکسر واو کی دو قسمین ہین۔ ایک عام دوسری خاص۔ عام تو ظاہر ہے۔ ولایت عام ایمان ہے۔ جو شخص کہ ایمان لایا اولیاے خدا مین سے ہوا۔ مگر اس ولایت مین ترک امر و ارتکاب نہی کا احتمال ہے۔ اور ولایت خاص پیر کا مرید کو اللہ تک پہونچانا ہے۔ لیکن اس ولایت خاص کی نسبت صوفیون کے دو گروہ ہین۔ ایک کا کلام تو وہی ہے جسکا ابھی ذکر ہوا۔ اور دوسرا یہ کہتا ہے کہ اگرچہ یہ ولایت خاص ہے لیکن پیر جو مرید کو حق تک پہونچاتا ہے وہ محض خدا کی مشیت سے جیسا کہ حق سبحانہ تعالے فرماتا ہے یختص برحمتہ من یشاء۔ اور جسطرح کہ پیغمبران علیہم السلام مردود ازلی کو مقبول نہین بنا سکتے اوسیطرح پیر بھی مہجور ازلی کو موصول نہین کرا سکتا۔ مگر جسطور سے کہ اوس شخص مین جسکو کہ ازل مین دولت قبول ملی ہوئی ہوتی ہے پیغمبرون کی دعوت سے یہ دولت ظاہر ہوتی ہے اوسیطور سے جسکو کہ ازل مین دولت وصول و قرب و کرامت ملی ہوئی ہوتی ہے پیر کی خدمت و صحبت سے یہ دولت اوس مین ظاہر ہوتی ہے۔ کیونکہ جریان سنت الٰہی اسی وضع پر ہے۔ بیت ہدیہ ہر کہ داری ای درویش

ہدیہ حق شمر نہ گدیہ خویش ٭ پیر اس سے زیادہ کچھ نہیں کرسکتا ہے کہ خدا کے حکم سے مرید کو راہ دیکھائے اور اوس سے ریاضت کرائے اور جو خبرین کہ آفات راہ ہین اوسنے ہوشیار و متنبہ کردے اور کہدے کہ یہہ نکرو اور وہ نکرو۔ یہی پیر کا کام ہے اور بس۔ رہا حق تک پہونچا دینا وہ خاص حق کا کام ہے۔ پس اول قول کے موافق مرید کو خدا تک پہونچانا ولایت خاص مین داخل ہے۔ اور قول ثانی کے رو سے یہ ولایت خاص مین داخل نہین ہے"۔

ولی

ولایت کی تعریف کے بعد وہ ولی کی تعریف بیان کرتے ہین۔ اور کہتے ہین کہ" ولی فعیل کے وزن پر ہے جو فاعل کا مبالغہ ہے۔ ولی اوس شخص کو کہتے ہین جو ہمیشہ طاعت کرتا ہے۔ اور اوس سی معصیت نہین ہوتی۔ اور جائز ہے کہ فعیل مفعول کے معنے مین ہو۔ اس رو سے ولی وہ ہوا کہ جسپر خدا کے احسانات اور افضال پیاپے ہون اور اپنے عائلہ احوال مین ہمیشہ محنتون سی محفوظ ہو۔ اور سخت ترین محنت ارتکاب معصیت ہی۔ پس اللہ اوسکو معصیت کی لغزشون سے بچاتا ہے جیسا

معصومیت انبیا و محفوظیت اولیا

انبیا کی شان سے معصوم ہونا ہے ویسا ہی اولیا کی شان سی محفوظ رہنا ہے۔ معصوم اور محفوظ مین یہ فرق ہی کہ معصوم ہرگز گناہ کا مرتکب۔ نہین ہوتا۔ اور محفوظ سے ارتکاب گناہ احیاناً بسبیل ندرۃ ہوجاتا ہے

مگر اس گناہ پر اوسکو اصرار نہین ہوتا۔ اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ ٥ اور ہر خصلتِ پسندیدہ جو بیان کیجا سکتی ہے وہ اولیا کی صفت ہوتی ہی وہ حق کے حق مین تقصیر نہین کرتا۔ اور خلق کا حق ادا کرنے مین تاخیر نہین کرتا۔ وہ عقاب کے خوف اور حسن مآب کی امید سے مطیع نہین ہوتا۔ وہ اپنے نفس کی کچھ قدر و قیمت نہین جانتا۔ رباعی آنانکہ رہ عالم توحید بدیدند ٭ بیہوشش سوی عالم توحید دویدند ٭ در نفی چو دیدند ہمہ معنی اثبات ٭ اثبات نماندند وہمہ نفی گزیدند ٭ خواجہ عثمان مغربی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہین کہ اَلْوَلِیُّ قَدْ يَكُوْنُ مَشْهُوْرًا وَّلَا يَكُوْنُ مَفْتُوْنًا۔ یعنی ولی صاحب شہرت ہوتا ہے لیکن فتنہ مین نہین پڑتا۔ مگر اسکے خلاف ایک دوسرا کہتا ہے۔ اَلْوَلِیُّ قَدْ يَكُوْنُ مَسْتُوْرًا وَّلَا يَكُوْنُ مَشْهُوْرًا۔ یعنی ولی پوشیدہ ہوتا ہے اور صاحب شہرت نہین ہوتا۔ یہان پر مخالف نے جو شہرت سے احتراز کیا ہے وہ اوس شہرت سے ہی جسمین فتنہ ہو لیکن اگر فتنہ نہین ہی تو جائز ہے۔ خواجہ مغربی نے بھی جو شہرت جائز رکھی ہی وہ وہی شہرت ہی جو خالی از فتنہ ہو۔ اور جو شخص کہ ولی صادق ہوتا ہے اوسکی شہرت مین فتنہ کا خوف نہین ہوتا۔ کیونکہ فتنہ کذب کے ساتھ

وابستہ ہے۔ خواجہ ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہین کہ اگر ولی ہونا
چاہتے ہو تو لَا تَرْغَبْ فِی شَیْءٍ مِنَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَفَرِّغْ
نَفْسَکَ لِلّٰہِ وَاَقْبِلْ بِوَجْهِکَ اِلَیْہِ۔ نظم

بگذار تو خویش را وانگاه	در عالم ما بما سفر کن
بر بند تو چشم راز دیدن	در حضرت ما بما نظر کن
پس جان عزیز خویشتن را	اے خواجہ ز نا خبر خبر کن
در عالم خویش ہرچہ بودست	زین پیش برو و آن بدر کن

ولی خدا کی دوستی اور ولایت کے ساتھ مخصوص ہوتا ہے اور اوسکو اللہ اپنی بندگی کے لئے چن لیتا ہے اور اوسکو اپنے فعل کے اظہار کا نشانہ بناتا ہے اور انواع کرامات کے ساتھ مخصوص کرتا ہے۔ اور آفات طبعی سے اوسکو پاک کر ڈالتا ہے۔ اور نفس کی متابعت سے رہا کرا لیتا ہے۔ یہانتک کہ اوسکی ہمت اللہ کے سوا اور کچھ نہین ہوتی اور اوسکو ماسوا اللہ سے انس نہین ہوتا۔

فرق میان انبیا و اولیا

انبیا اور اولیا مین یہ فرق ہے کہ اولیا متابعان انبیا ہوتے ہین اور جو ولایت کی نہایت ہے وہ نبوت کی بدایت۔ اور تمامی انبیا ولی ہوتے ہین۔ برعکس اسکے کوئی ولی نبی نہین ہوتا"

الولایۃ افضل من النبوۃ کی تشریح

شیخ سعد الدین حمویہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اَلْوِلَایَۃُ اَفْضَلُ مِنَ النُّبُوَّۃِ۔ یعنی ولایت نبوت سے افضل ہے۔ اسکی

نسبت مخدوم اپنی مکتوبات دو صدی کے مکتوب چھیالیسوین مین فرماتے ہین کہ "بعضے را گمان افتاد کہ این بحث در نبی و ولی ہست۔ و این چنین نیست این بحث دران ہست کہ (در انبیا) صفت ولایت قوی تر ہست یا صفت نبوت۔ و ہم در حق نبی ہست"

اولیا کی دو قسمین ہین

اولیا کی دو قسمین ہین۔ ایک مشہور۔ دوسری مستور۔ جو مشہور ہوتے ہین وہ مشہور کی قسم مین داخل ہوتے ہین اور جو اپنے کو چھپاتے ہین وہ مستور مین شمار کئے جاتے ہین۔

ولی کو اپنی ولایت کی خبر ہوتی یا نہین۔

اس مسئلہ مین کہ ولی کو اپنی ولایت کی خبر ہوتی ہی یا نہین مخدوم فرماتے ہین کہ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہی۔ بعضے کہتے ہین کہ خبر ہوتی ہی اور بعضے کہتے ہین نہین ہوتی۔ جو یہ کہتے ہین کہ خبر نہین ہوتی اونکی حجت یہ ہے کہ اس خبر کی وجہ سے خاتمہ کی طرف سے امن و اطمینان ہو جاتا اور یہ روا نہین ہی۔ کیونکہ ایمان کو بین الخوف والرجا ہونا چاہئے اور جب خبر ہو گئی تو خوف و رجا کی حالت باقی نہین رہتی۔ اسلئے ضرور ہے کہ خبر نہو اور جو یہ کہتے ہین کہ خبر ہوتی ہے اونکا یہ کلام ہے کہ اگرچہ اس خبر سے امن و اطمینان ہو جاتا ہے لیکن اس امن سے اون کے ایمان مین کچھ نقصان نہین ہوتا۔ جیسا کہ عشرہ مبشرہ کو جناب حضرت رسالتمآب صلے اللہ علیہ وسلم نے اونکے بہشتی ہونے کی بشارت دیدی تھی اور اس خبر سے اونکو امن ہو گیا تھا مع ہذا اونکے دین مین کچھ فتور نہین ہوا

یہان پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ عشرہ مبشرہ کو وحی کے ذریعہ سے معلوم ہوا تھا - ولی کے حق مین ایسا کیونکر کہا جا سکتا ہے کیونکہ وحی منقطع ہے - اسکا جواب یہ ہو کہ اگرچہ وحی منقطع ہوگئی ہے لیکن حدیث باقی ہے یعنی الہام اوسکی جگہہ پر ہے - پس الہام سے معلوم ہو جاتا ہے مگر اس مین اوسقدر صحت کا یقین نہین ہے - کیونکہ یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ کیونکر یہ معلوم ہوا کہ یہ رحمانی ہے یا شیطانی - اور اگرچہ اسکا جواب یہ ہے کہ نور معرفت و ولایت سے یہ امر معلوم ہوتا ہے اور اسکی تمیز ہو جاتی ہے کہ آیا یہ رحمانی ہے یا شیطانی - مگر پھر بھی یہ قطعی نہین ہے کیونکہ نور ولایت و معرفت انکو استدراج و مکر سے باہر نہین لیجا سکتا - پس جو شخص جانتا ہے وہ علامات و امارات سے جانتا ہے اور اوس سے قطعی طور پر ثابت نہین ہوتا - کیونکہ استدراج و مکر باقی رہتے ہین - اسکی وجہ یہ ہے کہ علامات و امارات استدراج و مکر سے باہر نہین نکال لیتے کہ قطعاً معلوم ہو جاوے - پھر مخدوم فرماتے ہین کہ ولی کے الہام مین خطا و غلط کو دخل نہین ہے - کیونکہ باطن مین جو نور ہے وہ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ہے - اس نور سے البتہ جان سکتے ہین کہ یہ مِنَ اللّٰہ ہے یا نہین - پھر جسکو من اللّٰہ پاتے ہین اوسکو قبول کرتے ہین اور جسکو من اللّٰہ نہین پاتے اوسے چھوڑ دیتے ہین - علاوہ برین ولی کو قوت کشفیہ

قوت کشفیہ

کبھی حاصل ہوتی ہے۔ حقیقت کشف کی یہ ہے کہ صاحب کشف حجاب سے باہر آجاتا ہے اور وہ اوس چیز کا ادراک کرنے لگتا ہے جسکا قبل اسکے اوسنے ادراک نہین کیا تھا۔ جیسا کہ آیا ہے فَکَشَفْنَا عَنْکَ غِطَاءَکَ۔ کشف

کشف کی قسمین

کی مختلف قسمین ہین۔ کشف نظری۔ کشف دلی۔ کشف الہامی۔ کشف روحانی۔ کشف خفی۔

کشف نظری

کشف نظری سے یہ مراد ہے کہ سالک کا دیدۂ عقل بقدر رفع حجاب کے کشادہ ہوجاوے اور معقول کے معنے اوسپر ظاہر ہون اور اسرار معقولات اوسپر منکشف ہونے لگین۔

کشف دلی

جب سالک کشف معقولات سے گزر جاتا ہے تو اوسکو کشف شہودی ہوتا ہے۔ انہین اوسکو انوار مختلف کشف ہوتے ہین۔ اسیکو **کشف دل** کہتے ہین۔

کشف الہامی

اسکے بعد اوسکو مکاشفات سری ہوتے ہین۔ اسکو **کشف الہامی** کہتے ہین کہ ہر چیز کی حکمت وجود اور اسرار آفرینش ظاہر ہوتی ہے۔ رباعی

ای کرده غمت غارت ہوش دل ما ✤ درد تو شده خانہ بدوش دل ما
سری کہ مقدسان ازان بیخبرند ✤ عشق تو فرو گفتہ بگوش دل ما

کشف روحی

اسکے بعد مکاشفات روحی ظاہر ہوتے ہین اونکو مکاشفات **روحانی** کہتے ہین۔ اس مقام مین بہشت و دوزخ دکہلائی دیتے ہین اور

ملائکہ نظر آتے ہین اور اونسے گفت وشنید ہوتی ہے۔ یعنی جب روح
کلی طور سے صفائی حاصل کرلیتی اور کدورت جسمانی سے بالکلیہ پاک
ہوجاتی ہے تو عالم نامتناہی کا کشف حاصل ہوتا ہے۔ ازل وابد کا دائرہ
اوسکی آنکھون کے سامنے ہوتا ہے اور زمان ومکان کا حجاب اوٹھ جاتا
ہے۔ ماضی وحال ومستقبل ہویدا ہوجاتے ہین۔ اور جب مکان و
زمان دنیاوی کا حجاب اوٹھ جاتا ہے تو زمان ومکان اخروی کشف
ہوجاتے ہین۔ اور اسی مقام مین حیات کا پردہ بھی اوٹھ جاتا ہے۔

کشف خفی

کشف روحی کے بعد کشف خفی ہوتا ہے۔ اسمین صفت
سمعی، صفت بصری، صفت جمال، صفت جلال اور صفت قیومی
منکشف ہوتی ہے۔ صفت سمعی مین سماع کلام وخطاب ظاہر ہوتا
ہے۔ اور صفت بصری مین رویت مشاہدہ ہوتی ہے۔ صفت جمال مین
ذوق شہود وجمال حضوری ظاہر ہوتا ہے۔ اور صفت جلال مین فناے
حقیقی حاصل ہوتی ہے۔ اور صفت قیومی مین بقاے حقیقی نصیب
ہوتی ہے۔

خرق عادت

اس زمانہ مین لوگون نے بڑی شناخت ولی کی یہ ٹھہرا رکھی ہے
کہ کوئی ایسا کام اوس سے سرزد ہو جو طاقت بشری سے پرے سمجھا جاتا
ہو۔ اور جب تک یہ بات اوس مین نہو وہ ولی نہین ہوسکتا۔ مخدوم فرماتے ہین

کہ ہان ولی کو خرق عادت بھی ہوتا ہے مگر یہ لازمی نہین ہے۔ اور "اظہار جائز نیست کتمان فرض است"۔ اور اسیلئے حتی المقدور یہ لوگ اسکے کتمان کی کوشش کرتے ہین۔ کیونکہ "ترک فرض ایشان بر خود کی روا دارند"۔ اور بزرگون سے جو اکثر خوارق منقول ہین وہ "در گرمی وقت بود یا در حالت سکر یا ترغیباً للمریدین۔ بیت سرے است مرا با تو کہ کس محرم آن نیست۔ گر سر برود سر تو با کس نکشایم ؎ اما جز این اگر کسے از بزرگے نقل کردہ باشد و از قانون و اصول بیرون باشد بدانند کہ ازان بزرگ نیست۔ مریدان نادان از خود چیزے نبشتہ اند و بران بزرگ پرداختہ"۔ اس کتمان کی فرضیت مین کیا حکمت مضمر ہے اسکی نسبت مخدوم فرماتے ہین کہ:۔ "ایمان آوردن بر ایشان فرض نیست تا برای صحت آن اظہار کرامت کنند۔ چنانکہ در حق پیغمبران برائے صحت دعوی نبوت بر ایشان اظہار معجزہ فریضہ شدہ است۔ و دیگر اگر ایشان اظہار کنند در شہرت افتند از انجا احتمال دارد کہ فتنہ خیزد و عجب ہم تواند بود کہ در آید"۔ اسپر ایک مرید بول اوٹھا کہ اولیاء اللہ کو تو ایسی قوت حاصل ہے کہ عجب و خود بینی سے اپنے کو بچا سکین۔ مخدوم نے جواب دیا کہ:۔ "با این ہم ممکن کہ در عجب افتند زیرا کہ عصمت نیست"۔ سائل نے پھر پوچھا کہ مرید کے لئے بھی کبھی ظاہر کرتے ہین یا نہین۔ مخدوم نے فرمایا۔ کہ "این روا نیست اما اگر صادق باشد و بلاہا و آفتہا کہ دران گفتہ اند ہیچ نباشد روا باشد"۔

اس مسئلہ کی نسبت کہ اگر کسی ولی نے کوئی ایسا فعل کیا جسکی تائید مین

افعال ولی جو بظاہر خلاف روایت و شریعت ہون

تو کوئی روایت مذکور ہے اور نہ کوئی حدیث تو وہ فعل بدعت سمجھا جائیگا یا نہیں۔
مخدوم کی یہ رائے ہے کہ "۔ درین صورت جواب بدو وجہ آید۔ یکے آن ہست کہ اینجا چون عصمت
واجب نیست بلکہ جائز ہست۔ پس از روی ابتلا و امتحان افتادن در بدعتے محال نہ بود۔ امّا چون
ایشان را ارتکاب خطائے و معصیتے اصرار نیست مقرون بود بہ توبہ و بدین علت نیز از ولایت
بیرون نیایند۔ وجہ دیگر آن ہست کہ چون علم نزدیک این طائفہ منحصر بر منقول و مسموع نیست و او
از اصحاب ولایت و ارباب قلوب ہست شاید کہ یکے از مفہومات اسرار کتاب و سنت بود۔ و این از
شرع درست ہست۔ کہ اِنَّ لِلْقُرْاٰنِ ظَهْرًا وَّ بَطْنًا۔ مر قرآن را ظاہر و باطن ہست۔ اگر جز ترجمۂ
منقول و مفہوم دیگر نبودے۔ معنی ظَهْرًا وَّ بَطْنًا انگاہ چہ آمدے ....
ازینجا ہست تفاوت خلق در فہم معانی و اسرار قرآن بعد از اشتراک در ظاہر تفسیر۔ چون این
ثابت شد و او یکے از ارباب ولایت و اصحاب قلوب ہست۔ اگر بمفہومے از مفہومات قرآن
کہ بروے کشادہ ہست کارے کند ہر آئینہ بینندہ را چون این مقام نبود بر ایشان اقرار ندارد۔ جز
بدعت ہیچ گوید۔ و او خود کار بکتاب و سنت کردہ ہست"۔

اولیا کو لوح محفوظ سے اطلاع

اولیا لوح محفوظ میں جو کچھ مسطور ہے اوس سے مطلع ہوتے ہیں یا نہیں اسکے
بارے میں مخدوم فرماتے ہیں کہ "۔ اولیا را نظر بہ لوح محفوظ باشد۔ امّا اطلاع بکلی
بر آنچہ در لوح محفوظ ہست آن از کجا۔ مگر بدان مقدار یکہ اطلاع دہند۔ و بدان مقدار یکہ ایشان را
اطلاع باشد باطلاع اللہ تعالےٰ تواند بود۔ اما در جمیع امور نہ تواند بود کہ اسرار خداوند از انہا ست
کہ لانہایۃ لہا .... بر حسب مقامات و درجات اولیا را اطلاع بود۔ چنانکہ یکے را

برسرے اطلاع دادند و دیگر را بر دو سر و دیگر را بر سہ سر و دیگر را بر چہار سر ہمچنین الیٰ آخرہ بحسب درجات"۔

انہون اکثر لوگون کا یہ خیال ہے کہ بلا علم ظاہری کے کوئی شخص دولت ولایت سے مشرف نہین ہو سکتا اور گویا امی کا ولی ہونا ناممکن ہے۔ حضرت مخدوم الملک علیہ الرحمۃ خوان پرنعمت کی مجلس اول مین فرماتے ہین کہ: "ایشان بکسب بے علم مشغول شدہ اند و اولیا گشتہ اند۔ اول علم در ایشان نہادہ اند آنگاہ ولایت دادہ اند۔ نعوذ باللہ منہا کہ ہیچ ولی بے علم باشد ما اتخذ اللہ ولیا جاھلاً وآنکہ اول علم در ایشان نہادہ اند علم معرفت و علم راہ در ایشان بغیر کسب ایشان نہادہ اند ولے این نادرست و این را فیض گویند ایشان را فیضی گویند و فیض رحمت خاص است وخواص بدان مخصوص اند"۔

سماع کا مسئلہ بھی صوفیون کے درمیان مختلف فیہ ہے۔ مخدوم فرماتے ہین کہ "یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ چونکہ ظاہر اسکا فتنہ و فسق ہے اسلئے نہ تو علی الاطلاق اسکو حلال کہہ سکتے ہین اور نہ علی الاطلاق حرام مگر باطناً محمول بر وجوہ ہے"۔ اسکے بعد وہ اپنے کلام کی تائید مین صاحب احیاء العلوم کا قول نقل کرتے ہین کہ: "اگر کسی پر حب خدا اور اوسکی لقا کا اشتیاق غالب ہو تو اوسکے حق مین سماع اوسکے شوق کا محرک ہے اور اوسکی محبت کا موکد اور اوسکے آتش دل کو بھڑکانیوالا اور احوال شریفہ کو اوسکے دل سے مکاشفات و ملاطفات کی ذریعہ سے کہ لاتعد ولاتحصیٰ

ہین۔ اور صوفیون کی زبان مین اوسکو وجد کہتے ہین باہر لانیوالا ہے"
پھر مخدوم فرماتے ہین کہ ایسے شخص کے لئے سماع حلال ہے۔ کیونکہ ایسے شخص کے
دل مین کہ اوسپر خدا کی محبت غالب ہے وصال کے ذکر سے دیدار خدا یاد آتا ہی
اور فراق کے ذکر سے حجاب من اللہ یاد آتا ہے۔ اور اس مین وہ اس کا
محتاج نہین ہے کہ استنباط اور تفکر کے ذریعہ سے اسکی تطبیق کرے پس
بمجرد سننے کے الفاظ اون معانی کے مفہوم پر جو اوسکے دل پر غالب ہین
سابق ہوجاتے ہین۔ سلف صالح اور مشائخ کبار نے لحن کے ساتھ اشعار
سنے ہین۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی اشعار پڑھے گئے ہین
اور آپ نے منع نہین کیا ہے۔

لیکن ایسے شخص کے لئے سماع حرام ہے جس کے دل مین محبت اور
عشق اوس مخلوق کا جسپر نظر کرنا حرام ہے غالب ہو۔ اور جو کچھ یہ سنتا ہے
پس اوسی پیٹھا لیتا ہے۔ اسی اصول پر ایسا سماع حرام ہے اسلئے کہ داعی
الی الحرام ہے۔ استاد ابو علی دقاق کہتے ہین۔ اَلسَّمَاعُ حَرَامٌ
لِلْعَوَامِ لِبَقَاءِ نُفُوْسِهِمْ۔ وَمُبَاحٌ لِلزُّهَادِ لِحُصُوْلِ مُجَاهِدَتِهِمْ
وَمُسْتَحَبٌّ لِاَصْحَابِنَا لِحَيٰوةِ قُلُوْبِهِمْ۔ یعنی سماع حرام ہے عوام
کے لئے۔ اسلئے کہ اونکے نفس باقی ہین۔ اور مباح ہے زاہدون کے لئے
اسلئے کہ اونھین مجاہدہ اور تزکیہ نفس حاصل ہے۔ اور مستحب ہو ہمارے اصحاب

یعنی دمو فیونکو اسلئے کہ انکے قلب بہاگ و بجھ اور زندہ ہو گئے ہین - اور سماع
کی نسبت جتنی وعیدین اور حرمت سماع کی جتنی دلیلین ہین وہ سب ایسے ہی شخص
کے بارے مین ہین جنکے حق مین اوسکی اپنی زبونی حالت کیوجہ سے سماع حرام ہے
جو شخص کہ اوراد و وظائف کو ترک کرکے سماع کو اپنی عادت بنا لیتا ہے
ایسا شخص سفیہ کہلاتا ہے - اور شرح مین ایسے لوگون کی گواہی مسموع نہین ہے

سماع کی عادت

بعضے مشائخ نے سماع کی چار قسمین کی ہین - حلال حرام مباح مکروہ

اقسام سماع

وہ سماع کہ جسکے سننے مین دل کلی طور سے مشغول بحق ہو جاوے اور مجاز
کے ساتھہ مشغولی نرہے حلال ہے -

اور وہ سماع کہ جس کے سننے مین دل پوری طرح پر مجاز اور دوسرے
فسق و فجور کے خیالات مین مشغول ہو جاوے وہ حرام ہے -

اور وہ سماع کہ جسکے سننے مین بطریق مساوات دل کچھہ تو مشغول
بحق ہو اور کچھہ مشغول مجاز وہ مکروہ ہے -

اور وہ سماع کہ جسکے سننے مین دل مشغول بحق و بمجاز دونون ہی لیکن
حق کی مشغولی مجاز کی مشغولی سے بڑھی ہوئی ہے وہ از قسم مباح ہے -

شادی کی تقریبون مین جو سماع ہوتا ہو اوسکی حالت یہ ہی کہ اگر وہ شادی
مباح ہے اور سماع اوسکا موکد ہے تو سماع بھی مباح ہے جیسا کہ عیدین اور
عرائس اور بچھڑے ہوون سے ملتے وقت اور لڑکے کی پیدایش کے وقت

اور عشقیہ اور نظم حفظ قرآن سے کہ وقت کا سرود۔ اسکی دلیل یہہ ہے کہ پیغمبر علیہ السلام ایک غزوے سے لوٹتے وقت جب مدینہ کے کنارے پر پہونچے تو آپکی آگے آگے ایک شخص دف بجاتا اور یہہ شعر گاتا جاتا تھا شعر طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ ٭ وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعٍ ٭

رہا بیگانہ عورت اور امرد کا گانا سننے مین فتنہ کا خوف ہی۔ اسلئے حرام ہے اور اسبارہ مین حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے جو حکایت کیجاتی ہی وہ ہماروں کے احوال سے مطابقت نہین رکھتی۔ آہنگرون کی جماعت کا ملائکہ سے مقابلہ کرنا صحیح نہین ہے۔

بیگانہ عورت امرد کا گانا سننا حرام ہے ۱۲

مریدونکو پیر کی ریس کر کے سماع سننا نہین چاہیے کیونکہ وہ پختہ کار راہ پر چلا ہوا۔ اور منزل کی راہ ورسم سے باخبر ہوتا ہے اپنی حالت کو اوسکے حال پر قیاس کرنا بالکل بیجوڑ ہے۔ اور وہ مرید جسکو احوال دل ظاہر نہین ہوئے ہین اور سیواسے معاملت ابھی بجا آوری اعمال کے ابھی کچھ اوسکو معلوم ہی نہین ہوتا یا یہہ کہ احوال دل تو ظاہر ہو گئے ہین لیکن اوسکی شہوۃ ابھی شکستہ نہین ہوئی ہے پیر کو چاہیئے کہ ایسے مرید کو سماع سے منع کرے کیونکہ اوسکے حق مین سود سے زیادہ زیان ہے۔

مریدونکو پیر کی ریس پر سماع سننا نہین چاہیے

جس مجلس سماع مین دو شخص یا ہون اور اہل اللہ سے کوئی نہو وہان نہین

مجلس ... سماع جاہلوں سے خالی ہو ۱۲

آداب سماع

جانا چاہئے۔

سمع کے لئے آداب مقرر ہین۔ وہ تین ہین:۔ مناسبت اخوان۔ مناسبت زمان۔ مناسبت مکان۔

مناسبت اخوان و زمان و مکان۔

مناسبت اخوان کے معنے یہ ہین کہ سب ایکدل اور ایک خیال اور ایک حال کے ہون۔ یعنی سب درویش ہون۔ یا اونکے مرید و معتقد۔ اور کوئی قترائی یعنی متزہد نہو۔ اور کوئی متکبر و منکر نہو۔ یعنی کوئی ہنسنے والا۔ اور بُرا جاننے والا اور مضامین کو خراب پہلو پر لیجانیوالا نہو۔

(صاحب قیل و قال ہا) (زہد پرست ظاہر بین ہ)

مناسبت زمان سے مراد یہ ہے کہ ایسا زمانہ ہو جسوقت کوئی تعلق و شغل نہو اور تعلقات سے فراغت حاصل ہو یعنی اگر وہ وقت طہارت۔ یا نماز یا طعام کا ہو۔ یا کوئی ایسا وقت جسوقت دل پراگندہ ہو۔ تو سماع ان تعلقات کے باعث کوئی فائدہ نہ دیگا۔ اور اسی لئے وقت شب کو اولے لکھتے ہین۔ کیونکہ عادت یہی ہی کہ شب کے وقت دل کو جمعیت اور مشاغل سے فراغت حاصل ہوتی ہے۔

مناسبت مکان یہ ہے کہ مکان خوب خوشبو اور مروح یعنی ہوادار اور عافیت کا ہو۔ اور صلحا و مشائخ کی جگہ ہو۔ ناخوش اور تاریک جگہ نہو۔ اور کسی ظالم کا گھر نہو۔ اور راہ گذر نہو۔

رقص اور وجد کا بیان

رقص حضرت مخدوم سمنانی نے اسکی بھی تین قسمین لکھی ہین:۔ اگر اسکا

تحرک حلال ہے تو رقص بھی حلال ہے۔ اور اگر اسکا محرک حرام ہے تو رقص بھی حرام ہے۔ اور اگر محرک مباح ہے تو رقص بھی مباح ہے۔ اور اسکی اصل یہان سے ہے کہ ایک روز حضرت رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا کہ اَنْتَ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْکَ (یعنی تو میرا ہے اور مین تیرا ہون) فَحَجَلَ۔ یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ اسکو سنکر حرکت مین آئے۔ اور حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔ اَشْبَهْتَ خَلْقِیْ وَخُلُقِیْ۔ (یعنی تو مجھ سے صورت و سیرت مین مشابہ ہے) فَحَجَلَ یعنی حضرت جعفر رضؓ حرکت مین آئے۔ اور اسیطور سے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔ اَنْتَ اَخُوْنَا وَمَوْلَانَا فَحَجَلَ۔

وجد اور اسکے وجوہ

وجد کی نسبت مخدوم فرماتے ہین کہ "وہ حزن و اندوہ کہ جس سے سوزش و الم ہو اوسکو صوفی وجد کہتے ہین۔ اور یہ مختلف وجوہ سے ہو سکتا ہی خوف عذاب۔ درد فراق۔ سوزش شوق و محبت۔ و ازین قبیل۔

معدن المعانی کے باب شصت و دوم مین مخدوم فرماتے ہین کہ

ادب جوارح

"ہر جارحہ را ادبے ست کہ بدان مخصوص ست۔ بعضے مشائخ رحمہم اللہ میگویند کہ حسن ادب با خداوند آنست کہ ہیچ جارحہ از جوارح تو در غیر رضاے خداوند نجنبد۔ پس ادب زبان ٭

٭ یہ تو حضرت مخدوم علیہ الرحمۃ نے زبان کی ادب تعلیم فرمائی۔ اور افسوس ہے کہ ہم لوگون کا حال یہ ہے کہ صرف کلمہ گو نہین بلکہ پابند شریعت نبوی کو بھی جزوی اختلافات کے سبب گمراہ و کافر کہنے لگتے ہین اور اپنی سی تکفیر حرم شریف سے فتوے بھی منگوا لیتے ہین۔ افسوس مسلمانون کا کیا حال ہوگیا اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور بزرگان دین کی سکھائی ہوئی تعلیم کیا کیا خونریزی کیگئی۔ حضرت مخدوم معدن المعانی کے باب اول مین فرماتے ہین "براے حکم اسلام مجرد قول می باید و رسول علیہ السلام گفت م

این است کہ ہمیشہ بذکر خداوند تر بود و بذکر برادران بخیر کند و دعا کند مر ایشان را و نصیحت کند و پند دہد و نگوید چیزے کہ ایشان را کارہ باشد۔ و در مکانے سخن موافق حال کند کہ بزرگان گفتہ اند لِکُلِّ مُقَامٍ مَقَالٌ۔ و ادب سمع آنست کہ استماع فحش و سرود و غیبت و ہر منکرے کہ ہست نکند بلکہ آنچہ ذکر خداوند ہست و وعظ و نصیحت و حکمت است و آنچہ بدان فائدہ دین و دنیا است بشنود۔ و ادب نظر آن است کہ از دیدن نامحرم بپوشد و از عیبہا و ہم برادران از جملہ محرمات و منکرات پوشیدہ دارد۔ و ادب دست آنست کہ بذل و احسان کشادہ دارد و بخدمت برادران نیز۔ و بدان استعانت نکند بمعصیت خداوند۔ و ادب پائے آنست کہ بدان سعی نماید بر طاعت خداوند و صلاح نفس خویش و برادران خود و استعانت نکند بدان بر معصیت حق۔ و آداب دل از اعلیٰ احوال محمودہ است و نفی خواطر مذمومات و تفکر کردن در اعلےٰ و نعماے خداوند در عجائب خلق خداوند۔ و از آداب دل است گمان نیک کند بخداوند و بجملہ مومنان و پاک کردن او از غل و غش و حسد و خیانت و از عقیدہ بد کہ این ہمہ از خبائث دل است"

پھر اوسی معدن المعانی کے باب خدمت و دوم میں مخدوم سید

امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا الٰہ الا اللہ [illegible] حتی اقولہا
دوم از نجات است کہ از علماء در حق مجسمہ یعنی کسانیکہ خداوند را جسم میگویند حکم بکفر نمی کنند میگویند کہ معرفت و تنزیہ اگر شرط است ایمان بودے بر رسول واجب بودے کہ حکم بایمان کسے کردے مگر بعد از تفحص کہ او را معرفت خداوند تعالیٰ و صحت تنزیہ ہست یا نہ و بدان حکم کرد بایمان خلق بغیر این تفحص بدانستیم کہ این شرط نیست ۱۲

مروی ہے کہ :" صلاح ہمہ اعضا بر بستہ بصلاح دل ست و فساد ہمہ اعضا بفساد دل
ست و شرع برین ناردست الا ان فی الجسد لمضغۃ اذا صلحت صلح الجسد
بصلاحہا و اذا فسدت فسد بفسادہا سائر الجسد الا وھی
القلب ...... کار دل مشکل ست و راہ یافت او دشوار و دل گنجی ست
کہ درین خاک مدفون ست۔ و خواجہ نظامی را اشارۃ برین ست۔ مثنویات
خاک تو آمیختہ رنجہاست :: بر سر این خاک بسے گنجہاست ...... دل ست
کہ آئینۂ دیدار خداوند ست چنانکہ در مثنویات خواجہ عطار رحمۃ اللہ علیہ مثنویات
پادشاہ خویش را در دل ببین :: عرش را و ذرۂ حاصل ببین :: ہست دل آئینہ
در دل نگر :: تا ببینی روے او بر دل نگر :: گر تو میداری جمال یار دوست :: دل بدان
کآئینۂ دیدار او ست :: این خود اشارتے ست کہ بر دل کردہ اند و در حقیقت دل کرا زہرہ است
کہ چیزے تواند گفت و یا چیزے تواند نوشت۔ خواجہ حسن را درین بیتے خوب ست
بیت۔ اے حسن این چہ مینویسی تو :: قلم آہستہ دار فرمان نیست :: ......
خواجہ معزی رحمۃ اللہ میفرماید کہ دل ہاشہ است۔ یکے ہمچون کوہ ست کہ او را ہیچکس
نتواند جنبانید و دیگر چون درخت ست کہ اصلش اگرچہ ثابت بود اما باد او را راستا
و چپا بجنباند۔ و دیگر دلے ہمچون پر مرغ ست افتادہ در صحراے باد ہر طرف کہ خواہد
بجنباند و او را اختیار نہ "

اس مسئلہ مین کہ زن و فرزند۔ باپ مان زر و سیم وغیرہ کی محبت سے

زن و فرزند وغیرہ کی محبت سے دل محبت کو زیان پہنچے خوف ہے یا نہین

طالب کو زبان کا خوف ہے یا نہیں۔ مخدوم ست معدن المعانی کے باب سی ودوم مین منقول ہے کہ " اگر کسے مادر وپدر را دوست میدارد بدین دوست داشتن خللے در محبت حق نباشد مگر آنکہ محبت ایشان بر محبت حق غالب آید آنگاہ زیان دارد ۔ ہمچنین زن و فرزند وانچہ محبت آن مشروع ست اگر با این ہمہ محبت میکند جائیکہ مشروع ست دران ثواب ہست و خللے در محبت حق نباشد و ہمچنین اگر کسے را محبت بزر و سیم باشد برائے آنکہ می اندا گر این بر من باشد دل من فارغ باشد و عبادت بے وسوسہ تشویش آید مضر نیست ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ زیرا کہ محبوب لذاتہ روا باشد کہ یکے باشد و چیزہائے دیگر محبوب بود بتبعیت آن محبوب ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
اما محبت غیر اصلا این زیان دارد و این نشاید و از ینجاست کہ اہل محبت جملہ مصنوعات و مخلوقات را دوست بدارند ازین جہت کہ فعل و وضع و خط دوست ست پس این عین محبت دوست بود نہ محبت آن چیز لعینہ "

مسائل تصوف کی تحقیقات سے مخدوم کی تحریرات بھری پڑی ہین کن کن باتون کا ذکر کیا جائے ؎ زفرق تا بقدم ہر کجا کہ مینگرم ؛ کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجا ست ؛ صرف بڑے بڑے مسئلون ہی کا اگر ذکر کیا جائے تو کتاب بڑھ جائیگی اور لوگون پر اجیرن ہو جائیگی ۔ اسلئے اس سلسلہ کو مین یہین پر ختم کئے دیتا ہون ۔ اگر کسی کو پوری طرح اوسنے اطلاع حاصل کرنی منظور ہو تو مخدوم کے کلمات کیطرف رجوع کرے اور اونکے ملفوظات و مکتوبات اور رسائل کو بالاستیعاب دیکھے ۔

حصۂ سوم

مخدوم کے دوہے

جسطور سے حضرت امیر خسروؒ کے دوہے اور دوہرے زبان زد خاص و
عام ہین اوسی طور سے بہت سے دوہے اور دوہرے مخدومؒ سے بھی
منقول ہین - انکے مضامین مختلف ہین - کچھ تو امراض کے نسخے ہین اور کچھ
معرفت وحقائق کے بیان - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جوش کی حالت
مین یہہ کہے گئے ہین - ان کی زبان پورے طور سے اپنے زمانہ کو
بتارہی ہے اور اردو زبان کس درجہ پر تھی اسکا بھی پورا پتا اسنے ملتا ہے -
جو دوہے نسخون سے متعلق ہین اونکی نسبت یہہ کہنا ہرگز بیجا نہوگا کہ یہ مخدوم
کی اعلے لیاقت کے شاہد عادل ہین - انکے تجربے اسکو ظاہر کرتے ہین
کہ جسطرح سے وہ امراض اخلاقی کے طبیب تھے اوسی طرح سے وہ امراض
بدنی کے بھی طبیب تھے - یہ نسخے اکثر ہا تجربہ مین لائے گئے اور تیر بہدف
نکلے - صوبہ بہار مین شاید ہی کوئی مقام نکلے جہان ان نسخون مین سے ایک آدھ
بھی مشہور نہو - آئے دن غربا و امرا مین انکا تجربہ ہوا کرتا ہے - لیکن مین افسوس
کرتا ہون کہ یہ صرف زبان ہی پر اپنا قبضہ رکھتے ہین - شاید اسکی وجہ یہ ہو کہ یہ
مخدوم کی زبان کا اثر تھا کہ ان کو اکسیر کا خاصہ ملا اور چونکہ زبان ہی سے نکلے تھے

زبان ہی کو انھون نے اپنا مسکن بنایا۔ یہی بڑی وجہ اسکی ہے کہ کسی شخص کو باوجود تفحص و تلاش کے بھی یہ مجتمع حالت مین نہین ملتے۔ مجھے بھی باوجود تفحص بلیغ کے چند ہی دستیاب ہوئے کہ ذیل مین درج کرتا ہون۔

۱

"پات کسو نجی بکھ ہرے اور پھول رتوندھی جاے
جڑ کسونجی باگھ رو مین۔ بیج رے ہیج نا رے"

۲

"تل یتیسی۔ دانا۔ تیکھر تال مکھانا
گمی شکر مین سانا۔ کھاے زنانہ ہو مردانا"

۳

"لودھ پھٹکری مرداسنگ
افیم جنجھر مرچین چار
پوست کے پانی سے پڑی کرے

ہلدی زیرا ایک ایک ٹنگ۔
کرا و برابر کھو تھا ڈار
نین کا بید اترتے ہرے"

۴

"نون مرچ جھنجھڑ لے آوے
لودھ پٹھانی کتھ پا پڑیا
منجن کرکے پان چباوے

نیلا تھو تھا آگ جلاوے
پیس برابر منجن کریا
دانت کا پیرا کبھو نہ آوے"

	۵	

"ہڑ بہیڑا اونلا اور چیتا کھانسی سانسی سب جر جاے		ٹنک سونٹھ ملادے میٹا پینا ان نہ جانون کتنا کھاے"

	۶	

	"جی لگن بین ہے کہ آئی ہین سُہانی رتیان جنکے کارن سکھے بہت دلسے بنائی گتیان"	

مخدوم کی تصنیفات کی تعداد کثیر ہے۔ مگر افسوس ہو کہ ایک بڑا حصہ زمانہ کی ناقدردانی اور مسلمانون کی عام جہالت و افلاس کے نذر ہوگیا۔ تحقیق سے عتیق نسخہ بھی اکثر کا اب نہین ملتا۔ نہایت کوشش و تلاش سے ذیل کے چند رسالے مجھے ہاتھ لگے جنکے سہارے پر اس سیرۃ کی بنا قایم کی گئی۔

مکتوبات صدی۔ مکتوبات دو صدی۔ مکتوبات بست و ہشت۔ اجوبہ فوائد رکنی۔ ارشاد الطالبین۔ ارشاد السالکین۔ رسالہ مکیہ معدن المعانی۔ لطائف المعانی۔ مخ المعانی۔ خوان پر نعمت۔ تحفہ غیبی۔ ملفوظات زاد سفر۔ عقاید شرفی۔ شرح آداب المریدین۔

ان مین کچھ تو مکتوبات ہین اور کچھ ملفوظات، اور کچھ رسالجات اور ایک شرح۔ ملفوظات کو بھی مخدوم کی تصنیفات مین اسلیے داخل کرتا ہون کہ جتنے جامع

ملفوظات کے ہین وہ اپنے ملفوظ کی آغاز مین اسکا اعتراف کرتے ہین
کہ ساری ملفوظ گویا بلفظہا مخدوم کے کلام ہین۔ اور بعد اختتام مخدوم کی نظر
سے گزرانے گئے ہین اور جہان کہین کوئی شعر یا عبارت اصل تقریر سے
الٹ پلٹ ہو گئی تھی مخدوم نے خود درست فرمایا ہے۔ مین پہلے فرادی
فرادی انکی وجہ و زمانہ تحریر کا ذکر کرونگا اور پھر ان پر ایک بسیط اور عام بحث

مکتوبات صدی

(۱) **مکتوبات صدی**:۔ اسمین جتنے مکتوبات ہین اونکا زمانہ
تحریر ۷۴۷ھ ہجری سے شروع ہوتا ہے۔ انکی تحریر کا باعث یہ ہوا کہ قاضی
شمس الدین حاکم قصبہ چوسہ جو اس زمانہ مین ضلع شاہ آباد
علاقہ کمشنری پٹنہ کا ایک غیر مشہور دیہات ہے مخدوم کے مریدون مین سے
تھے۔ اونھون نے کرات و مرات عرض کیا کہ بوجہ موانع روزگار و زمانہ غدار
مجلس کی حاضری سے قاصر ہون اگر بذریعہ تحریر مسائل تصوف سے اطلاع
دیجائے تو مین بھی فیض مخدوم سے محروم نہ رہون۔ مخدوم نے اونکی
استدعا منظور فرمائی اور یہہ مکتوبات لکھی گئی۔ حضار مجلس نے انکی نقلین
رکھنا شروع کین کہ یہہ مجموعہ جمع ہو گیا۔ شعر۔ قاضی بسر نشانہ شد و خود
جہانیان :: سرمایہا برند ہمہ زین نقود غیب۔ ان مکتوبات مین قدر حسب
حاجت اور مسائل کے سوال کے تطابق کا بہت خیال رکھا گیا ہے۔

مکتوبات دوصدی

(۲) **مکتوبات دوصدی**:۔ ان مین کے کوئی ڈیڑھ سو مکتوب

لوگون نے الگ چھاپ دئے ہین اور مکتوبات یکصد و پنجاہ کے نام سے مشہور کر رکھا ہے۔ حقیقتاً وہ کوئی مستقل رسالہ نہین اسی مکتوبات دوصدی کا ایک حصہ ہے۔ اس مجموعہ مین جتنے مکتوب ہین وہ ماہ جمادی الاول سے اول ماہ رمضان ۷۶۹ھ ہجری تک کے لکھے ہوئے ہین۔ اور انکے مکتوب الیہم شیخ عمر۔ قاضی شمس الدین۔ قاضی زاہد۔ مولانا کمال سنتوسی۔ مولانا صدر الدین ملک خضر۔ امام تاج الدین۔ رضی الملک ملک محمود۔ مولانا محمود سنتوسی ہین۔ شیخ محمد ظفر آبادی المعروف بدیوانہ۔ امام سلیمان۔ مولانا مظفر۔ شیخ مغربی۔ داور ملک داماد سلطان محمد۔ مولانا قیام الدین بابونی۔ ملک الامرا ملک سفرح۔ سلطان الشرق فیروز شاہ ہین۔ یہہ مکتوبات اوقات مختلفہ مین بعض مریدون اور معتقدون کی عرضداشت پر جو مخدوم کی خدمت و مجلس سے دور پڑے تھے اور کلام لطیف کو سنکر فائدہ اوٹھانے سے محروم تھے لکھے گئے ہین۔ لیکن اسمین جتنے مکتوب ہین اون مین اپنے اندازۂ علم کو نظر انداز کیا گیا ہے اور سائل کے قدر فہم کا بہت خیال رکھا گیا ہے۔ اسلئے طرز بیان سائل ایسا صاف اور دقت سے بری ہے کہ تھوڑی استعداد کا آدمی بھی اون سے فائدہ اوٹھا سکتا ہے۔

(۳) مکتوبات بست و ہشت:۔ اس مین اون مکتوبون کے پس ماندہ ہین جو کئی برس کے عرصہ مین مخدوم نے مولانا مظفر کو لکھے تھے اور جنکو

مولانا نے اپنا رحلت کے وقت اپنی قبر مین رکھ دینے کی وصیت کی تھی - چند جو بچے بچائے چھوٹ گئے تھے وہ یہ ہین - ان مین اکثر مکتوب ۷۶۶ھ کے بعد کے ہین - کیونکہ مکتوب شانزدہم مین اسکا ثبوت موجود ہے - آپ مولانا مظفر کو لکھتے ہین " آنکہ نوشتہ بود این زمان مطالع شرح آداب المریدین طاقت ندارم " شرح آداب المریدین ۷۶۶ھ ہجری مین ختم ہوئی ہے اسلئے اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یہہ مکتوب سن مذکور سے بعد کے ہین -

اجوبہ

(۴) **اجوبہ** :- یہہ رسالہ اون سوالات وجوابات کا مجموعہ ہے جو زاہد بن محمد بن نظام اور دوسرے اعزہ واحبا جو رات دن مخدوم سے کرتے رہتے تھے - اسمین سوال و جواب کے طور سے اہم اہم مسائل کا بیان ہے - ہر سوال کا مخدوم نے جو جواب دیا ہے وہ اسکو بتا رہا ہے کہ وہ ہر مسئلہ کے مالہ و ماعلیہ پر کیسے حاوی تھے اور اونکو کس خوبی سے سمجھاتے ہین - اگر کوئی شخص تصوف کے مسائل سے واقف ہونا چاہتا ہو تو اوسکے لئے اس رسالے سے عمدہ اور فائدہ بخش کوئی دوسرا رسالہ ملنا مشکل ہے - زبان بھی نہایت سلیس اور تقریر بھی نہایت چست و مدلل -

فوائد رکنی

(۵) **فوائد رکنی** :- یہہ رسالہ حاجی رکن الدین زائر الحرمین کی التماس پر اس غرض سے کہ سفر و حضر مین اونکا مونس روزکار ہو لکھا گیا تھا - اسکے اکثر مضامین مکتوبات سے لئے گئے ہین -

ارشاد الطالبین

(۶) **ارشاد الطالبین** :- اس رسالہ مین اسکا بیان ہے کہ طالب کو کیسا ہونا چاہیئے اور اوسکی کیا غرض اور علت غائی ہونی چاہیئے - یہ چند ورقون کا رسالہ ہے اور اسمین بھی زاد قادر الکلامی دی گئی ہے -

ارشاد السالکین

(۷) **ارشاد السالکین** :- اسمین مسئلہ وحدت وجود سے بحث کی گئی ہے -

رسالہ مکیہ

(۸) **رسالہ مکیہ** :- اسمین ذکر و مراقبہ سے بحث کیگئی ہے -

معدن المعانی

(۹) **معدن المعانی** :- اسمین ۱۵ شعبان ۷۴۶ھ کے قبل تک کے ملفوظ ہین - اسکے جامع زین بدر عربی ہین - اسکی صورت پذیر ہونے کی حالت جامع کتاب یہ بیان کرتے ہین کہ "در ہر مجلسے و محلے البتہ از طالبان صادق و مریدان واثق و بندگان موافق کہ حاضر بودند ہر کسے درخور حال کار خود ایراد سوالے از طریقت والتماس بیانے از شریعت و درخواست اشارتے از حقیقت عرض میداشتند - بندگی مخدوم نامور شیخ دین پرور در مقابلہ سوال سائل جوابے شافی و بیانے کافی بعبارات دلپذیر و اشارات بے نظیر ارزانی میداشت . . . . بقدر وسع و اجتہاد خود انچہ یاد توانست داشت بہ توفیق ازلی و عنایت لم یزلی آنرا جمع کرد - مہما امکن رعایت عین لفظ نگذاشت مگر بنا بر عجز و نقصان خود اگر عین عبارتے یاد نماندے و معنی آن تمام و سالم در خاطر ماندے ضرورتے بعبارت مناسب آن معنی را درآوردے کہ از عبارت معنی مقصود ہست - اما در معنے بہیچ وجہ و ہمانے تصرفے و تغیرے نکردہ تا اگر معنی یاد نماندے ورق سادہ گزاشتے و در محلے

دیگر عرض داشتے بعد آنکہ بجواب مشرف شدے یاد داشتے و باتفاق مجلسے تمام در کتابت آوردے ہمبرین بنا کہ نباید غلطے و لغزشے جاے رفتہ باشد از جمع کردن این مجموع بجناب رفیع شیخ بزرگوار خود فرو داشت و التماس نمود کہ در مجلس شریف ہرچہ بندہ خاکپای درویشان در کتابت آوردہ بگزرد از کمال عاطفت التمس بیچارہ را باجابت مقرون گردانید تا من اولہ الی آخرہ باحتیاط در مجلس رفیع بگزشت سبقاً بعد سبق و کلمتہً بعد کلمۃ و حرفاً بعد حرف قرات کرد و چند جا کہ بیچارہ را در کتابت سہوے رفتہ بود بلطف اصلاح فرمود و در بعضے محلہا کہ در وقت قرات حکایتے یا مثالے مناسب تقریر و بیتے و رباعی مناسب تحریر منفرد و ایرادے و جوابے کہ بر تقریر بندگی مخدوم را فراہم می آمدے یعنی ہم خود بیان میکرد آنرا نیز درج کردہ تا عالم و عالمیان را حظے و نصیبے از وقت پاک ایشان بمطالع ملفوظ مرغوب ایشان حاصل آید و بیچارہ را سبب ثبات ایمان و آمرزش گناہان و دریافت مراد ہر دو جہان گردد"

لطائف المعانی
(۱۰) لطائف المعانی:۔ یہ ماخوذ ہے معدن المعانی سے۔

مخ المعانی
(۱۱) مخ المعانی:۔ اسکے جامع سید شہاب الدین عمادی صالحی ہیں۔ اسکا سن تالیف معلوم نہیں۔ یہ بھی جیسا کہ اسکا نام ظاہر کرتا ہے مخدوم کے ملفوظات سے مستخرج ہے۔ جامع اسکے لکھتے ہیں کہ "از چند ذکر خوب و عبارات مرغوب .... از ملفوظات استخراج کردہ و حتی الامکان رعایت عین لفظ نگزاشت مگر بنابر تکرار و یا طول حکایات ابا ہیچ وجہے و حالے فرقے و تغیرے

نکردہ یا اگر نفظے یا معنی مفہوم نشدے آن را فہم کردے بعدہ باتفاق تمام درکتابت آوردے ہمہ برین نیاید کہ غلطی یا لسخے جاے رفتہ باشد از جمع کردن مخ المعانی بجانب رفیع شیخ بزرگوار خود بواسطہ مولنا خواجہ عرضداشت والتماس نمود کہ نظر مخدوم جہان بگزرد از کمال شفقت ملتمس بیچارہ باجابت مقرون گردانید۔ من اولہ الی آخرہ مطالع کردہ وچند جاے کہ بیچارہ را سہو وخطائے رفتہ بود بلطف قدیم اصلاح فرمود وبعضے محلہا مناسب تقریریتے دربای مناسب تحریر بود آنرا نیز درین درج کرد تا عالم وعالمیان را حظے ونصیبے حاصل آید"۔

خوان پر نعمت

(۱۲) خوان پُر نعمت:- اسمین از ابتداے ۱۵ شعبان ۷۴۶ھ لغایت ۷۵۱ھ کے ملفوظ ہین - یہ گویا معدن المعانی ہی کا ضمیمہ ہے اسکے بھی جامع زین بدر عربی ہی ہین -

تحفہ غیبی

(۱۳) تحفہ غیبی:- اسمین از ابتداے ۷۵۱ھ لغایت ۷۷۰ھ کے ملفوظ ہین - اسکے جامع بھی زین بدر عربی ہین - یہ زین بدر عربی کے سلسلۂ ملفوظات کا چوتھا ملفوظ ہے جیساکہ اونکی ابیات ذیل سے ظاہر ہوتا ہے

قطعہ شد تمام این تحفۂ غیبی و ملفوظات قدس :: در سہ شنبہ وقت ظہر از عون لطف پیر پاک :: چارمین بحرست از بہر لقاے لفظ پیر :: باد شائع در ہمہ عالم بعون اصطفاک :: ہفصد و ہفتاد سال از ہجرت مقصود گفت :: ہم بدست زین کہ آمد درہش کمتر زخاک ::

افسوس درمیان کا تیسرا ملفوظ مجھے نہ ملا - زین بدر عربی نے اسکی آغاز

ہین چند ابیات اسکی تعریف مین لکھی ہین اور وہ یہ ہین۔ **مثنوی**

این بحر الٰہی ست درین کان معانی ست	اینجا ہمہ قوت دل وہم قوت جانی ست
اینجا ہمہ اسرار الٰہی ست دگر نیست	اینجا ہمہ وحدت صرف ست وخبر نیست
اینجا ہمہ چیزے کہ ازین پیش نیابند	اینجا ہمہ نوش ست دلانیش نیابند
درے طلسم زین کہ بدارین نگنجد	عیشے طلسم زین کہ درونزین نگنجد
درہر دو جہان خادم مخدوم جہاندار	اورا بعموم کرم اے پیر جہان دار

شرح آداب المریدین

(۱۴) **شرح آداب المریدین**:۔ یہ کتاب آداب المریدین مصنفہ حضرت **ضیاء الدین نجیب سہروردی** کی شرح ہے۔ روز جمعہ وقت اشراق ماہ ربیع الاول ۷۶۵ھ مین شروع ہوئی اور روز سہ شنبہ ماہ ذی الحجہ ۷۶۶ھ مین ختم ہوئی۔ اسکی وجہ تصنیف کو مخدوم آخر رسالہ مین یون تحریر فرماتے ہین۔

"می کوید مستعمل درویش احمد یحییٰ منیری الملقب بشرف غفر اللہ لہ ولوالدیہ ولاصحابہ ولجمیع المومنین والمومنات کہ یارے ازیاران این درویش مسمّٰے بقاضی اشرف شرفہ اللہ تعالےٰ بین اصحاب ہذا العلم کہ محب این طائفہ وقابل فن ایشان بود ازین درویش التماس نمود کہ کتابہا در علم سلوک ہرچہ محتاج الیہ ست وطالب دین بدان راہ راست یابد ومطلوب رسد بیشتر ازان ست کہ کسے آنرا تواند خواند و یا تواند نوشت۔ ہریکے برائے مریدان ومعتقدان خویش بر وقت آنکہ ہم اشفق الناس علی الخلق بودہ اند براندازہ فہم نبشتہ اند لیکن بعضے نسخہ عربی افتادہ ست اگرچہ ایشان ازمقام خویش نزول کردہ اند ودر قلم آوردہ

باایں ہمہ بہ نسبت مبتدی معانی والفاظ آن اغلاقے والتواے تمام دارد آنرا فہم کردن علم لغت

وتصریف ونحو باید تا کسے ازان بہرہ گیرد۔ وآن ہمہ را اگر کسے تحصیل کند عمر خود از میان

گزشتہ باشد......... خصوصاً نسخہ آداب المریدین کہ از تصنیف شیخ المشائخ

...... امام المتقین ضیاء الحق والدین ابو نجیب عبد القاہر محمد سہروری.......

کہ دران خدمت شیخ تمسک بآیات قرآن واحادیث کردہ ہست واز کلمات فضل آمیزش

وازان مشائخ سلف رضوان اللہ علیہم نیز آوردہ می خواہم کہ آنرا بخوانم اگر در حالت خواندن

ترجمہ سود و دران اطمینانے رود بمنزل شرح گردد۔ برین نادان و دیگر مسلمانان ادراک

آن آسان شود و ہر خاص و عام را ازان نصیبے و حظے بود و طالبان الہی را اہروان نا متمنا

کردیس روان نبوی و محبان مصطفوی اند دستوری گردد۔ بنابران باعث و بہ سبب این

قضیہ مرضیہ برخود التزام نمودم و چنانچہ مفہوم گردد در خطے کتابت آوردن گفتم تا ادرا

و مسلمانان دیگر را در مطالعہ آن منفعت دینی بحاصل آید۔ و باشد کہ کسے نظرے بران

نشستہ کند، و اورا آنجا کشالیش بود یا وقت کسے بمطالعہ آن خوش گردد۔ حق سبحانہٗ

تعالیٰ این درویش را درکار روے کند ؎

(۱۵) عقاید شرفی :۔ اس میں اہل تصوف کے عقاید

کو بیان کیا ہے۔

مخدوم منشیوں کے اوس طبقہ کے لوگوں میں ہیں جنکی تحریریں بڑخامہ فرسائی

عقائد شرفی

مخدوم کی انشا پردازی

کرنی علے العموم بے ادبی سمجھی جاتی ہے اور جنکی خوبیان زیادہ تر معنی سے متعلق
ہین - الفاظ سے انکو بذاتہا کوئی غرض نہین ہوتی - اور انشا انکا مایۂ افتخار و
امتیاز نہین - انکے دربار مین الفاظ کی صرف اوسیقدر وقعت ہے جسقدر
کہ کسی مقصد کے آلہ کی ہونی چاہئے - یعنی وہ اظہار معنے کے آلہ ہوتے ہین اور
انشار آنکے معنوی سافر ونگاڑ ین تاہم یہ کہنا کہ انکی تحریرین پایۂ ادب سے گری ہوئی
ہین سراسر انصاف کا خون کرنا اور حق سے چشم پوشی کرنی ہے - الفاظ کی صحت
بندش کی نفاست - ترکیب کی خوبی - جملون کی پیچیدگی - بیان کی سلاست
ادا کی شوخی - زبان کی برجستگی اور بیساختہ پن - الغرض فصاحت و بلاغت کے سارے
مراتب ان مین پائے جاتے ہین - البتہ لفاظی و قافیہ پیمائی اور بیکار کی ذق
ذق و بق بق انکے یہان تحریر کی علت غائی نہین سمجھی جاتی -

انسان کے جذبات و خیالات اوسکی ہر حرکت و سکنت سے کچھ نہ کچھ
ضرور ٹپکتے ہین اور انکا پرتو ہر قول و فعل مین نمایان ہوتا ہے - اسی لئے یہ
لازم ہے کہ ہر منشی کی انشائین اوسکے جذبات و خیالات کا اثر کبھی پوشیدہ
اور کبھی نمایان ضرور پایا جاتا ہو - بیہودون کا لایعنی پن - فلسفیون کا فلسفہ - منطقیون
کی منطق - مورخون کی تاریخ دانی - ادیبون کی ادب - مدبرون کے خیالات مدبرانہ
دہریون کی دہریت - خداشناسون اور خداترسون کی خداشناسی و خداترسی
صوفیون کا تصوف - الغرض ہر خیال والے کا خیال اوسکی تحریر و تقریر مین

ضرور اثر ریز ہوتا ہے۔ اور جسکا خیال جتنا گہرا ہوتا ہے اوتناہی اوسکا رنگ بھی زیادہ گہرا ہوتا ہے۔ مخدوم کی تحریرون کو اوٹھا کر دیکھو تو وقت اور جدا ترسی اور انہماک وشفقت بخدا اکا وہ گہرا رنگ پاؤ گے جسکا مماثل البتہ اوسی رتبہ کے لوگون مین پایا جانا ممکن ہے جو مخدوم کا تھا۔ مین یہان پر آپ کی ایک مناجات نقل کرتا ہون اسمین عجز و درماندگی۔ تمامی مسلمانون کے ساتھ ہمدردی۔ اپنی طاعت کا قصور جس خشوع وخشوع سے ادا کیا گیا ہے وہ پورطور سے میرے دعوے کو ثابت کر رہا ہے۔ مخدوم فرماتے ہین۔ "الہی انت ربی وقوی وانا عاجز۔ الہی انت مالک وانا مملوک۔

الہی عاجزترین عاجزانم۔ الہی جاہل ترین جاہلانم۔ الہی نمیدانم تا چہ گونہ رضاے تو جویم۔ الہی نمیدانم تا چہ گویم۔ الہی عجز و درماندگی من تو می بینی۔ الہی حاجت من تو میدانی الہی من بیچارہ و عاجز ہیچ حیلہ وقوت و وسیلہ ندارم وانچہ جز تست ازان بیزارم۔ الہی من ضعیف درماندہ را و من نحیف درباے راندہ را و من مدہوش سیاہ کار گناہگار را و من بدکار را و من دلدار فرمان شیطان را و من اوستاد مکتب عاصیان را و من مدہوش سرگشتہ و من عاجز دربدر گشتہ را و من گناہگار بدافعال را و من خاکسار بداعمال را و من تائب ناتمام را و من عہدشکن خودکام را و من گندم نماے جوفروش را و من زنار دار خرقہ پوش را و من سیاہ رو نامہ سیاہ را و من منافق تباہکار را بفضل عمیم ولطف قدیم خود از بند نفس امارہ خلاص دہ وتوبہ نصوحا عطا کن کہ طاعت حضرت عدل تو ندارم۔ الہی مرا

توفیق ده که ترا به پرستم که بے توفیق تو ترا نتوان پرستید۔ الٰہی مرا تعریف ده که ترا
بشناسم که بے تعریف تو ترا نتوان شناخت۔ الٰہی ضائع کردم عمر خویش بدان چیز
که رضاے تو نبوده من ندانستم ازان توبه کردم بیزار گشتم۔ اے دستگیر ہر شکسته
واے دلیل ہر درمانده واے فریاد رس ہر درشوارده واے چاره ساز بیچارگان واے
قبول کننده توبه عاصیان واے پزیرنده گریختگان اے حلیمے که حلم تو ما را گستاخ
کرد آے رحیمے که رحم تو ما را بیباک گردانید این گستاخی و بیباکی از ما عفو کن واز
خلعت معرفت ہمه اعضاے ما را بپوشان۔ الٰہی بحق تہلیل و تسبیح و تحمید و
تمجید جمله روحانیان و کروبیان۔ الٰہی بحرمت عابدان و زاہدان الٰہی بحرمت خاصگان
درگاه تو الٰہی بحرمت لب احتمان حضرت تو الٰہی بحرمت غریبان و شہادت جوانان
الٰہی بحرمت آب دیده عاصیان۔ الٰہی بحرمت عفو تو که بر عاصیان درگاه تست۔ الٰہی بحرمت
عز و جلال تو۔ الٰہی بحرمت عظمت و کمال تو که حاجات من و جمله مسلمانان روا کنی
و ایمان ما را در دنیا و آخرت برما ارزانی داری۔ الٰہی چون دران حجره تنگ و تاریک
بے شمع ما را مبتلا کنی ایمان را چراغ لحد گردانی بحق لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لَا معبودَ
اِلَّا اللّٰہُ لَا محبوبَ اِلَّا اللّٰہُ لَا مطلوبَ اِلَّا اللّٰہُ لَا مقصودَ اِلَّا اللّٰہُ
لَا موجودَ اِلَّا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ محمدٌ رسولُ اللّٰہ واشہد ان محمدًا
عبدہٗ و رسولہٗ صلی اللّٰہ علیٰ خیر خلقه سیدنا محمدٍ و آلہٖ و
اصحابہٖ اجمعین برحمتك یا ارحم الراحمین ٥۔

علاوہ برین تہذیب جسکو بہت کچھ انسان کی تربیت سے تعلق ہے وہ ہر وقت مخدوم کی تقریر و تحریر مین جلوہ ریز پائی جاتی ہے۔ کبھی تہذیب کا دامن ہاتھ سے نہین چھوٹتا۔ اور بیہودہ الفاظ اور خلاف تہذیب جملون سے اونکی زبان یا اونکا قلم ناپاک نہین ہوتا۔ کسی مسلمان پر باوجود اقرار اسلام ذرہ سی لغزش پر وہ الفاظی لشکر کا دھاوا نہین بولتے اور اختلاف آرا کی وجہ سے سب و شتم کا ڈرہ نہین لگاتے۔ البستہ جہان کہین پایۂ شرع سے گرا پاتے ہین۔ وہان قلم کی نئے سے شرعی الکٹریسیٹی کا کرنٹ پہونچا کر چونکا دیتے ہین جسکا اثر غضب کا دیرپا ہوتا ہے۔ لیکن وہان بھی حد سے تجاوز کرجانے کو جائز نہین رکھتے اور تعمیم سے تخصیص کا کام لیتے ہین اور اپنی قادر الکلامی کا جوہر دکھاتے ہین۔

کسی مصنف کی قبولیت عام کی بڑی دلیل یہہ ہے کہ اوسکا کلام ضرب المثل کے طور پر استعمال ہوتا ہر اور اوسکی قادر الکلامی کا یہ ثبوت ہے کہ ہر قسم کے مضامین ادنے و اعلےٰ اوسکے پامال معلوم ہوتے ہون اور وہ بلا آورد اونکو نہایت صاف اور سلجھی عبارت مین ادا کرسکے۔ مین اون جملون اور فقرون کو اور اون عبارتون کو جو مخدوم کی قادر الکلامی کا جوہر ظاہر کرتی ہین مخدوم کی تحریرات سے جستہ جستہ التقاط کرکے ناظرین کی تفریح طبع کے لئے ہدیۂ ناظرین کرتا ہون و ہو ہذا:۔

"تا دربنائی در بنایی"

"شکستہ ہیچ چیز قیمت ندارد مگر دل ہر چند شکستہ تر با قیمت تر"

"راہ حق نہ در آسمان و نہ در زمین و نہ در مغرب و نہ در مشرق بلکہ نہ در عرش و نہ در کرسی و نہ در لوح و نہ در قلم راہ بحق سبحانہ تعالےٰ درون تست"

"دنیا مکار و غدار ست بوقلمون روزگار ست - شہد نما زہر دار ست - ہر کرا با مداد نوازد شبانگاہش بگزارد - ہر کرا صبحدم بدارد نماز شامش از پاے درآرد - کاسہ او بے خس نباشد و کاسہ او بے خنیت مگس نباشد"

"با خدا دیوانہ باش و با شریعت ہوشیار"

"کلماتے مشائخ بہر روے زمین لشکر خداست اگر خوانندہ مرد بود او را شیر مرد گرداند و اگر نامرد بود مرد گرداند"

"بعدد ہر ذرّہ از ذرات موجودات راہیست بخداوند جل و علا - اما ہیچ راہ نزدیکتر و پُر فائدہ تر از راحتے سانیدن بدل نیست"

"ہر کسے را در خور خود کار باید کرد"

"قوت تن عارف خدمت ہست و قوت دل محبّان قربت ہست و قوت روح مشتاقان مشاہدہ ہست و قوت سر عاشقان وصلت ہست - تن چون قوت خدمت استیفا کند بہ سدرۃ المنتہیٰ بر آید - و دل چون قربت استیفا کند در خلوت خانہ عند ربی یُطْعِمُنِی وَیَسْقِیْنِ در آید - و روح چون بغرس مشاہد

عزیز گردد از عرش مجید قدمگاه سازد۔ و سر چون بہ تشریف وصلت مشرف شود بخود شود و نیاز عاشقی گوید"۔

"ہر چہ بندہ را از حق حجاب گردد و از آنحضرت بندہ را بخود مشغول کند در نظر طالبان حق این بت ست ہر چہ خواہی گو باش"

"ہر کہ از مادر براید این جہان را بیند و ہر کہ از خود براید آنجہان را بیند"

"تجرید از علائق بود و تفرید از خود۔ نہ در دل غبارے نہ بر پشت بارے۔ نہ با کس شمارے نہ در سینہ بازارے۔ نہ با ہیچ مخلوق کارے۔ ہمتش از ذروۂ عرش بر گزشتہ واز کونین رسیدہ و بامراد آرمیدہ۔ و با وجود کونین بے دوست خوشی نہ و بے وجود عالمے یا دوست ناخوشی نہ"

یہہ بہت کم مصنفون اور مقررون کو نصیب ہوا ہی کہ ہر دلعزیزی اونکو حاصل ہو اور لوگونکی توجہ کو کشش کر کے محویت کے ساتھ تفحص کے مادہ کو اپنی جانب مائل کر سکین۔ یہہ کہنا ہرگز بیجا نہوگا کہ مخدوم شاذ و نادر بلکہ کبھی نہین دلچسپی سے خالی ہوتے ہین۔ اسکی وجہ یہہ ہے کہ جس مسئلہ پر وہ تقریر یا تحریر کرتے ہین اوس پر وہ خوب حاوی ہوتے ہین اور اونکی یہ خواہش کہ جس مسئلہ کو وہ لین اوسکو وہ پورے طور سے صاف کر دین اور اوسکے متعلق بقدر انداز سائل اپنی واقفیت و علم کا بہ تمامہا اظہار کرین افسون کا کام کر جاتی ہے۔ اونکی روشس نہایت آزاد بے ریا اور اسوجہ کر دلچسپ ہی۔ اور جو اونکے دل مین ہوتا ہے

وہی اونکی زبان و قلم پر۔ پھر چونکہ یہہ لازمی ہے کہ "آنچہ کہ از دل خیزد بر دل ریزد"۔
اونکی بات دل مین گھر کرجاتی ہے ؎ بدل می رود ہر چہ ریزد ز دل * اثر دارد
آنچہ کہ خیزد ز دل * دوسرے یہ کہ اونکو خاص اسکی قدرت حاصل تھی کہ اپنے مخاطب
اور پڑھنے والے کا پورے طور سے اپنے کو ہمرتبہ بناکر اوسکی تشفی کرین۔ دیکھو اسیلئے
جہان کہین مبتدی سے سابقہ ہے وہان نہ تو حد سے زیادہ بلند پروازی ہے نہ
دقت خیالات بلکہ غایت درجہ کا اعتدال ہے اور جہان کہین منتہی سے کام ہے وہان
وہ بلند پروازی دقت نظری تعمق خیالات اور فراخ سخنی ہے کہ متوسط درجہ
کے دل و دماغ کی سمجھ مین جیسا کہ سمجھنے کا حق ہے نہین آتا۔ وہ صرف زبان و عبارت
ہی کی صفائی کا خیال نہین رکھتے بلکہ وہ اپنے خیالات کا ایسا سلسلہ اختیار
کرتے ہین جسمین ابہام و اشتباہ کا ہرگز گزر نہین ہوتا۔ اونکو جہانتک غباوت طبع
کا ازبس خیال تھا اسلئے اہم سے اہم خیالات کو بھی اونھون نے ایسا سادہ لباس
پہنایا ہے کہ غبی سے غبی بھی اون سے دلچسپی حاصل کرسکے۔ مگر جا ہے کہ اسوجہ کر
آپکے خیال مین پستی ہو ہرگز نہین۔ اون مین بڑی خوبی یہ ہے کہ اونکے خیالات
اونکے پیش پا افتادہ ہوتے ہین جنکو وہ پوری قدرت اور آسانی سے وسعت
دیتے ہین اور جو ہرگز مبہم۔ تاریک اور ناکمل نہین ہوسکتے۔ اور اونکے خیالات
مین ہرگز گنجلک نہین پایا جاتا ہے جس سے پڑھنے والے کو اولجھن سی
پیدا ہوسکے۔

جہان مخدوم تمثیلات - اشارات - استعارات سے کام لیتے ہین وہان وہ اپنے طبقہ کے سارے مصنفون کو شکست فاش دیتے ہین - مخدوم کے جملے نہین ہوتے ہین بلکہ عندلیبان ہزار داستان کی صفین سامنے کھڑی ہو کر نہایت دردناک و موثر لہجہ و آوازمین ترنم ریزیان کرتی ہین - یہین کچھ عبارتہ اسکے ثبوت مین مخدوم کی ایک تصنیف سے درج ذیل کرتا ہون - "اے تن خدمت کن و چشم از خدمت بر دوز - اے دل پروانہ شو و خود را بر شمع قربت بسوز - اے روح در دریای مشاہدہ غرق شو - اے سر بدوست مشغول شو - اے تن چون چشم از خدمت در عین خدمتے بر دوختی قدم بر فرق صورت مخلوقان زن - اے دل چون پروانہ وار خود را بر شمع قربت بسوختی خیمہ ہمت بر تارک درجات زن - اے روح چون در دریاے مشاہدہ غرق شدی سلطانی بجوئی - اے سر چون بدوست مشغول شدی سبحانی بگوئی - اے تن ترا بر آستانہ سلطانی اوردہ اند بپاسبانی راضی مشو - اے دل ترا براے انا الحق و سبحانی آوردہ اند بہر سو مدو - اے روح بر اوج جلال شمعے ہست تو پروانہ شو - اے سر در قعر بحر شہود صدفے ست تو در درو باد ہم خانہ شو" (فوائد رکنی)

بیان مسائل تصوف کی روش و صورت مین مخدوم نے جو انقلابات پیدا کئے وہ ضرور قابل ستایش ہین - اونھون نے کوئی ایجاد خاص نہین کی بلکہ پرانے ہی مسائل کو وسعت و ترقی دی - مخدوم نے آغاز مین اون مسائل کو نکما اور نارسان حالت مین پایا اور اپنے ارتحال کے وقت اونکو ایک بہتر مصرف اور منفعت

کی بنا کر چھوڑ گئے۔

مخدوم کے قبل ملفوظات اور مکتوبات کا دستور تھا مگر نہایت محدود اور غیر طمانینت بخش۔ ملفوظات اکثر ایسے اذکار سے بھرے ہوتے تھے جو فلسفی اور آزاد خیال رکھنے والون کے نزدیک محض پوچ و لچر معلوم ہوتے تھے۔ جس مسئلہ پر بحث کیجاتی سیوائے دلائل منقولی کے دلائل معقولی کا گزر نہین ہوتا کہ عقلی دلائل کے بندون کا کچھ نہین تو آنسو پونچھ جاتا۔ مخدوم نے ملفوظات مین بیان مسائل کی کایا ہی پلٹ دی جس سے ہر قسم کے خیال والون کی تشفی ہوگئی۔ باقی رہے مکتوبات انکو تو ہند مین اوسوقت تک بیان مسائل کے ذریعہ ہی ہونے کا شرف حاصل نہوا تھا یہ صرف اطلاع و ادراک خیریت و کوائف دیار و امصار و اظہار حاجات ظاہری ہی پر محدود تھے۔ مخدوم ان سے آرٹیکل اور ایسے کا کام لیا اور ایک نہایت باوقعت مجموعہ دنیا مین بطور یادگار کے چھوڑ گئے۔

ملفوظات اور مکتوبات کی خصوصیات مین نیرنگی و اختصار مضامین ہے تا انکا مستقل تصانیف مین ہونا غیر ممکن ہے۔ ضخیم کتابون مین اگرچہ مضامین دلچسپ ہون مگر ضرور پڑھنے والون کے دماغ پر گران بار ہونگے۔ ایک بڑا طبقہ پڑھنے والون کا وہ ہے جو دل بہلانے اور اوقات گزاری کیخیال سے کتابون کا مطالع کرتا ہے۔ وہ بڑی بڑی مجلد کتابون سے ضرور بے تکان

اوسکی الجھی ہوئی اور کمزور دماغی اشتہا فزونی مین تبدیل اغذیہ اور ہلکی غذا کی
محتاج ہے - ایک ہی کام روزانہ کرنا اوسکے لئے وبال جان ہوجاتا ہے
اور وہ مضامین جنکا سمجھنا اوسکی دماغی قوت سے باہر ہوتا ہے اون سے
اوسکو ایک کبیدگی سی ہوجاتی ہے - ایسے مصنفین سے جو اوسکی دماغی
تبدیلیون اور قوت کا ساتھ نہین دیتے اوسکو نفرت سی ہوجاتی ہے
علاوہ برین طوالت بھی ایسی چیز ہے جس سے وہ کانپ اوٹھتا ہے - اور
جسکو وہ سب سے زیادہ ناپسند کرتا ہے - ایسے شخص کے نزدیک نظم کی بھی
اعلے سے اعلے تصنیفین جو فطرتی طور پر انسانی طبائع کو پسند ہین جیسے
شاہنامہ سکندرنامہ وغیرہ وغیرہ قریب قریب ناپرسان کے ہوجاتے ہین
پس ایسے ناظرین کے لئے ملفوظات اور مکتوبات اونکی مُنہ مانگی مرادین ہین
دونون مین وہ باتین جنکا یہ طبقہ طالب ہے موجود ہین - اسیلئے مخدوم کے
ملفوظات اور مکتوبات انکی مستقل تصنیفات سے زیادہ تر شایع ہوئے
چونکہ ملفوظات روزمرہ کے تذکرے ہین اور مکتوبات فطرتی طور سے مختصر
اسلئے اول مین سہولت بیان اور دوسرے مین اختصار ہے - برخلاف اسکے
مستقل تصنیفون مین ان باتون کا لحاظ قریب قریب ناممکن کے ہے -
ان مین مخدوم کی ذکاوت کی برتری نہایت خوبی سے نمایان ہے -
اور آپ کے خیالات کا اچھوتا پن اور گہرا پن دقت مسئلہ کی پوری مکافات

کرتا ہے۔ انکو آغاز سے اختتام تک تھوڑی دیر مین پڑھ جا سکتے ہین مگر جب پڑھو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی نئی بات ایسی معلوم ہوئی جو پہلے نہین سمجھی تھی۔

کسی مشہور لیکن ادق مسئلہ کو تصوف کا ہو یا عموم علوم کے متعلق لینا اور اسکی تصویر کھینچنی اور اوسکو عام فہم بنانا اور پھر اوسکے صفحہ بیان کو نقلون کی ضیابخشی اور طلاقت کی موثر رنگ آمیزی اور نصوص کے تقدس اور واقعات مورخانہ کے اجتماع سے صنم خانہ بنانا مخدوم ہی کا حصہ تھا

مکتوبات اور ملفوظات کو اوٹھا کر دیکھو کہ مخدوم کی یہ خصوصیتین ادن اور ولی کاغذ اور قلمی کتابون مین کیسی درخشان نظر آتی ہین۔ اور اسوقت تک نہ صرف بہار بلکہ تمام ہندوستان مین اولیت کا تمغہ پائے ہوئے ہین۔ مخدوم کا ایک ایک مکتوب اور مخدوم کے ملفوظات کی ایک ایک بحث بڑی بڑی ضخیم کتابون کا کام دیتی ہے۔ اس آزادی، شوخی اور قوت کے ساتھ بیان کا حق ادا کیا گیا ہے کہ یہہ خاص طور سے کہا جا سکتا ہے کہ اس طرز بیان کا مخدوم بلا اشتراک اجارہ لئے ہوئے تھے۔

میرے خیال مین مخدوم کے مکتوبات کا طرز انشا نہایت ہی مکمل ہے اور حقیقتاً یہ مکتوبات اعلے مضامین کو سہل اور روزمرہ کی روشن تحریر مین ڈھالدینے کے عمدہ نمونے ہین۔ اس مین شبہہ نہین کہ یہہ طرز انشا

ایسا نہین ہے جس مین ہمارے مصنفین کو علے العموم ڈبی کامیابی ہوئی ہے
اور جس مین حق تو یہ ہے کہ ہمارے وہ نامی مصنفین بھی جنھون نے دوسری
روش مین بین کامیابیان حاصل کی ہین زائد تر ناکامیاب ہوئے ہین
اور یہ ہو سکتا ہے کہ انکی یہ ناکامیابیان انکے عمدہ لکھنے کی سعی بلیغ کا نتیجہ ہون
خیر کچھ ہی کیون نہو میرا تو یہ خیال نہین ہے کہ ایسے مکتوبات جو صریحًا اشاعت
کے خیال سے لکھے جاتے ہین محتمل کامیابی ہین - وہ طرز جو سہل جبلی اور
انبساط افزا ہو اور وہ عبارت جو روان ہو اور دقیق نہو اور کم از کم جو زیادہ
تکلف سے بھری ہوئی نہو انکی اوس شخص کو جو عمدہ تحریر مکتوبات ہونا چاہتا ہے
از بس ضرورت ہے - میرے خیال مین مخدوم کو ان تمام باتون مین علے العموم اپنے
طبقہ کے سارے مصنفون پر ترجیح ہے -

انکی زبان بے تصنع و بے تکلف ہے اور انکی نکتہ پردازی جبلی اور بے دقت
ہے - بلکہ اکثر انکے عمیق ریمارک جو جبلت انسانی اور اخلاق اور خالق و مخلوق
کے متعلق ہوتے ہین اور جو انکی تحریرات مین افراط سے پائے جاتے ہین
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بلا ارادہ انکے مضامین سے اوبلے پڑتے ہین اور ہر
موقع کے ضمن مین پیدا ہوتے جاتے ہین - مخدوم کی تعلیم انکا درجہ -
انکا شغف بخدا - انکے جلیس اور انکی مخصوص قوت بیان نہایت عمدہ اجزا
تھے جو انکے مکتوبات کو تکمیل کے درجہ تک پہونچا سکے - اور پھر انکی زندگی کا

سارا رنگ اسکو واضح طریقہ سے بتا رہا ہے کہ ایسی تحریرات کی انکو پوری قابلیت تھی
اگر ان مکتوبات کے مضمون کو خیال کرو اور انکی غرض کو سوچو تو تمکو
معلوم ہو جائیگا کہ سارے مکتوبات کا مضمون رشتۂ خداوندی و بندگی ہے۔
اور انکی تحریر کی غرض اس رشتہ کی توضیح اور بندہ کا اپنے خداوند کے ساتھ کیسا اور کیا
برتاؤ ہونا چاہئے اور بندگیت کے کیا فرائض ہین اونکا بیان ہے۔ یہی باتین ہین
جو مختلف پیرایون مین مختلف پہلوؤن سے دکھائی گئی ہین۔ ضمنی طور سے
اس مین شبہہ نہین کہ اور بھی بحثین آتی گئی ہین۔ مگر ایک ہی روح ہے
جو سارے مکتوبات مین حلول کئے ہوئے ہے۔ فقہ۔ حدیث۔ قرآن۔ تفسیر۔
سیر۔ تاریخ۔ منطق۔ فلسفہ وغیرہ۔ جس جس سے بحث کی گئی ہے سب اوسی
اصل کی تنقیح۔ توضیح۔ تشریح اور اثبات کی غرض سے۔ دنیا کی خرابی یا دنیا کی
عمدگی۔ حق العباد۔ یا حق النفس۔ معاشرت یا تمدن۔ علم یا جہل غرض سب کی بازگشت
اوسی اصل کی طرف ہے اور غرض اصلی کبھی فوت نہین ہونے پائی۔

مخدوم شاعر نہ تھے مگر نکات شاعری و ماحصل کو اوسکے مالہا و ما علیہا
کے ساتھ پورے طور سے سمجھتے تھے۔ نظم کے فوری اور بیچین کردینے والے
اثر کی جسقدر ضرورت امور دنیاوی مین ہے اوس سے کہین زیادہ تہذیب نفس
و ہضم نفس و بیان مسائل تصوف مین۔ مخدوم چونکہ تعلیم تصوف کا بیڑا اوٹھائے ہوئے تھے
اسلئے اونکو آئے دن اظہار اسرار و رموز تصوف مین مختلف مضامین سے کے

اشعار کی بخیال ؎ "خوشتر آن باشد کہ سر دلبران ؛ گفتہ آید در حدیث دیگران" ؛

حاجت رہا کرتی تھی - اور نیز بوجہ وسعت نظر مختلف اشخاص کے کلام آپ

کی نظر سے گزرے ہوئے تھے اِسوجہ سے سیکڑون بلکہ ہزارون اشعار آپکو

ازبر تھے - چنانچہ اسکا ثبوت آپکی تحریرات و تقریرات مین پورے طور سے ملتا ہے

گر نظم کے بحر بیکنار سے اچھوتے اور انمول موتی چن لینا آپ ہی جیسے آنکھ والے

کام تھا - فوائد رکنی مین جتنے اشعار ایک جگہ آپ نے چنکر مشتے نمونہ

از خروارے جمع کئے ہین وہ حقیقتاً ریزگان جواہر ہین -

مخدوم کی تحریرات کے دیکھنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ آپ نے

بہت کچھ بزرگان سلف کے کلام سے فائدہ اوٹھایا ہے اور اونکی تحریر ونکو

بالاستیعاب مطالعہ کیا ہے - قدم قدم پر اپنے کلام کے ثبوت مین اپنے اگلوں

کے کلام پیش کرتے ہین اور اکثر اوکھین مضامین کو بیان بھی کرتے ہین لیکن خاص

اپنے طرز مین - خواجہ ابن عطار - خواجہ جنید بغدادی - مولانا شمس الدین یحیےٰ -

امام ثوری - امام سبکی - سلطان العارفین - ابن جلا - خواجہ ردیم - خواجہ فضیل عیاض -

سعید جبیر - شیخ ابو یعقوب یوسف ہمدانی - قاضی القضیات ہمدانی - ابوالحسن

سالم - شیخ ابو طالب مکی - شرف الدین کرمانی - شیخ مجدالدین بغدادی -

خواجہ ابو سعید ابوالخیر - امام قشیری - حارث محاسبی - اوستاد ابو علی دقاق -

ابن مبارک - خواجہ یحیےٰ معاذ رازی - خواجہ ابراہیم ادہم - امام قتادہ - امام واسطی

خواجہ ابو سعید خرازمی - شیخ الشیوخ - خواجہ ضیاءالدین ابو نجیب - شاہ شجاع کرمانی - خواجہ شقیق بلخی - ابو تراب نخشبی - خواجہ معروف کرخی عبداللہ رازی - خواجہ ابو عثمان مغربی - ابو بکر قحطی - خواجہ عثمان خیری - محمد علی ترمذی - ابو بکر وراق - صالح حمدون قصار - خواجہ سہیل تستری - امام ابوالحسن ثوری - خواجہ عطار سلمی - خواجہ ذوالنون مصری - خواجہ منصور مغربی - خواجہ احمد قلانسی - ابو حفص نیشاپوری - خواجہ ابو بکر طمستانی خواجہ داود طائی - خواجہ محمد جریری - امام خضری - ابراہیم خواص - شیخ جمال - خواجہ حسن بصری - شیخ ابو مسلم فارسی - خواجہ سلیمان دارانی خواجہ بشر حافی - شیخ ابوالعباس قصاب - سری سقطی - ابو علی رودباری عبداللہ خفیف - بشر حارث - ممشاد دینوری - خواجہ محمد مقدسی - ابو عمر اصطخری - ابو بکر جعفر - خواجہ ابراہیم تمیمی - رابعہ بصری - امام عبدالرحمن ارکاف شیخ ابو علی سیاہ - محی الدین عربی - امامان غزالی - شیخ عبدالقادر جیلانی - ملا عراقی - کے نام بار بار آپ کی تحریرات مین پائے جاتے ہین -

ایک جماعت کا یہ خیال ہے کہ تصنیف مثل ایک مورت کے ہوتی ہے جسکو خالصاً صنعت سے تعلق ہوتا ہے اور حسن اوسکے خصوصیات مین ہے جسکا اوسکے پڑھنے والے کو ضرور علم ہونا چاہیئے - مگر خوبصورتی کلیتاً خیالی شئے ہے یعنی غیر محسوس صفت ہے جسکو شخص - وقت اور احوال سے کوئی واسطہ نہین -

اور تبدیل ازمنہ کے ساتھ اسکا مذاق بھی بدلتا رہتا ہے۔ ایسے پڑھنے والون کو
اس زمانہ مین البستہ مخدوم کی تصنیفین پھیکی۔ بے مغنی اور آورد معلوم ہونگی اور
اس اونیسوین صدی کی نظر مین یہ بالکل بھدی دکھائی دینگی جسکی قدر اِس زمانہ
کے خیال کے موافق صرف جہالت کر سکتی ہے اور جسکی تعریف صرف دقیانوسی
خیال۔ لیکن برعکس اسکے اگر یہہ اپنے زمانہ کی تاریخ کا ایک صفحہ سمجھکر دیکھی جائین تو نہایت
اعلےٰ۔ مدلل۔ بامزہ۔ ایک پختہ دماغ کا نتیجہ اعلےٰ تہذیب کا آئینہ۔ خدا دانی
خدا ترسی کی شہادت۔ حقانیت کی تصویر۔ دقیقہ سنجی و دقیقہ رسی کا نمونہ ہین
اگر حق مجاز سے راست تر ہے تو اسرار حق واقعات مجازی سے دقت طلب تر
اور پھر انکی ٹوہ لینے کے ذرائع اہم تر۔ نفس کشی کے سرکش جھگڑون مین بڑی
بڑی گھاٹیون کا سامنا ہوتا ہے جو بسا اوقات مہلک اور تباہ کن ثابت
ہوتی ہین۔

وحدت۔ شہود و وجود۔ فنا و بقا۔ سلوک و وصول کے اسرار و کارنامے
مخدوم ہی جیسے لوگون کے آہستہ رو مگر باخبر قلمون کے حصے ہین۔ یہ رزم و
بزم کی داستانین۔ یا مدح و ذم کے قصائد۔ یا گل و بلبل کی حکایتین۔ یا بادشاہون
اور پہلوانون کے کارنامے۔ یا افسران و حکام کے فرامین۔ یا گل باصنوبر
چہ کرد و چار درویش کی کہانیان نہین ہین جنکے لئے صرف جادو بیانی اور
زبان دانی کی ضرورت ہو۔ اِنکے لئے جن چیزون کی ضرورت ہے وہ اوس ہی

خرقہ پوش فرقہ میں پائی جاتی ہیں جس سے مخدوم کو انتساب تھا۔

اس نامکمل شبیہ میں جو میں نے ان صفحوں میں مخدوم کی تعلیم۔ ریاضات۔ مجاہدات۔ معاشرت۔ درس وتدریس۔ ارشاد وتلقین کی کھینچی ہے اوس حقانیت و درد کے مادہ کی پرورش کے اسباب موجود ہیں جو محرک مخدوم کی تصانیف کے ہوئے اور جن سے انسان اشرف المخلوقات کے معزز خطاب کا مستحق ٹھہرا۔

بپایان آمد این دفتر حکایت ہمچنان باقی
بصد دفتر نمی گنجد حدیث حال مشتاقی

خاتمہ

صد شکر کہ این نگار خانہ	بگرفت نگار جاویدانہ
آن را نہ سرے بہ نکتہ دانی است	داند کہ چہ ریزش معانی است

ہندمین پچیس تیس برس قبل علمی مذاق صرف کتب متعارفہ و متداولہ
کی تعلیم و تشریح تک محدود رہا۔ کبھی کسی نے علم کیطرف توجہ نہین کی گئی اگر
کسی نے کی بھی تو وہ علی السبیل الندرہ۔ یہہ کبھی نہوا کہ علوم و فنون کی مختلف
شاخون مین تحقیق و ازدیاد کے بعد تصنیفین کی جاتین کہ مصنف کے زمانہ
والی اور آنے والی دونون نسلین مستفید ہوتین۔ جب علوم متعارفہ کا
یہہ حال رہا ہو تو سیر و سوانح کا جو حال ہو سکتا ہے وہ اظہر من الشمس ہے
میرے اس کلام کی تردید مین چند تصنیفین تذکرہ کی پیش کی جائینگی مگر
مین افسوس کے ساتھہ اس کہنے پر مجبور ہونگا کہ وہ زیادہ تر ایسی ہین جنکو
سوانح کے نام سے موسوم کرنا برعکس نہند نام زنگی کافور ہوگا۔ کہان
جھوٹی تعریفونکی خیالی بندی اور کہان تدقیق و تفحص کی انصاف پسندی
کہان رائی کو پربت بنانا اور کہان دودھ کو دودھ اور پانی کو پانی کر دکھانا
سوانح کے ہرگز یہہ معنے نہین ہو سکتے کہ چند مجہول و بے سروپا روایتین
موضوع لہ کی نسبت گڑھ دیجائین اور اوسکو جامہ انسانیت سے مخلع کرکے

جامع ملکوتیت پہنا دیا جاے کہ اگر کوئی انسان اوسکی پیروی کرنا چاہے
تو اوسکی کمر ہمت ٹوٹ جاے اور وہ فوٹو اوسکی نظر مین کلکتہ کا سنگی سیٹیچو
دکھائی دے کہ وہ غریب اوسکو چوم کر چھوڑ دے اور اصل مقصد و علت
غائی فوت ہو جاے۔ سوانح کے لکھنے سے اصل مقصد یہ ہونا چاہئے کہ پڑھنے والے کے دل
مین اسکی تحریک پیدا ہو جاے کہ جسکے سوانح وہ دیکھتا ہے اپنے کو کم سے کم اوسکا ہمجنس بنانے
کی کوشش کرے۔ اس سے بحث نہین کہ ضرور بالضرور وہ بھی ویسا ہی ہو جاے۔ اوسکی اتنی
کوشش ہی کیا کم ہے۔ ہونا یا نہونا یہ اوسکے اختیار کی بات نہین ہے۔ السعی منّی والاتمام
مِنَ اللہ۔ اسیلیے یورپ کے مصنفون کو دیکھو کہ جب وہ کسی کے سوانح
لکھتے ہین تو سچا سچا خاکہ اپنے موضوع لہ کا اپنی تصنیف مین کھینچتے ہین
بُری اور بھلی سب باتین ناظرین کے سامنے پیش کیجاتی ہین۔ نہ یہ کہ اوسکو
بے عیب و بے خطا صرف ملک سیرت و فرشتہ خصلت کر دکھایا جسکو
عقل انسانی ہرگز باور نہ کر سکے اور ھٰذَا شَیْءٌ عُجَاب کہنے پر مجبور ہو۔
ہند مین اول تو سوانح عمریان جیسا کہ مین نے قبل عرض کیا
لکھی ہی نہین گئین اور لو فرضا اگر لکھی بھی گئین تو وہ بالکل مجہول۔ اصل
واقعات سے دور تواریخی درجہ سے گری ہوئی۔ اغلاط کا طومار۔ سہل انگاری
کا نمونہ۔ ایسی حالت مین اگر کوئی شخص اسکی خواہش کرے کہ سلف مین
سے کسیکے سوانح لکھے تو اوسکو جو دقتین پیش آئینگی وہ خیال کیجا سکتی ہین

بہتر اس سے کہ بیان کیجائین ۔ اگر کہین وہ شخص جسکی سوانح لکھنا چاہتا ہو پیشوایان مذہب
مین سے ہوا تو پھر دقتون کا کیا پوچھنا ۔ بیچارہ مصنف کو دست و پا بستہ
دریاے تحیر مین ڈوبنے کے سوا کیا چارہ ہو سکتا ہے ۔ اگر اوسکے خیالات
مذہبی کی نسبت کوئی راے اوسنے لکھی اگرچہ وہ اوس ہی کے کلام سے
مستنبط یا مستخرج ہوتی ہو تو بس لینے کے دینے پڑجائین ۔ مگر الحمد للہ
کہ مین جسکے سوانح ہدیۂ ناظرین کرتا ہون وہ خود علمی دنیا کا مرد میدان ہے
اور بلا خوف و ہراس اپنے قلم سے صفحہ قرطاس پر مخدرات معانی کی واضح اور
مبین تصویرین کھینچ گیا ہے ۔ اوسکے خیالات کے دربار سجانے مین میرا صرف
یہی کام رہا کہ اون تصویرون کو اوسکے مختلف محلات سے لاکر موقع موقع
سے دربار کے ہال مین رکھ دون ۔ کیونکہ اوس آذر جہان شریعت و طریقت نے
ان تصویرون مین کوئی جگہ ایسی نہین چھوڑی تھی کہ کسی دوسرے کو گرفت
کی جگہ مل سکے ۔ پھر اگر اوسکے دربار کی سجاوٹ اور صفا دوسرے دربارون
کو خیرہ و بیفروغ کرد ے تو وہ اصل صاحب دربار کے باعث ہے نہ کہ میرے
کیونکہ نفس الامر یہ ہے کہ اس دربار مین جتنے اسباب ہین وہ سب مرصع
جنکی ترصیع مین جتنے جواہر ہین وہ ایسے بحر ذخار اور کان بے بہا کے نکلے
ہوئے ہین جنکا منبع ہے لولاک اور جنکا مصدر ہے وما ارسلناک
ہان البتہ دربار کی بیرونی سجاوٹ مین ہزارون دقتین پیش آئین کیونکہ اسکی

سجاوٹ کے لئے زیادہ ترایسے اسباب کی ضرورت تھی جنکو بہت کچھ صاحب دربار کے ہمعصرون سے تعلق تھا اور وہ اونکے مہیا کرنے مین محض ہی قاصر نظر آئے - صرف معدودے چند نیک نفس اور برگزیدہ بزرگون سے مددملی مگر وہ بھی ناکافی اور آخرالامر صاحب دربار ہی کیطرف رجوع کرنا پڑا اور اوسی کے پریخانون سے استمداد کرنی پڑی کہ بالآخر یہ سوانح کا دربار بیرونی سجاوٹ وصفا مین بھی آپ اپنا نمونہ بنا -

خداوندا! - توخوب جانتا ہے کہ مین نے ہرگز نفسانیت سے اسمین کام نہ لیا - اگر کہین سخن گسترانہ باتین آگئی ہون تو ہرگز مین جوابدہ نہین ہون - واقعتاً فی الحقیقت سے مین مجبور تھا - ورنہ **شعر** - آزادہ رو ہون مین میرا مسلک ہے صلح کل ؞ ہرگز کبھی کسی سے عداوت نہین مجھے ؞

کردگارا! - کہان مین اور کہان تیرے خاص بندے - یہ تیرا ہی فضل اور اونکی ہی برکت تھی کہ یہ کام انجام کو پہونچا - ورنہ مجھ جیسے ژولیدہ بیان کج مج زبان سے یہ کہان ممکن - اگر ان نفوس قدسیہ کا فیضان نہوتا تو میری کیا طاقت کہ یہ بیل منڈھے چڑھتی -

بارالٰہا! - صدقہ اپنے حبیب کا اور اپنے خاص بندون کا اگرچہ من از ایشان نیم ہم مراد رکار ایشان کن - **بیت** - روزم توبر فروز وشبم راتو نور بخش ؞ این کار تست کار مہ وآفتاب نیست ؞

رحما! میرے حال زار پر رحم کر۔ جز تو مرا کسے نیست۔ مجھے
اپنی تقصیرات کا اعتراف ہے۔ مگر اسی کے ساتھ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَّحْمَةِ اللهِ
پر بھروسا۔ مین رحم کا امیدوار ہون نہ کہ عدل کا طالب۔ اگر تو عدل پر آوے
تو میرا ٹھکانا کہان۔

یارب البیت! تیری بندون مین مین بھی ہون مجھے نچھوڑ۔ دین و دنیا
کی صعوبتون مین نہ پھنسا۔ میرے ساتھ وہ کر جو تجھکو شایان ہے نہ کہ وہ
جسکے لائق مین ہون۔

یا غافر الذنوب! میرے گناہون سے درگزرا اور اپنے بندگان خاص
کے صدقہ مین مجھے بخشدے۔ رباعی

دارم دلکے غمین بیامرز و مپرس		صد واقعہ درکمین بیامرز و مپرس
شرمندہ شوم اگر بپرسی عملم		اے اکرم الاکرمین بیامرز و مپرس

اَللّٰهُمَّ اَحْسِنْ عَاقِبَتَنَا فِی الْاُمُوْرِ كُلِّهَا وَاَجِرْنَا
مِنْ خِزْيِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْاٰخِرَةِ ۝